

فہرست نامہ نگاروں کی

کھانا

www.cremedethemove.com

پریم 60 پی

پوسٹل کارڈ - 100000

پولیسٹریٹنگ - 100000

قیمت - 60 پی

آئیڈیل



مستقل اسٹریٹ

021-35620773/2 فون: 74200 کراچی 75 بس سٹیشن "آنچل" پر بس سٹیشن 75 کراچی 74200 فون: 021-35620773/2
ای میل: info@aanchal.com.pk کے ای میل پر ای میل: 021-35620773 کے ای میل پر

اگرچہ

14	مدیرہ	مرغوشیاں
15	عبدالستار نیازی	حمد
15	محمد ہامین وارثی	نعت
16	مدیرہ	در جواب آل

مکمل ناول

40 بایں نشانہ
110 نرہت حین خیاہ
160 شایہ شوکت
182 سیمہ شریف طہ
202 سیمہ شریف طہ

پناؤں

ملتان صبا ایشل 68

افسانے

محبوب آپ کے قدموں میں علاء خان 104
گرگرا کپڑے ریحانہ آفتاب 156
موتی موز کشور سلطانہ 200

دانش كده

لکھنؤ مشتاق احمد قریشی 20

ہمارا آنچل

مون قریشی / عائشہ سلیم
عالمہ امین / انوش فاطمہ

پروئے سال نو

26 بیتا ایک اور سال سعید و شہر

سلسلہ وار کتابیں

80 اقر صغیر احمد تیری زلف کے سر ہونے تک
134 شرب حمر کی پہلی بارش ناز کی نوازی

چابشر: مشتق احمد رنجی پرنسز اسمیل حسن ابن حسن پرنسنگ۔ پرنس
 کی اسٹیجیم کراچی دفتر کا پتا: 76 سر یہ جمیسبرڈ عبداللہ ہارن روڈ کراچی۔ 4400

23 P.1A 

میں سڑیل بالکل نہیں ہوں اسلئے جلد کرکے ہوں جس کی وجہ سے اگر کوئی کھانسی ہوگی۔ میں سوچتی ہوں اب اقبال نہیں کروں گی جب تک زہاندہ کو ہر گھڑ میں نہیں لگتی۔ دہلی بالکل نہیں ہوں گی کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتے ہیں وہ کوئی بھی ہو۔ کسی سے برا نہیں ہوں اگر لڑائی خواہاں ہوں۔ ہمارے جو بھائی ہیں ان میں سے کسی ایک نے ان کے گھر میں بندوں کو پھینکا ہے۔ میری جان رشتہ داروں کے بغیر احموری ہوں۔ غصہ بالکل نہیں آتا سب سے بڑا تاروٹی ہوں لیکن جہن جہن پر جھڑو لگا رہی ہوں تو یہی کوئی بالکل نہیں ہے۔ ہر بدداشت نہیں ہوتا بل جانتا ہے کہ پڑاؤں۔ ہر لڑائی سے ہی اچھا لگتی ہیں لیکن یہ شرط تو ہے۔ جانتی ہیں نہیں۔ اچھا دل میں ان کے لیے پند ہے۔ پند ہے کہ اس لڑائی سے اساد پند ہے پند ہے وہ مضم کر دیں گی ہاں اگر ان کے پاس نہ گستاخیاں ہی کی تقریر نہ کرنا۔ سب پند نہیں کھی کھی نہیں نماز تو ہر سہ کی پند ہوں جو کہ نماز نہیں پڑھتے ہیں سے سخت نفرت پند ہے محضت میرے لیے یہ ہے کہ ان کے اندر غیور ہو کر کھنگنا ہاں بڑا حق ہے بل جانتا ہے روز بکھتی دوش لگائی جائے۔ خاموش تو ہی پچھس کوئی ایک ہوتے تھاکوں (میں) جی ہوں میں آئیں دی بڑی نہیں) میں حد سے زیادہ حساس ہوں کوئی بات نہ لگے تو متوترن ذہن سے نہیں لکھ سکتے کہ زیادہ شوکتیں نہیں لگائے کہ زیادہ ہوں نہیں چارے ہیں دیکھتے ہیں بل جانتے سے پہلے کہ اگر وہ لگنا کا آپ ضرور بتانا۔

عالیہ امین

اسلام علیکم اترام پڑھتے والوں پر سلاطین کو اور نہ پڑھتے والے بھی خوش رہا۔ مگر تا تو آپ میرا بڑھ چکے ہیں۔ نئے سال کی پہلی صبح کو اس سال میں انہیں کوئی کراں نہ رہی۔ جسے جوڑا تھیرا میں نے اندھیروں کو گلے لگا کر اس بنیاد سے مارتا تو ابھول میری خالہ کے تھک چکا اور دردی تھی خدا جانے اب میں اس کے لیے دردی میں یا قسمت پر یا پھر نئے سال کی آمد کو دیکھ کر دردی کی کس انتہا سے کہ میری عمر سولہ سال ہے اور کچھ جنوری سے سترہ سال کی ہوئی میں قدم کو ہونٹوں کی ٹپ کی ہے ہوں میں اپنے اسکل کے دوست بہت رکھتا ہوں لیکن ان میں سے کسی نے اپنا دل نہیں مانی کے

[illegible][illegible]

مدیحہ نورین مہلت...
۞ السلام علیکم سب کو یاد کیا بہت مبارک ہو۔ بخوبی طور پر بات کی جائے تو خوشی دینی ایک ساتھ ہی رات ہی دھوپ بھاؤں کی طرح آتی جاتی ہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس سال کوئی دکھ یا کمینہ ملا اس طرح یہ سال میرے لیے خوشیوں کا سال ہی رہا ہے۔
۞ اس سال کی سب سے بڑی کامیابی میرے لیے ہے کہ میں نے لاسٹ اتر بہ چمکا کر خود کو گھوڑا چمچ کرنا ہے بلا وجہ و تہیت سے خود کو ڈر رکھا ہے اور اس بات پر کافی حد تک کامیاب رہی ہوں۔

۞ جب ہم اسکول جاتے تھے ہمیں زیادہ تر چیزیں تیسری چوٹی میں آ کر کھینچ کر لٹکی کرنا ہی سب سے پہلے کر پکڑ کر پھینک دیا جاتا تھا اور میں نے بچے کے دل کو اسلام دیا پاکستان کے خوالے سے اس قدر اعلیٰ انعام بخش دی ہے۔ انگلش اور دو کلاسروں کا پاور دے جانے پر مجھے خوش ہوئے ہیں کہ جو کچھ کھینچ کر لیا وہ میں دوسروں کو سکھا سکتی ہوں۔ جب تک ٹیوٹ سچہ کچھ ہے میں بچہ آ کر ریل پوائنٹ لگا لے گا کہ آکر یہ آپ بہت یاد رکھتی ہیں تو بڑی خوشی ہوتی ہے کہتے ہیں میں اس سے نہیں کیے۔
۞ نئے سال کی آمد پر جہاں نئے سال کی خوشی ہوتی ہے وہاں ایک سال کم ہونے پر دکھ بھی ہوتا ہے میری سالگرہ بھی کچھ جلدی ہوئی ہے اور اس کی بجائے خوشی بھی ہوتی ہے۔

۞ اس سال سے جو امیدیں اور توقعات تھیں وہاں تک پہنچ پوری ہوئیں ہاں میری تمام تر امیدیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری ہوئی ہیں اور جہاں تک ناکامی کی بات ہے تو ناکامی کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے نہ ناکامی ہی تو کامیابی کی اور دینی پختہ ہوجاتی ہے۔
۞ میری ذات کی یہ شہت تھرتی ہے کہ جو عزت دے دے اسے بھی عزت دے اور جو نیچا رکھائے اسے بھی عزت دو۔ پچھلے میں یہ بھی کہ لڑائی کا مادہ میرے ساتھ ٹھیک نہیں تو

میں کیوں اس کے ساتھ ٹھیک انداز میں بات کروں کہ مرگاہ میں نے یہ میری کیا ہے کوئی جیسا کہ اس کے ساتھ بہن اچھا کرتا ہے فطرت محبت سے کم کی جاسکتی ہے فطرت سے نہیں۔

۞ آئندہ سال کے خوالے سے کوئی نئی چوڑی منصوبہ بندی نہیں کرتی بلکہ یہ منصوبہ بندی کرتی ہوں کہ آہستہ آہستہ خود میں سے برائی ختم کرتی رہوں خود کو بدلنا مشکل تو ہوتا ہے مگر ناگہان نہیں ہوتا۔

۞ آنے والے سال کے خوالے سے میرا یہ خواب ہے کہ میں اپنی اصلاح کروں عمل طور پر اور میرا یہ خواب ہے کہ کیا اسے اور دینی زندگی میرے پاس ہوا میرے کمر والے ہیں بھائی اونی ابو خوشحال اور پر سکون زندگی گزار رہے آئیں۔

افرقہ حقیقتہ... کہ نبی ایس، ہری پور میرے لیے ذیلی طور پر تو سال 2017 لکھنؤ خوشیوں کا سال کامیابیوں کا سال ہے میرے دوستوں کا کہنا ہے کہ جو حالات دہان کے ہیں نظر بخوبی میرے لئے نونوں کا سال قرار دوں گی کیونکہ جب ایسے ہی دن کے دھوکاؤں کو اس رات ہی کا نقصان کرتے ہیں جتنی ہوں دل کھینچ لگتا ہے۔

۞ کامیابیوں تو کبھی برابر ہیں ہاں آج کل میں میری تحریریں چھپنا انکی کامیابی ہے جو چند ہی دن پہلے تک میرے لیے بالکل ناگہان تھی۔ میں سوچتی تھیں کبھی کبھی میری تحریریں پچھلے یا غائب کے خطوط پر چمکاؤں کی اس کامیابی کے لیے میں قیصر آئی کی تہذیبوں سے شکور ہوں۔

۞ جو ایک ایک بات پر بہت خوش ہوں اور جتنا اس سال خوشیوں کا سال ہے (میدان تہذیبیاتی) میں دنم کلاس کی طالبہ کی (اب سال اولیٰ میں ہوں)۔ ہماری بچہ ہمیں ایک مورال کا بچہ ہے میری پورا لفظ پور لفظ یاد آتی ہیں اب اباب یہ تھا کہ اسے علم پر بھی نہیں بھارتی چاہیے۔ بچہ کدھر بھی جس کا جوسٹنٹ بچہ کے سامنے زیادہ کامیابی میں ملتا ہے جو اس کو دے اور وہ یاد دہانتے ہیں اور اکثر کامیابیوں ہوتے ہیں بچہ کے ایک چمک چلنے کی کہ سندرہ جتنا بھی خاموش ہوتا ہے اس میں اسے ہی خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ سب ماحولیات محبت سے یہ بچہ

سن رہی تھیں تو بچہ نے یہ جملہ کہا "ایسے بچے کا سبب ہوتے ہیں جیسے افریقہ" تو سب ماحولیات کی نظریں میرے چہرے سے مرکوز ہوئیں اور میں کھینچوں سے مکرراتے ہوئے بچہ دیکھنے لگی۔ مجھے وہ دیکھ بھی نہیں بھولتا اور اسے سوچ کر میں بیٹھ بیٹھ زور دیتی ہوں اب اس اور فخر محسوس کرتی ہوں۔

۞ زندگی کا ایک سال کم ہونے کا افسوس ہوتا ہے۔
۞ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام امیدیں اور توقعات پوری ہوئیں جو چاہا وہی چاہی۔ چھوٹی موٹی ناکامیاں تو بولی رات ہی میں ہیں بڑی ناکامی کوئی نہیں ہوتی۔
۞ عمل طور پر تو کچھ نہیں جہاں تک ہونے کو ہے محبت سے بچنے کی کوشش کی اور کر رہی ہوں۔

۞ آئندہ سال کے لیے یہ منصوبہ بندی کوئی نہیں کرتی کیونکہ اکثر منصوبے کام ہوجاتے ہیں اس لیے اس دعا کرتی رہی کہ جو بھی کام ہوجاؤ۔
۞ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فخر ہوتے ہیں کچھ نہیں ہر شے ہوتے ہیں اس لیے ان خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے جی محنت کروں گی ان شاء اللہ۔ ساتھ ساتھ اپنی جی حالت پر بھی توجہ دیتی ہوگی کیونکہ ابیو کے خواب بھی تو پورے کرنے ہیں نا ان شاء اللہ۔ اس کے علاوہ کچھ دینی مقاصد کے حصول کے خواب بھی ہیں جن میں اللہ کرے کہ سیت ہم سب لڑکیوں کے اونچے اونچے خواب پورے ہوجائیں۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کا احساس پیدا کرے آمین اللہ اعلم۔

عزتہ یونس... حافظ آباد
۞ آہم ترین شے ہونے والے سال ہے ایک سب تکلف و یابی ذہن کے بندو بچہ میں آخر کی ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے مجھے ہونے والی شے کی یہ نگہ پیچک و آہستہ و کم اور خوشیاں تو ساتھ ساتھ کچھ ہیں وقت کا جھولا کسی ایک کیفیت کو کھینچ لگتا ہے کہ تو کچھ دلوں کے درمیان متعلق رہتا ہے۔ جیسا کہ انشا پر حضور ہے یا جو کچھ ملا ہے اس کی کیفیت کو زیادہ دہر تک برقرار رکھتا ہے یا کسی خوشی کے زیر اثر مدد سے جو برداشت کر جاتا ہے۔ میں بہت حاکم ہوں شاید ایسی ہے میرے نزدیک یہ سال میرے

لیے بہت سے دکھ لے آیا۔ گو یہ نہ ضرور ہیں یہ گرانو اور ماموں کی دھندے شاید اندر سے بہت تو پھوڑ کر دی ہے۔ اب پچھلے ہی برداشت نہیں رہی۔

۞ اس سال بھی اللہ کا مایاں بہت ہی بیس کو کوئی باقاعدہ ملاؤنگار جیسا کہ میں نہیں اللہ بہت مہربان نہ ہی سمجھتی فیاہ کو چار سال بعد و کچھ میرے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے اس کے علاوہ میری کبھی پیڑھی کو پہلا انعام ملنا اور انکھ داگ میں شمولیت و پلوسہ حاصل کرنا اور کھل کھلا یہ سب میرے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ "کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہے"

۞ اچھے کام انعامدار بھی سوچ رہا ہوتا ہے اور میں نے بھی کبھی اس کا اندازہ خود سے نہیں لگایا بیشہ و دسروں پر چھوڑا اور اگر میرا کام کسی کے لیے باعث راحت بنا تو میرے اس اللہ کی مہربانی ہے۔ فخر کی بات اب تو کچھ میں دوسرے کام کروں گی جو میں نے سوچے ہوئے ہیں بہت کچھ کام میں آئے ہیں کیونکہ ایک بہت سے لوگوں کے ناکہ ہوگا۔ میرے لکھ چوٹے نہیں ہیں لہذا اس کے کام آتا بہت اچھا کام ہے بے شک کہ میرے خواب بہت بڑے ہیں سو جب میں دکھ لوگوں کی بھینچ خوشی اور فخر محسوس کروں گی۔

۞ جس نے ہم سے لہو کا خراج بھرنا کا اسی تو سوتے تھے متعل کو سرخورد کے
۞ نئے سال کی آمد پر خوشی دم دلوں کی کیفیت کا ظہار ہوتی ہوں۔ مجھے مجھے سے چڑے میں بیٹھ میری عادی رہی ہوں لیکن پھر بھی جہاں نئے سال کی خوشی ہوتی ہے وہاں جاتے برس کا غم بھی ہوتا ہے اور غلط سوچیں ذہن میں ڈالنے سے ڈالے ہوئے ہیں۔ آگے کیا ہوگا کچھ نہیں کہنا دلوں کی کیفیت ذہن کے در کچھوں میں پیوست ہوتی ہیں۔ کل کے انٹرویو سے اس پنے دل کا زور دے نہ کر دیکھ یہ ہنسا اور موسم پر خوشبو کا سطر۔

۞ امیدیں تو بہت ہیں ایک امید یہ ہے جو انسان کے پلڈے سے بڑھتی ہے کہ ضروری نہیں ہر وقت میر امید پور ہوگی یا میری بھی گمانیہ امیدیں کچھ تو بہت رات کا لیر بات ہوئیں مگر کچھ کچھ چیزیں رہنا ہوئیں جن کی مجھے امید نہیں لیکن میں نہیں لکھنا لاشعور میں خواہش ضرور

تھی کہ ایسا ہو اور اللہ نے وہ دیکھ کر وہ گھسیں جہذا کا سامیانی اور
ناکامی لٹتی رہتی تھی۔

تم سے طلب مسلک کیا؟ تم سے کوئی گھڑ کیا
ویدہ تر کا ذکر کیا لیکن تھک گیا کہیں
ہارنے کی۔ میری طبیعت میں غصیلہ ہیں اور کڑواہٹ بھی۔
برداشت کی بہت کمی؟ سوڈی اور غنایا پسند..... سو اس
سال کوشش کی خود پسندی کی مثال اتار کر برداشت کا جامہ
بہن لوں جو بہت زیادہ دوسرے کی پڑی آپ مثبت تبدیلی
پیدا ہوتی ہے یا نہیں اس کا دوسرے ہی ہاتھ سے جانتے ہیں دینیہ
کالی لوگ کہتے ہیں میں مثبت ہوتی ہوں معلوم ہوا.....
جو آئندہ سال کے حوالے سے بہت چٹانک کرتی
ہوں سرگرمی کی..... کا قاعدہ دست بناتی ہوں خود کو
فریئر رکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔

جو ہاتھ..... کیا تاؤں؟ بہت سے خواب ہیں میری
ڈرتا ہے..... ہمیشہ خواہش نہیں ملتا کچھ
خواب خواب یہ رہ جاتے ہیں، بہر حال اور ادب میں نام
کمانا..... لکھنا پڑھنا سیم سمیر سے ملنا میرے بہت پیارے
خواب ہیں اللہ پورے کرے آئیں۔

ہاں پچھ عالم برکشت طائی آتش
برقی آگ جو رماں کی آرزو کرتے
وابعہ عمران جو جھوڑی..... وحیم یارو خان
جو بھوکے طور پر یہ سال بہت اچھا کڑا بہت سے
خوب صورت بلندی زندگی کا حصہ ہے اور اللہ پاک نے ہر روز
کار پایا علیا.....

جو اس سال میں رجب یار خان کے بہت بڑے
اور اسے پیش کر گزین میں ایک کامیاب نتیجہ کی راہی
کار کردی کا مظاہرہ کر کے مستقبل کے وہابوں کو شکلی
الادیت سے مستفید کیا۔ اس سال میری بہت ہی خبریں
ہات سے میکرین کی حصہ دیتیں یہ میرے لیے بہت خوشی کی
بات ہے۔

جو بہت سے اچھے کام کیے۔ ایک نتیجہ بھی کا نتیجہ اچھا
کیا اور بہت سے لوگوں کی مدد کی۔ میری نظریں اس سے
زیادہ اچھا کوئی کام نہیں۔ غری کی سبب بہت خوشی کی بات
ہے یہ سب اللہ کی رضا اور بلندیوں کے لیے کیا۔

جو خوش بھی ہوتی ہے۔ مگر دل اداں بھی ہو جاتا ہے یہ
سوج کر کہ جو بلی کر کے وہ دیکھیں انہیں آگے نہیں
کے دل سے یاد آتے۔ اسی ابو کا گھراؤ نا۔ خوشی کے ساتھ دل
الہر وہ بھی ہو جاتا ہے۔

جو آئندہ سال میری زندگی کا متعدد دوسروں کی مدد
کرتا ہے۔ جو کم کر سکتے ہیں مگر کمی کرتے نہیں۔ یقین
کیجیے دل میں سکون ملتا۔ مثبت سوچ کا لوٹنا نا ہے قوسب بچھا
ہو جائے گا۔

جو آٹے والا سال خیر سے آئے اور اللہ پاک کے
مگر دوسروں کے لیے بہر خواہ ہے اور میری بیٹیاں اللہ
پاک سے بھالی کی خواہش کرتی ہیں اللہ پاک ایک بیٹا
عطا کرے ہم اللہ کی رضا میں راضی ہماری بیٹیاں بھی
بیٹوں سے زیادہ پیاری ہیں میں اللہ پاک ان کی حفاظت
کرے آئیں۔

عائیدہ غفل..... بھیر کڈنا..... مانسہرہ
جو ہمیشہ طور پر تو یہ سال دھوئیں اور غلوں میں ہی
گزارا ہے خوشی تو کوئی آکا کا ہی نصیب ہوئی ہے۔ ہاں
مگر ہر حال میں اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے زندگی
مجھی نعمت دی ہے۔

جو اس سال کی سب سے بڑی کامیابی میری ماں کی
ذات سے بڑی ہے میری ائی کا آپریٹشن
Adenomyosis ہوا اور کامیاب رہا تو یہ سب سے
بڑی کامیابی ہے اور دوسرے نمبر پر میں نے اپنے فائل
کے اختتام کو اپنے اور کامیاب رہی ہیں ہاں پریشانی کے
اولوں میں دشمن ہوئے تھے پاس ہونے کا سوچا بھی نہ تھا
خوش تو میں تھی مگر پائیوٹ کینڈت اور دوسرا نم آتا
نہیں سو رکھ نہ ہونے کی بنا پر بڑا مسئلہ ہوا تھا کوسپد
بنائے میں۔

جو اللہ کی مہربانی سے نیکی کی توفیق ہوتی ہے یا عیاضیہ
کراچی ائی کی کوئی ساری خدمت کی اور دوسرے ماہوں کا اور
اپنی اگلی چھوٹی چھوٹی (پاپا) اور تاہم کا خیال کرتی ہوں
انہی بہت ہی چھوٹی نیکیاں اور دینی ہوں۔
جو سنے سال کے آنے پر خوشی ہوئی ہے زندگی کے
سنے خبر ہے اور جگہ ادھر ادھر کے انڈیچر دیکھنے کے ماحول
ملتا ہے۔ انفر کی صرف اور صرف باہمی کوچ کر ہوتی ہے

جو گزرو گیا وہ یاد آتا ہے تو دیکھتا ہے اور زندگی گزرنے پر دل
اداس ہوتا ہے۔

جو امیدیں توڑ کر کتنا سکون ملتا ہے
توفقات کے غم میں عذاب کتنے ہیں
اسیدیں صرف اللہ پاک کی ذات سے لگتی ہیں میں ہر
یقین ہے کہ خوشی کی باتیں اور زندگی نے یہ سبق دیا ہے کہ
توفیق کسی سے لگتی نہیں چاہے اسی لیے مجھے کچھ خبر نہیں
کہ امیدیں اور توفقات کیسے پوری ہوتی ہیں یا کوئی ہیں۔
ناکامی کا سامنا تو بہت بار کیا اور تاجر و مشیر کے لیے
مدرسے میں داخلہ لینا اب بھی مگر داخلہ نہیں لینے دیا گیا
بس ایف ایف ایس ہی کی کالی ہے میں جی اللہ۔

جو مثبت تبدیلی جو میں خود لائی وہ ہے کہ لکڑیاں باندی
شروع کی ہے مگر یہ عارضی اللہ جھوٹ ہوائے نہیں ہیں
معلوم ہیں ہوں صوم و صلوٰۃ کی پابند اور غریبوں کا اس سے
یہ میں نے شرعی پر وہ شروع کر دیا تھا قس امر کوئی چھوٹی
مولیٰ نبی عادت ہوئی تھی تو دوسرے میں جانتے ہوں گے
گھڑیلے غلوں کی طرح کہ میری کی ہو کر رہی ہوں ہاں مگر
ان کی طرح چٹلی اور غیبت نہیں کرتی۔ اگر زندگی دہی تو
سارے منصوبے اللہ کے حوالے کر دی پاک ذات بڑا
کارنامہ ہے۔ میں یہ ضرور سوچتی ہوں کہ پہلے سے زیادہ خود
کے اخلاق سنوارنے کی ہیں بس اپنے اخلاق کو اچھے سے اچھے
بنائے کہ حق پرستی ہوں۔

جو اپنے ملک کے حالات دیکھ کر تو یہی خواب دیکھتی
ہوں کہ کس آئین و دامن قائم ہوگا ملت مسلمہ کا حال دیکھ کر
دل میں بھی خیال آتا ہے۔

جو تارلیوں سے دور کا انجام ہے ہوا
کہ اب تو بوند بوند کر رہا ہر قسم کے
اب خاک اڑ رہی ہے گلابوں کے شہر میں
وہ وہ چلی ہے اب کے کے پتھر مجلس مجھے
اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کے
حالات بہتر بن کر سب کو فلاح و حفظ دین میں رکھے۔
چونکہ ملت مسلمہ تمام پاکستانی مسلمانوں کے لیے بھی رکھے۔
دیکھتی ہوں کہ ان کی جان پر دین کی تفتیش سے چھوٹی
ہے مسودی عرب میں پھر اور ہانی عرود مسلمانوں کے
حالات بہتر خواہ ہیں ان کے اچھے حالات کا خواب

دیکھتی ہوں۔

اے خامان زلزل وقت دعا ہے
امت یہ خبری آگے کے جب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے لگا تھا وطن سے
پر دین میں وہ آج غریب الغریاء ہے
اپنے چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائی کے آگے مستقبل
کے خواب دیکھتی ہوں باقی بہن اور بھائی کے شیر و شکر
ہونے کا خواب دیکھتی ہوں۔

اس شہر محبت میں مجھ کا دل پڑا ہے
ہم پیسے سبک لوگ بھی ثواب بہت تھے
اب دیکھ حرات ہماری اڑتی ہوئی آگ کتنے
دیبا تیرے بارے میں میرے خواب بہت تھے
سلامت رہیں توں ہیں زلزلہ ان اللہ۔

حسینہ ایچ ایس..... مانسہرہ
جو بھینٹیں آ رہا کیا کہوں یہ سال خوشیوں اور محبتوں
سے میناں انہوں کے گریب کرنا ہے زندگی کا یہ واحد سال
ہے جس سال میں ہمارا اپنا کوئی نہیں بچھا اور جب سے
ہوش سنہالا ہے اپنے دادا ابو چھوٹے بھائی پر دارا برناتا
اماں کیجئے اور کزن کی ذمہ کے کم کا رنگ زندگی کے محلوں
اور دل و دماغ کی سر زمین پر مادی رہا۔ کتنے عجیب ہیں نا
میری زندگی کے قصوں کو پھر سے پانا شروع کر دیتے ہیں
خیر خوشی زندگی کے پھر چلتے ہیں اس سنگدل دنیا میں
کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو تم سے خالی ہو۔

جو اس سال میں نے ایک پرائیوٹ اسکول میں
پڑھایا جو کہ میرے لیے کوئی نئیجنگ کورس کیا تھا (وہا
دوسروں کے تجربے کے پتلی سے خود اساذ اللہ میں نے بھی
چھوٹا اسکول کی دیکھ لی باہر باہر کی بنا پر اسے اسکول
جو ان کا سکس اور سینئر کلاس کویتھ کر داتے ہوئے مجھے
خود بہت مجھ پیسے کھلا۔ اپنے خاندان کی میں دو واحد
لڑکی ہوں جس نے جاب کی بھائی کی آہ پر چار ماہ بعد
اسکول کو چھوڑا ہے کیا اور حسب اسکول کی ایک بچہ لکھا کہ
تھارہ سے اسٹوڈنٹ اس کی جیس کی یاد کرتے ہیں اس کی پیم
سن کر کن کی گفتگوں ہیں بیکس چلیں یہ کوئی سناؤں۔
مجھی ہونے والی ہے گزرا دے والی ہے
گزرا کی اندر..... اندر سے لگا بند

۱۰. نیک کام کرنے کا تو جتنی کھانسی البتہ نیک کامی ہو جائے۔
 ۱۱. بیش زہر دھانی کی جھوکتی کام میں کبڑے سے سلا
 ۱۲. خیر یاد کرنے سے نیک کام یاد آئیں آ رہے
 ۱۳. چھوٹی سونے کی بکریاں کی اور دوسری ناک سے خرخر
 ۱۴. سوئے ہوئے شوق سے کرتی ہیں نیک کام
 ۱۵. روئے بہت خوش ہوئے۔ ہسپتال میں
 ۱۶. چل دیکھا تو اسے تباہ کیا کہیں کل جانا
 ۱۷. پانچ لکس ہوں لڑکی سے بھرنے سے
 ۱۸. نیک کامی کویلا اور بہت خوشی سے
 ۱۹. کازمیں اور بہت خوشی سے
 ۲۰. بے نیکی اور جھوٹ دہشت و سوکھ
 ۲۱. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں
 ۲۲. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں
 ۲۳. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں
 ۲۴. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں
 ۲۵. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں
 ۲۶. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں
 ۲۷. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں
 ۲۸. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں
 ۲۹. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں
 ۳۰. نیک کامی ہوئے ہیں۔ نیک کامی ہوئے ہیں

۴۰ آئندہ سال ان شاء اللہ میرے رب کا کم ہوا
عمر کی سعادت بھی حاصل کروں گی اور اپنی ہوپ کے ہاں
جا کر ان کا گلہ بھی ضرور کروں گی۔

۴۱ آج تکیں حالات تو خراب ہیں مگر عار و تآپ
نے سا جو کچھ سولی اور کھجی جی رکھوں ہے تو خواب
تو میں بچپن سے دیکھتی آ رہی ہوں بھی، بھترین مقررہ
کراستان کی ان مشاں میں بولنے ہوئے کسی بھارواسی
کراستان کے لیے لڑتے ہوئے کسی مشہور لڑاقتلاں کے
حق میں بولتے ہوئے کسی ڈاکٹر اور دوسروں کو بھاجنے
میں اسکل میں انعام میں کرتے ہوئے کسی اعلیٰ
انعام سے بولنے ہوئے کسی کھیل پر کرتے ہوئے کسی
کرکٹ میں انعام جو راتے ہوئے (۱۱۱۱)۔ ہر بل برد
بھوت خاواں کی دعا سے طے جو رے رکھا خوشاں ہم
دیکھتے ہیں اگر ان کے رنگ کھے ہو جائیں تو زندگی
میں ہے۔ خراب آہیں ایک ہی خواب ہے انڈل کو خوش
دکھانا ہے کہانی کا سوسکا نا بھجے نہ کہ لاریت ہو
ہو مضررت اللہ حافظ۔

سیدہ لبوہ سجاد..... کہروڑ پکا
 چلا جلا کہیں کوئی ایسی خوش کمی میں کی کہ بہت
 خوش ہوئی نہ بہت دلی گزرا..... میں اس انتظار میں ہیں کہ
 کب بدلیں گے ماہِ وسال۔
 ”جوز“ دالوں کا ستارہ اکٹری میز پر رہتا ہے
 تو کہاں بیوں کے لیے ابھی اور محنت کے سال جائیں۔

[illegible]

فیاض اسحاقی مہانہ..... سلاوالی

۱۰ میں اس سال کو مجموعی طور پر اپنے بڑے خوشیوں کا سال قرار دوں گی کیونکہ اس سال خاندان کریم نے مجھے اپنی بڑی خوشی دی جس کو میں کسی حد تک اپنا پہلا کچھ دہری گناہوں کو بھروسہ بنا کر چھوڑ رہا تھا۔ اس ذات باری تعالیٰ کا کہ اس سال میری عمر کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی۔

اس سال کی سب سے بڑی کامیابی میں یہ ہے کہوں گی کہ میرا پورا سال ہی بہت اچھا اور کامیاب رہا۔

☆ میری ماما بھی کوثر قرآن پاک کی تعلیم دیتی ہیں اور اب بھی مکی ماما کے ایک کاسم میں شامل ہو گئی ہوں اور اس سال میں نے اپنے دو اسٹوڈنٹس کو تکمیل قرآن کر دیا ہے اور اس بات پر میں جتنا بھی فخر کروں کم ہے کہ اللہ رب العزت نے مجھے یہ سعادت بھی اس سال دی۔
☆ نئے سال کی آمد پر میں اتنا ہی کہوں گی

✽ آئندہ سال کے حوالے سے یہی فیضانِ کجگوشتی
اور ان شاء اللہ میں نے اپنا مشاغل انکس مکمل کرنا ہے
اور دوسروں سے کام لینا مکمل کرنا ہے۔
ان شاء اللہ کہ وہ سال کے حوالے سے میرا پہلا خراب
ان انکس ہے جو کہ ان شاء اللہ ہر حال میں پورا کرنا
میں خیر میں ہر طرف سے کام لے سلاں کروں
مبارک باد۔ اللہ ہر حضرت تمام امت مسلمہ کے
خیر میں خیریں اور کامیابیوں کا سال بنائے۔ آمین۔
میں رشتہ سے خراب اور چانچوں کے
لو کے سنگ ہیں میری گلاب رفاقتوں کے
مے سے دن ہر سوچا جی کی رات بھر جاگنا
یاد ہے میں ہوں اور جنوری کے پہلے
لی ویسٹ سسٹم ملک

[illegible]

مسلمانوں پر ظلم کی داستان ہے عوام تک کالم کے ذریعے پہنچایا اور اس سال کو نہیں کر سکا۔ عرصہ پہلے روزنامہ ٹوائس وقت میں بچوں کی اسٹوری لکھنے پر جوٹیشن بیسٹ مارٹر کا انعام ملا تھا وہ جاری بہت بڑی کامیابی تھی اور اب ہم شاعری بھی کر سکتے ہیں ان شاء اللہ اس میں بھی ضرور کامیاب ہوں گے۔

جی ہاں میں نے ایک ایسی ہستی کو دوست بنایا جو ہمارا باگ اور اوس وہاں کو پیدا کرنے والا ہے اس ذات تک پہنچنے کے لیے ہم نے مستقل سفر کیا جو ہمیں ہر وقت اپنی طرف بلا تا ہے اور ہمارے لیے ہمیشگی ناپید اور نہ گارہ برف کی کوثر پراہنی رصت کی نظر سے دیکھا اور اسے رستے کے لیے نفع کی اور دھت کی تلخ کے ساتھ جو ہمارے سینوں میں گزرے انہوں نے ہمیں ہمارے رب کے اور قرب کر دیا اور ہمیں اپنے جس کا سفر ہے وہ یہ کہ ہمارے سگے ہیں ایک آنٹی آئیں جن کے سین میں ہے جتنے ان کی دین اور ناز کا

جنت کا پتہ نہیں تھا کہیں دین کے سترے پر لائے کہ بہت کم کی اور ان کے سینوں میں جتنے جو سامان دیا وہ دار و دیوار میں پھرے تھے ان کو اپنے ساتھ اسکول لے گئی۔ وہ بچے اب اسکول میں ہمارے پاس پڑھ رہے ہیں اور شام کو ان کو بلا کر قرآن پاک پڑھاتی ہوں اور ناز کشانی ہوں اور اللہ تعالیٰ کا فضل اللہ ہمارے ساتھ ہیں جنہوں نے ہمیں اس ایک کام کے لیے فتح کیا اور ہم جتنا شکر ادا کریں گے ہم نے اللہ اکبر ہمارے ساتھ نہیں تو کچھ بھی نہیں دیکھا ہے دوستوں کی ضرورت نہیں۔

ہم گناہ میں ڈوبی بندی ہیں اب اس بڑی رقت سے بچنے کے لیے کچھ سوچو یہی امید نہیں جو پوری ہونے کی خاطر رہیں کر ضروری تو نہیں ہاں کہ ہم جو چاہیں سوچیں ویسا ہی ہر اس سال میں ہمیں کامیابیوں سے زیادہ ناکامیوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا ہماری زندگی میں کچھ ایسے لوگ تھے جن سے بظاہر بہت برا رشتہ تھا مگر ایک وقت ایسا بن گیا کہ ہم جنت اور دھت سے ساکت ہو گئے کرکیاں بھی وہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے ہمیشگی نہیں دے دی تھی مگر وہیں آنا پنا آپ اور اپنی خوشیاں دین پر ہمارے سب سے کیا کیا آپ؟ ایک لا حاصل انتظار دین آج ہمیں اور بخیر دل اور جب یہ خود پر جیتا تو اپنی ذات کے لیے بایہ ہونے کا دھوکہ اندر تک پہنچی کر گیا۔ کالی اور اپنی ذات کے چھٹی ہونے کا درد رگ میں سرائیت کر گیا کہیں خود اپنے حوصلے کا ظلم نہ تھا ان دنوں بھرت جنت جنت میں آئی وہ دوست جنہوں نے ان مشکل حالات میں ہمارا سامان دیا اور اس کا یہ جملہ (اللہ نے نہیں نہ کہیں آپ کے لیے کھینچوں) کے رد کو مل گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی قسمت میں کچھ ایسا لکھا ہو جو ان سے کچھ زیادہ بہتر ہوں اور آپ انھی لڑکی اگر ہمارے سین میں ہوتا تو ہم ہر جہد پار کر کے خوشیاں لٹا دیتے۔ شکریہ آپ کے فرزند پر دانی آخر یہ کئی لوگ سوچ رہے ہیں کہ وہ روپے اسٹے دروہے ہیں کہ اب رکھوں سے کئی الفت ہو گئی ہے اور انھوں کو شاید انکسوں سے ...

آج انہوں کے روپوں اور چروں سے بچنے قابل ہے بہت سی چیزیں یاد آتی ہیں یہ سب سے بڑی تبدیلی جو آپ کے دل سے ہوئی ہے اور قرب ہونا ہے جو ہمیں فریڈ کو کھنڈ اور سوائے چند کلموں دوستوں کے اور جہاں اپنی امان میں بیٹھا بیٹھا دل میں زندگی میں ضمیر ڈھکی ڈھکی ہے۔ پہلے والی شرمناک بہت کم ہو گئی ہیں میں یوں زیادہ خوب دیکھ کر بہت سے لوگ حیران ہو جاتے ہیں اور اپنی جنس کی عادت زنجیر کا کب سے پر افتادہ کرنا ہے کہ اسے کچھ بھی کی شہر نہیں کرتے جو حرمی ہو جائے جینا ہے کہ اس اپنے آپ میں اہل مازادہ ہمارا رب اور اس کے بعد آئینہ سے ہمیں اندر دیکھ کر سب کچھ کہہ دیتے ہیں۔

ہم اس آئے والے سال میں اپنے گاؤں کے لوگوں کے لیے کچھ کرنے کا ارادہ ہے ہم جنہیں میں جس گاؤں میں رہتے ہیں وہاں کوئی بھی ملکی ادارہ نہیں ہے سوائے ایک گورنمنٹ اسکول میں وہ بھی صرف پانچویں تک ہے کہ زندگی کتنی ہی بچوں کے لیے کوئی اور سکول ہے کہ وہاں جا کر کتبہ ملکی ادارہ بنانا ہے اور دیگر ملکی سیکولر ہونے سے ہو سکے ہمارے لیے دیکھ کر کاندھ نہیں کامیاب کرے آئیں۔

ہم اس آئے والے سال کے حوالے سے بہت سے خواب ہیں سب سے بڑا خواب والدین کے ساتھ عمر گھر کرنے کا ہے اور اسے پیارے ایک پاکستان اور اس میں رہنے والے چارے لوگوں کے لیے کچھ کر سکوں اور اس میں کمال سال میں جو انکس ہونے والے ہیں اس میں ہمارا رب ہمیں ایسا لکھ دے گا کہ جو غربت کو ہم کی فریاد سے اور اس ملک میں ہونے والے بھان سے بچائے اور اس ملک کو ترقی کی طرف گامزن کرے اور دھت گردی اور کرپشن سے پاک کر دے گا۔

سچیرا اسوائی..... بھیر کٹڈ
 چہ اللہ اللہ ذمہ دار ہیں میری طرف سے آپ سب کا رینج کو سنا مبارک ہو۔ کیا کہوں مجھ ہی نہیں آ رہا نہیں آتے ہیں تاکہ یہ سال کی اختتام پذیر ہو گیا 2017ء کے حوالے سے میں میں ضرور ناکام رہے پچھلے سال بھی تھیں پر بد قسمتی سے کالوں میں اس سال نے مجھے بہت اذیتیں دی ہیں میرے خواب چٹا پڑا ہو گئے۔ سب خواب ریزہ ریزہ ہو گئے لوگوں کے بدلے روئے دے گا سے بے وفا کی کا سفر یہ سب کو دیکھنے سے بہت مشکل ہے جس بہت اذیتیں کیا اس سال نے۔

بہزاد کا کامیابی جس پر کوئی چھوٹی کامیابی حاصل نہیں ہوئی بڑی خاک ہو گئی بہت شکوے ہیں 2017ء سے پڑھ کر زبردستی ہے۔

دینے تو چھوڑے مرنے تک کام پائے تو ہمارے رشتہ رقی ہوں (لیکن دوسرا کوئی کچھ پائے تو) ایک تک کا کام بڑی اور افتادہ نہیں کرتی ہوں وہ ہم اعتبار و اعتبار کا رشتہ میں اس سال بڑے غلوں سے ہر چاہنے والے کو سنا تھا پر کوئی نہ دکر کا۔ مجھے اس بات پر بہت غمساں ہوا ہے جب ہم فیروں کی بھیر میں کی

اپنے کے دو کور کلاش کرتی ہوں اس کے علاوہ جب میں نماز پڑھنے کے لیے پانچ وقت کی پڑھتی ہوں تو آخر سے سر بلند ہو جاتا ہے۔

مذہبی رقی تارین اچھے انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ زندگی کتنی کم ہے اس سال ہونے کے چھوٹے کی طرح کر کر کرشم ہو گیا کیا کیا ہم نے خدا کا رشتہ نہ دیکھ سکے نہ اس کے بندوں کو۔ پہلے میں ہر سال دوستوں کو کارڈ بھیج کر دیتی تھی آج کرتی ہے پڑھ کر میں کی کئی اور اس سے ذرا بھی خوشی نہیں ہے سنے سال کی دعا کریں کہ 2018ء خوشیوں کی فوری لے آئے آئیں۔

آج ایک بات کی امید نہیں زیادہ کی ہے یہ کہ زندگی کے کامیابی دی ابھی تھوڑی بہت امید کی کرن روش ہے شاید کہ پوری ہو جائے ان شاء اللہ آپ سے ضرور تیز کر دیں (دعا کرتی ہے) اسے ہی ناکامی نہیں۔

چہ اپنی فطرت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا پر میری کوشش کر رہی ہے وہ دوسری ذات میں اکثر نہیں چھوڑ دیا ہے اور بری عادت مذاق میں بھی جھوٹ بولتی کی جس پر سب یقین کرتے تھے اور جب سچ بولوں بھی فغان ہی سمجھتے اب اس عادت کو ترک کر دیا ہے۔

آج کوئی منصوبہ نہیں کرتی دل ہی نہیں جانتا۔

چہ میرا خواب نہیں کسی کا کہ کر دینا سب سے پہلے تو دل کی بہت کچھ کی گئی ہو جہاں ہمارا دل گم ہو جہاں رشتوں میں ملاوٹ نہ ہو گلاب کی خوشبو کی طرح خاص خوشبو دار ہوتے ہوں ان کے ہائے۔

دیاب کنول انصاری..... حیدر آباد
 چہ مجھ کی طور پر میرے لیے کامیابیوں کا سال رہا اس سال میں میں اور جی سامان تو نہیں بھل گیا خدا کامیابی سے بھرا ہوئی۔

چہ اس سال میری کتاب "حق میری روح کا حوالہ ہے" کی تکمیل ہوئی جیسے نزدیک میری سب سے بڑی کامیابی ہے۔

چہ اس سول کے جواب ہے مجھے سوچ میں ڈال دیا اپنے اچھے اور نیک کام کا جواب نہیں ملا بھل غالب صرف اتنا ہی کہنا چاہوں گی۔

صاف ہوں اپنے قول پر غالب خدا گوارہ

کہا ہوں جج کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے
 چہ ہر دن کی طرح رہتے سال پر بھی خود کا احتسابی
 جائزہ ضرور لیتی ہوں کہ اس سال مجھ سے کیا غلطیاں
 ہوئیں کہ کاموں میں میں نے جذبات سے کام کیا کہ کون
 سی چیزیں اصراری رہیں اور ہرگز نہ اور سال میں مجھ
 میں کیا مثبت و منفی تبدیلیاں آئیں۔
 میں پہلے ہی عرض کر چکی ہوں کہ یہ سال میرے
 لیے کامیابیوں سے مزین رہا ہوا اس سال خود سے ہانگی
 کی تمام امیدیں ہیں تو قہات اللہ کے فضل سے پوری ہوئیں۔
 وہ اس سال خود میں ایک تبدیلی پیدا کر دے گا کہ وہ ساری
 غیر ضروری باتوں کو سرسوز کرے گا اور اس پر محض سوچنے
 رہتا چھوڑ دے گا جو ہو گیا سو ہو گیا سوچ سوچ کر پریشان
 ہونے سے کیا حاصل؟ اسے ایک مثبت تبدیلی اور ایک
 نئی عادت سے چمکا کر ادا کرانے کہتے ہیں۔
 چہ آئے والے سال میں عادت سے تعلیمی حوالے
 سے خود کو نوازے گا اور ادا ہے۔
 چہ آئے والے سال میں اپنی ذات کے خوالے سے تو
 کوئی خواب نہیں تاہم اپنے ملک کے خوالے سے یہ خواب
 ہے کہ 2018ء کے اگلے میں کوئی ایسی جماعت کامیاب
 ہو جو ہر قسم کی کرپشن سے پاک ملک کو دم خدمت کرے
 اس کی تلاش و پیہود کے لیے کام کرے تاکہ ہمارا ملک
 پاکستان خوشحالی کی طرف گامزن ہو آئیں
 شازبہ ہاشم عرف فعال ہاشمی

اگر تیرے دل اغلاں ٹھمک لاس کا شادہ روز لڑتے تھا اور میں نے
 خزانہ کو رہا تھا تھا تھا آف دی سنٹ نبہڑ کے لحاظ سے
 جو اسکل تھا وہ تھا۔
 چہ تجھ نے کتنے ہی کام ہیں جن کو کر کے دل کو اچھائی
 ی مسرت محسوس ہوئی ہے غم نہوت کو کر کے مجھ
 عجیب کی فرحت حاصل ہوئی اور مجھے ہادیں اپنے ماموں
 کے پاس کی ہیں جن میں نے ایک تانیا بھیا کو دیکھا جس کی
 کوئی کن تھیں اور تھا مجھ میں اس کے پاس بھیجی اس کے
 لیے کھانا منگوا۔ اس کے سر میں درد ہو رہا تھا مجھ میں کافی
 دیکھ کر سو رہی رہی اس نے مجھے بہت دعا دی کہ میں جب
 وہ سوئی تو اس کو سکون کی کیفیت میں دیکھ کر دل ایسا فرماں
 ہوا کہ بتائیں کتنی دیکھنے کی گلی طور پر میں یہ حد نہ دل
 کی ناگہم ہوں۔
 چہ نئے سال کی آمد پر احساسات اشک آمیز اور غم سے
 لبریز ہوتے ہیں کہ زندگی کا ایک سال کم ہو گیا اور کس قدر خالی
 ہے۔ یاد آ رہی ہے زندگی میں بے گن اللہ سے دعا ہے
 کہ اس سال کو سب کے لیے سرفروں اور خوشیوں کا گہوارہ
 بنائے آئیں۔
 چہ الحمد للہ اب امیدیں ہی پوری ہوئیں سوائے ایک
 کے امیدیں کہ وہی ہزار کا پیش لے کہ بہت ساری کتابیں
 خریدیں کہ جس اسی میں کا کی کا سامنا ہوا۔
 چہ مثبت تبدیلی تو یہی ہے جس میں نہ دل ہوں غصہ
 بھی بہت تا یہ مگر گل کا جذبہ پیدا ہو گیا صرف ایک
 حاشے کی وجہ سے اور نہ ہی عادت میری جائے پینے کی
 ہے وہ الحمد للہ تنگ سے کپ ہوا آئی ہے۔
 چہ آئندہ ممال کے خوالے سے میں کوئی منصوبہ بندی
 نہیں کرتی کہ میں ذات الگیا پر توکل کرتے ہوں ہر کام
 کرتی ہوں مگر چاکر کسی بڑے در سے میں دورہ تعمیر
 کر کے کس کی ان شاء اللہ۔
 چہ میں خواب بننے والی لڑکی نہیں کیونکہ خواب آکھ
 کھلتے ہی ٹوٹ جایا کرتا ہے۔ حقیقت پسند ہوں اور خود خوابوں
 سے دور رہتی ہوں دعا کرتی ہوں یا اللہ میں طرح طرح سے
 پچھلے سال مجھ سے اپنے دین کا کام کیا آئندہ سال بھی
 ایسی ہی لینا اور تمام حیات میں کسی بھی میرا خواب مجھ لینا۔
 ماہم نور انصاری..... حیدر آباد

چہ وقت گزر جانے کے لیے ہی ہوتا ہے سو گزر جاتا
 ہے کبھی چھوٹ پر سکر اہٹ کھیر کر تو میں دلوں کو دودھ سے
 کر بھی پوچھوں کہ اندھیرے میں چمکیل رہتا ہے تو میں
 نئی امیدوں کے چراغ جلا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ چتا جلتا ہے
 چتا جلا میں کچھ "دے" کر ضرور جاتا ہے اب یہ ہم پر
 محض ہے کہ ہم اس "دے" سے خود کو کہاں پہنچاتے ہیں
 آقا کی بلندی پر پہنچتی ہیں حالات کے پیش نظر اپنے عمل
 کو اپنے لیے کیا جاتا ہے۔ باپ کی تائیدی میں ذوق پر
 اذیت ناک و تاہم یا نئی سوچ و امید نے خوشحالی
 کا سبب۔ خبرات مضمون کی شکل اختیار کر کے اور کیفیت
 بہت دور تک لکھ جائے گی اسی لیے اب فوراً سال نو کی
 مبارک باد تو لیں کریں۔ مجھ کی طور پر یہ سال میرے لیے
 "سال مسرت" بن کر رہا تھا۔
 چہ اسی سال آگے کے پہلے فارم سے خود کو نوازے گا
 موقع ملا آج کل کی حوصلہ افزائی دیکھی رابطے سب سے بڑی
 کامیابی ٹھہرے۔
 چہ ہمارے دامن زندگی میں چند ہی تو نیکیاں ہیں وہ
 بھی مہیاں کر دی جائیں تو خالی دن رات وہ جائیں گے۔ چھوٹی
 چھوٹی نیکیوں پر پردہ ہی رہنے دی تو اچھا ہے۔ ہاں جہاں
 تک سوال ہے تو وہ دوسرے تائیں تو بہتر ہو۔ میں خود کیا
 بتاؤں ان بارے میں دیکھنے غلاب دوا ہوا کہ چند ایک
 اچھے کام کر کے کی خواہش ہے ایسے کام جس سے "بعد
 کرنے کے کھد میں اچالا ہو۔"
 چہ شہر مت میں بسنے والے ہم نے سال کے آغاز پر
 کچھ اس طرح کے احساسات جذبات لازم رکھتے ہیں۔
 اب کے برس کچھ ایسی تبدیلیاں کرتے ہیں
 مل کے ایک شہر محبت تعمیر کرتے ہیں
 کچھ خواب یقین کی سرحد پر آ پہنچے
 آکھ کھلتے سے پہلے ان کی سرحد کرتے ہیں
 باپسی و افسردگی اور اس سے ملے جلے تاثرات سے
 نا آشنا ہوں نئے سال کو خوش آمدید کہی ہوں تاکہ سال
 گزرنے پر افسردہ نہ ہوں۔
 چہ گزرنے والے سال میں کچھ لوگوں سے امیدیں وابستہ
 تھیں مگر ان میں تباہی.....
 مٹی کے انسان مٹی کر دیتے ہیں تو

مٹی کے لوگوں سے امیدیں نہ لگا
 اس سال امیدیں کی کوئی عمر زندگی کا بہتر سبق
 بڑھا کہیں اسی کے امیدوں کے ٹوٹنے پر خود کو کام نہیں
 بلکہ سہاگہاں کی۔
 چہ اس سال گزری غلطیوں سے اگلی کے اسباق کی
 مثبت تبدیلیاں لائے۔ مثبت تبدیلیاں ہی اس سال
 خوشیوں اور کامیابیوں کو لائیں اپنی ذات میں ہونے والی
 تین تبدیلیوں کا ذکر کر رہی ہوں خصوصاً بہنوں کے لیے۔
 پہلی۔ دل و دماغ کے خلاف ہونے والی چیزیں پر غصہ
 کرنے کے بجائے درگزر سے کام لینا۔ دوسری۔ چھوٹی
 چھوٹی باتوں کو گھنٹش میں سر پر سوار کرنے کے بجائے
 امید رہتا ہے سوچ کر کے وہاں بھی جو اللہ کو ہمارے لیے
 درست لگے گا۔ تیسری تبدیلی جو حقیقتاً بڑی مثبت تبدیلی آئی
 مجھ میں یہ کہ فیصلے کو کچھ کر کے جائیں ہاشی میں جلدی
 میں کیے فیصلے چھڑا دے گا باعث میں جاتے ہیں اس سال
 کتابوں سے زیادہ انسانی چیزوں اور زندگی سے سمجھنے کا
 موقع ملا۔
 چہ یہ جگہ ہے کہ اب تک گزرتے سال ای طرح تھے کبھی
 سال بھر کوئی منصوبہ بندی نہیں کی تھی اب.....
 نئی آگ داستان لکھیں گے ہم نے سوچ رکھا ہے
 ختم کر دیں گے سب ہی فیصلے آرام سے پہلے
 چہ نئی دشمن بننے غلاب اور چاچوں کے سطلے
 سال نو کے سنگ ہیں تیر کی گلاب ناقاتوں کے سطلے
 کبھی دن بھر تجھے سوچتا کبھی رات بھر سے جا کھانا
 تیر کی یاد ہے میں ہوں اور خود کی شاموں کے سطلے
 آئے والا چورا سال میں طرح گزرتے گا جرمیں
 (امید اچھی ہے) البتہ آغاز جنوری 2018ء کو جان مزین
 ماریہ بی بی اس سالہ اور فروری کے آغاز میں میری بیمن کی
 شادی قرار ہے۔ پورے سال کے خوالے سے بہت سے
 خواب آکھوں میں ہے ہیں مگر ایک خواب ابھی آگے کی
 مسطور پر ہی یاد رکھنا چاہتی ہوں اور وہ ہے ماریہ بیج کو
 بڑھاپا مل جائے گا۔
 اب کیا کیا کرتے ہیں اور ہے
 تو یار میں خود کی کا آغاز ہوا تو میری طرف سے
 ساگرہ کی مبارک باد پڑ ڈال لجال جھیں ایمان و

عزت والی دلی حیاتی نصیب کرے۔ نظر سے ہجائے اور جنہیں ہمیشہ خوش رکھے آباد رکھے آئین۔ بس میرے پاس تمہارے لیے وہ عین ہی ہیں اور کچھ دینے کی حیثیت ان کی۔

✽ کوئی دن وہ ہفتہ بونہید باسالی کسی بھی کسی کے لیے بھی پوری خوشیاں پورے غم کے کرکشیں آتا۔ ہمیشہ سے انسان کی وہی افسردہی پر خوشیوں پر راز مگر کرتا ہے بہترین انسان وہ ہے جو ان آدمی افسردہی خوشیوں کو مکمل جان لیں اور مکمل طور پر خوش رہیں۔ میرے ساتھ کسی کی معاملہ ہے ہمیں بھی افسردہی خوشیوں پر گزارہ کرتا رہتا ہے۔ ہاں مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کچھ کام کچھ خوشیوں جو ان کاموں سے وابستہ ہوتی ہیں ان کے شروع میں مجھے یقین ہوتا ہے کہ اگر یہ ہوگی تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوگی مگر ہوتا ہی کے برعکس ہے جب وہی خوشی وہی کام مکمل ہوتا تو دل میں خوشی کی جگہ ایک سرد جامہ سناٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ مسئلہ اس قدر پیدا ہوتا ہے جب آپ سے وابستہ رہتے ہیں اس خوشی میں خوش ہوتے آگے بڑھتے ہیں تو آپ کو ان کی خاطر چہرے پر مسکراہٹ سمائی پڑتی ہے اس سے بڑا کوئی غراب نہیں۔

✽ کوئی بڑی خوشی مگر چھوٹی چھوٹی کامیابیاں ساتھ چلتی رہیں۔ چھوٹی چھوٹی کامیابیاں زندگی میں بڑا اہم رول ادا کرتی ہیں بعض خوشیوں کا یہاں ضروری نہیں ہوتی۔ ہر سال ان شاء اللہ اللہ ہاں ساری زندگی ڈگری مکمل ہو کر ہمارے ہاتھوں میں ہوگی یا پھر چڑھتے سال میں (بس دعا کرتے رہیے)۔

✽ ارے بس اس قابل کہاں کہ کوئی ایسا نیک کام کر سکیں جس پر فخر محسوس ہو؟ تو چھوٹی چھوٹی نیکوں میں ہی لپکان ہوئے جاتے ہیں۔ انکی تو محفل کتب ہیں انکی تو اپنا ہی سہنا تھا انکی شکل ہے اللہ کرے کہ وہ دن بھی آئے جب ہم بھی فخر کے قابل ہوں۔

✽ سنے سال کی آمد پر محفل خوشی کا ہلکا ہلکا احساس اندر دیکھیں دور تک اپنا احساس دلاتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ دہریے سے بچنے والے دلی سکون میں بیٹیں اندر دلی طور پر بھجور کر دکھ دیتا ہے۔ اس کام اور خوشی کے

رومان اپنا آپ ذہن ہال کی طرح گنگا سے شاید اسی لیے احساسات سرجامد فخر سے خوں بند ہوجاتے ہیں۔

✽ زیادہ بڑی امیدیں لگتی ہیں نہیں ہم سے نہیں ہوتے یہ بڑے بڑے کام مگر یہ ہے کہ بہت سی باتیں جو امیدوں کی صورت نہ تھیں وہ فکرسوز انداز میں پوری ہونے لگی ہیں امیدیں اب کسی بھی جہن میں منہ کی کھائی پڑی۔

✽ میں مدد پر حساس ہوں حالانکہ یہ حساسیت شرمندہ کرانے میں کوئی کرکشیں چھوڑتی آپ یہ ہے کہ میں اسے جذبات کا ہار نہیں ہونے دیتی میری خوشیاں میرے غم بھی اسے ہیں ان کی یہ دقت برداشت نہیں ہوتی۔

✽ اب جا کر کہیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کی خوشیاں آپ کے دکھ جتنی خوشیاں آپ کو کوشش کرکشیں خوشیاں اس انداز میں دوسروں پر اثر انداز نہیں ہوتے جیسے آپ خود محسوس کرتے ہیں اب میری مکمل کوشش ہوتی ہے کہ اپنے جذبات پر قابو رکھوں اگر میں اپنی حساس طبیعت پر قابو پاؤں تو بہت خوشیوں میں ہوں گی۔ یہ ایک بڑی عادت بھی ہے جسے بڑی دھمک ترک کرکشیں ہوں۔

✽ کوئی منصوبہ بندی نہیں وہ جو ذات پاک ہے ہاں دہی سب کچھ کرتی ہے۔ ہوتا دہی ہوتا ہے جو اللہ پاک چاہے پھر کسی کی منصوبہ بندی نہیں ہوگی۔

✽ آنے والے سال کے خوالے سے خواب میں سے ضرور نہیں ہے کہ خواب تو پچھلے کچھ سالوں سے جاتی آنکھوں کے خواب ثابت ہو رہے ہیں پھر بھی یہ جاتی آنکھوں کے خواب بھی بڑے بڑے ہیں نہیں اللہ کرے اس سال یہ خواب تعبیر کی منزل کو پائیں ویسے بھی میں تو ہر سوچنے والے کو کبھی ہوں اگر میری آنکھیں خواب نہیں دیکھیں گی تو پھر ان خوابوں کے ساتھ اپنی اور جب کی زیادتی ہوگی جو کم از کم مجھے یہ زیادتی منکدر دیکھنے کے لیے خود کا تانے کا کمر ہے ہیں ہم سے تو نہیں ہوگا یہ سنا ہے جن خوابوں کی تعبیر پائی ہو ان کا ذکر نہیں کرتے تو پھر ہم کیوں کریں۔ ان کی تعبیر تو اس قدر مزید ہے کہ مددیں اس لیے ان کو نہ دیں۔

دہشا، آفتاب خوشی، دھیر کوٹ
اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سال میرے

لیے کامیابیوں اور خوشیوں سے بھر پور سال تھا جہاں تک دعا دی دیکھوں اور غموں کی تو قدر تو بڑی کے ساتھ ساتھ ہیں بلکہ انکی سے زندگی ہے۔ غم ہے بعد ایک چھوٹی سے خوشی کی بہت بڑی نعمت معلوم ہوتے ہیں نہ ہوں تو خوشیاں انکی مفاسد کی طرح ہو جاتی ہوں جن سے دل جلد بھر جاتا ہے۔

✽ اس سال میں مجھے بہت کی کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں ایک تو یہ کہ مجھے اسلامک جمعیت طائعات کی طرف سے ایک نیک سوسائٹی کی بیکری بنایا گیا ہے پھر جب میرا میزک کارڈ آف آفیس کے میں مطابق بڑا کی رائج میں کھیلنے پر اور اپنے خاندان کی پہلی گولڈ میڈسٹ بننے پر جب پوری ٹیلی کی طرف سے مبارک باد وصول کی کامیابی کی فتح خوش سے شاد ہوئی اور کسی بہت کی کامیابیاں ہیں جن پر میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں۔

✽ جہاں ہم ہر گھم گناہ کرتے ہیں وہی دن تک کام بھی کافی ہے جہاں میں پرانی خوشی محسوس ہوتے ویسے بہت بہت جو ان کرنے کے بعد جب ہمیں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے دین کے دوائے کے طور پر چاہا ہے اور ہمیں یہ نیک کام نہ کرنا ہے تو اس پر بہت خوشی محسوس ہوئی اور اپنے بھروسے کی امیدوں پر پورا اتر کر جب انکس خوشی دینی ہوں تو یہ بھی میرے نزدیک نیک کام ہے۔

✽ سنے سال کی آمد پر کچھ نئی خوشیوں شکر کی ہوں لیکن پھر بھی دل میں نہیں ایک درد سا جاگ جاتا ہے کہ پورا ایک سال میرا بوجھ بیت کا بغیر بھی کچھ بھر بھی سوچ کر دل کوئی دینی ہوں کہ شادی نے والے سال میں اللہ تعالیٰ میرے دل کی حالت بدل کر مجھے صحیح طرح سے دین کے رستے پر چلائے بغیر یہ بات نہیں ہے کہ میں صرف پریشانی ہی ہوں میں اور میں خوشیاں مانا نہیں آئی کا شیخ بنو ائیر کو بھر پور طریقے سے اپنی دوستوں کے ساتھ انجمن کرکشی ہوں۔ اسٹیلی اپنی کیوٹ اینڈ سوٹ فرینڈز ماکے ساتھ میں میں میری جان ہے اور پھر وہ ستر میں بہت خوش کہ ہوتا ہے جب ہمارا جانی سب کو لڑا کے لیے اٹھتا ہیں اور سنے سال پر مبارک باد پڑتی ہیں ان کا کھلا چہرہ دیکھ کر واقعی میں گنگا ہے کہ نیا سال خوشیوں سے بھر پور ہے تب بہت ہی اچھا لگتا ہے۔

✽ اس سال میں مجھے بہت کی کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں اس حوالے سے کچھ خاص نہیں کہ سکتی دے ویسے کہناؤں میں جو گرد اور اچھا لگ جاتے اس کی خوشیوں اور اچھا نہیں کو میں اکثر اپنے اندر الیاف کرنے کی کوشش کرتی ہوں اور برائیاں سے تو مجھے کوئی آگاہ نہیں کرتا۔ فرینڈز سے کسکھ کر کوئی کہتی ہیں کہ تم میں کوئی بڑی عادت ہے یہ نہیں ہیں کسی ہوسکی ہی رہنا کوئی چنگک نہیں آتی چاہیے تو سرم کر کے اور نظر پر جھکا کر ان کی ایڈواؤز کو کوئی ہوں۔

✽ ویسے مجھے پورے چھ لاکھ ایکڑ دانی کے عادت نہیں جس سے زندگی بھر لے جائے خوشی سے بھلی جاتی ہوں پھر بھی انکس نیک لفظ میں لے جاتے وہ سناؤں گلو کر لیا خود کرنے کے لیے تو قہورزی بہت لاکھ کرنا پڑتی ہے جس پر یا کٹ اپن میں ہی ہوتی ہوں۔

✽ خواب تو میں بہت دیکھی ہوں یا ایک بات ہے کہ خوابوں میں میں نہیں ہوں کیونکہ اگر خواب ٹوٹ جائیں تو بہت درد ہوتا ہے اور دردوں کی وجہ سے دل زبرد ہماکتی ہوں ہائی داوے ایف انکس میں اچھے مارکر اس دور راز میں جانا اور اپنے کیوٹ سے بھیجے کی جلد آمد میرے سینے خوابوں میں میں شادی ہیں ویسے میرے لولی بڑی شادی انکی اکثر میں ہی ہوتی ہے اور اپنی خوب صورت سال میں اسے خوب صورت دانک اور میں لولی کیوٹ اور میں بھائی ملی ہیں جو پورے فکری کاموں کا تاراج نہیں خراب اللہ حافظ۔

✽ شوا بلوچ جی جھنگ صدر ✽ مختصر میں کوئی 2017ء کامیابیوں کی بدولت خوشیوں سے بھر پور سال رہا شکر ہے اللہ کا۔

✽ اس سال کی سب سے بڑی انجمن میری گورنمنٹ جاب ہے میں بہت زیادہ خوشی ہوں اور پراسیدی۔

❖ چونکہ فاضل الشوز مولوی کے زیرِ دو گن جائیداد کے خود
برادر اڈے سے زیادہ ان بچوں کے چہرے پر اطمینان اور خوشی
کے گہریر و خونِ برساتی۔
❖ دو دھیک کے ایک سال ضائع ہونے پر دکھا چنگی چنگی
لیکن ہر سال نئے سال کو گھر پر پڑنے سے دیکھ گیا۔
❖ چونکہ سببِ جناب.....
نہیں تھے نہ مہرِ مہر جس کو

۷۰ ایک سال کی عمر کوئی ایسا نہیں ہوتا جس کو ان میں سے کسی ایک نے نہیں دیکھا ہو۔

وہ جو اک میں تھا

یاسمین نشاط

ہجر کی تمازت سے وصل کے الاؤ تک
لڑکیوں کے چلنے میں دیر کتنی لگتی ہے
بات جیسی بے معنی بات اور کیا ہوگی
بات سے مکرانے میں دیر کتنی لگتی ہے



”کمرے دلو۔۔۔۔۔“ اس نے پونیرشی میں اپنے آس پاس رنگ برنگی پٹیلیاں دیکھیں تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا جاسمیں ہانپری نے دل خوش کر دیا تھا۔ پھر اس نے مڑ کر داخلی گیٹ کی جانب دیکھا اور پھر سامنے۔۔۔۔۔ نہیں وہ غلط جگہیں یا تھا یہ جاسمیں ہی کوئی بنا یا نہیں۔

”تو لا یا اس منہ بیا۔۔۔“ کسی نے اس کے کندھے پر بے تکلفی سے ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر مڑا وہیں لڑکے تھے۔ ”میں عبدالصغیر، سکندر اور نعمان۔“ لڑکے نے تعارف کر دیا۔ زبانیں نے معافی کے لیے ہاتھ بڑھایا تھے گرم چٹکی سے تھا سلیپ کیا تھا۔ ”مجھے ڈیڑ شاہ کہتے ہیں۔“

”وکیلیم ڈیان شاہ۔“ وہ تینوں بیک وقت بولے۔ ڈیان کو لگا اس کے جاسمیں دن بہت اچھے گزرنے والے ہیں۔ وہ تینوں بہت ہنس لڑکے تھے عبدالصغیر ایک دُور سے کابیٹا تھا بہاول پور سے آیا تھا۔ سکندر کا باپ کی سرکاری دفتر میں معمولی محرک تھا۔ بچے کو پڑھا کھا کر داخلی دفتر بنانا چاہتا تھا۔ جبکہ نعمان کی برکس میں کی اکوٹی ہوا تھا۔ وہ سب کتنا پی کیڑے تھے۔ اپنے ماں باپ کے خواہوں کی تعمیر حاصل کرنے آئے تھے اور نہایت تندی سے اپنے مقصد کے حصول کے لیے لکھ رہے تھے۔

انہیں یہیں سیٹ ہونے میں چند دن ہی لگے تھے۔ یوں ہی پونیرشی میں دل لگانے کی بہت سی چیزیں تھیں۔ دل کیوں نہ لگتا۔



یشا نے جیسے ہی اپنی کتاب اٹھائی ایک خوب صورت سا کارڈ پھیل کر اس کے قدموں میں آ کر۔ اس نے کارڈ اٹھا اور اس پر لکھی تحریر پڑھ کر حیران رہ گیا۔ بلا لڑوہی اس نے دائیں بائیں دیکھا یہ کارڈ اس کی بیشک میں کہاں سے آیا تھا؟ اس نے کارڈ پر نظریں جمایں جس کارڈ کے پورا ایک ٹھکانا سرخ رنگ کا دل بنا ہوا تھا اور ذرا بہت کر ایک دیوارہ غائب شیشے کا۔۔۔۔۔ بچے بڑے بڑے حلقہ میں ایک شعر درج تھا۔

ایک تیرا نام کہ ہر دم ہے خلیفہ مجھ کو
اک میری بات کہ برسوں میں سنی جاتی ہے
یشاں حیدر کی پیشانی عرق آ کر لڑوہی۔ اس نے جلدی سے کارڈ کے پڑے کیے لڑوہٹ میں سن سن کر ڈھلے دیئے۔ یہ حرکت کسی کے لئے تھی؟ وہ سوچنے لگا کیا کچ میں۔۔۔۔۔ یا پھر بیٹوں پڑھنے والی بیچوں میں سے کسی نے لیکن اتنی چوٹی بیچاں یہ حرکت کیسے کر سکتی تھیں؟ وہ ابھی اسرار کا کی طرف آ گیا۔ وہ اس وقت سخت پریشانی کی جان کے سر میں تھیں لگا رہی تھی۔ اسے مناسب نہیں لگا کہ اس کے سامنے یہ بات ہو جس کا اسے لیے خاموشی سے بیٹھ گیا۔ لیکن اسے اسے بیٹھ کر دیکھا تو اسے بھی فزکی۔

”اگر آؤ تمہارے بھی سر میں ہاش کر دوں کیا روکا دھا سر ہے تمہارا۔“

”نہیں ابی جان۔“ اس کی نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں ہاش میں جان میں کچھ مسئلہ ہے۔

”کیا ہوا پیسے چاہیں؟“ مینے کا بیٹھ تھا ذہن میں آیا شاید بیسوں کی ضرورت ہو اس نے نگلی شہر ملایا۔

”کمرے دلو ای۔۔۔۔۔ وہ جو وہ پیر میں نہیں کہہ رہی تھی فز ڈھل کے لیے ایک سوٹ دلا دیں تو فز کی بہت سے منج کر دیا۔“ ردا کا کچھ وہ جو کر آیا۔ لیجے فز دیں۔

”جب وسائل محدود ہوں تو پتا سب سے پہلے ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔“

”کیا مطلب میرا سوٹ ضروری نہیں ہے کیا؟“ وہ دھا ہوئی۔

”ضروری ہے۔“ انہوں نے گردن جھکا کر بیٹھ کر دیکھا جو بہت بھدرا لگی اور بے جا ضد نہیں کر لی تھی۔

”لیکن بیٹا ایک بالکل نیا سوٹ جو تم نے ابھی ایک دفعہ ہی پہنا ہے کام سکتا ہے۔“

”وہ سوٹ دوسروں نے دیکھا ہے۔ ہاں۔“ اس کے کانوں میں زانیہ سہیلیوں کی باتیں گونجنے لگی تھیں۔ جو روز بیٹہ کر ڈکس کر کیا کرتی تھی کسی نے کسی ڈیزائن کا سوٹ ملے دیا ہے اور وہ خاموشی سے بیٹھیں ان کی باتیں سننے

ہائے بن رہی تھی جب جھپٹا۔

”کے نصیب۔ آپ کہیں سے آگئیں آج؟“
اسے دیکھ کر خوش ہوئی اور اس کی حالت پر پریشان کیا
ہوا۔ ”دوب کچھ نہ ہوئی تو مجھ سے ٹکرم نہ رہے۔“
”نہیں کچھ نہیں۔“ اس نے خود کو سنبھالا۔
”مجھے علم نہیں تھا کہ زبان شاہ اندر بیٹھے ہوئے ہیں کسی
کے ساتھ۔“

”کوہ۔۔۔ وہ جھپٹ۔۔۔ بھائی رات ہی آئے تھے۔
زبان کو کہیں ڈانٹا؟“ وہ سر سے پھٹیں۔ وہ دیر کا تھا
پکڑے ساندہ کئی سیر ابھی تک بکس بیٹھ گئی۔

”چلو جانے۔۔۔ جنمو میں نے سبز چائے
تہہ ہارے لیے لے کر رکھی ہیں۔“ اسے بٹھا کر فوجیہ باہر
نکل تو وہ بھی بیٹھنے کا ارادہ نہ کرتے اس کے پیچھے لے
اور ابھی وہ لان کے بچوں کو بھی کچھ کھانے پھر اس
کے سر پر آن کر اٹھا۔

”کہاں رہتی ہو ہر وقت؟“ کسی چیز کا حیران نہیں
جہاں دل کیا مھر کسی نے کسی نے بھی نہیں بتایا تھا کہ کاندہ
ایک غیر محروم بیٹھا ہے۔ سہان ہے تپنیں کیا بڑھ گوری
ہو۔۔۔ وہ کچھ زیادہ ہی تپا ہوا تھا۔ اصل غصہ تو عرفی تھا جو
سکند نے کسی کی اس کا حال معلوم کیا تھا۔

”انتہی خوب صورت لڑکی کون ہے یار۔۔۔“ وہ تومر
پہٹ تھا اس گھر کے سولوں سے آٹا شاہان زور زور زور
کا پردہ اٹا کے کیا پتہ یہاں سے کیا بلکہ سوچنا ہی صوب
تھا۔۔۔ خیر وہ جوان صوب صوب کیوں لگی اندر۔۔۔ جبکہ
وہ جاتی تھی ڈانگ روم صرف اسی صورت میں کھٹا تھا
جو کبھی باہر کا مہمان نہ آیا ہو۔ پھر منہ اٹھانے کیوں چلی
آئی۔۔۔ وہ گرجن برکت برکت تھا۔ جبکہ سیر سیر جھپٹ
بس نہ رہی تھی اپنی منمائی میں ایک لفظ نہیں بول رہی تھی
”بیٹل جیلر نے جو بے عزتی کی تھی اس کے بعد اسے کوئی
بے عزتی محسوس ہی نہ ہوئی تھی۔“

”کیا بات ہے بیٹل جیلر نے؟“ ”فضیلت
باہر آئی نہیں مگر شاہ اور بڑے شاہ صاحب دیلوں گاؤں
فون کی صفائی سسل راج رہی تھی۔۔۔ ملازم نے دوبار
کرے میں جھانک لیکن وہ جہاں کی توں لوندی لکھی تھی
ملازم کی ہمت ہی نہیں ہوئی کہ اسے آواز دے۔ وہاں اس

بلٹ گئی۔۔۔ اور پھر خونی ریسور اٹھایا۔۔۔ دوسری جانب
سکند قہار وہ دیکھ پکائی گئی۔

”دو صاحب۔ میڈم کی تو ابھی تک سو رہی ہیں۔“
سکند کے پچھنے پر اس نے بتایا جہاں اس نے اپنے فوراً
جگائے کا حکم دے دیا لیکن پھر دین کی ایسی جہاں نہیں تھی کہ
میڈم ہی کو سوتے سے جگانے کی کساتی کرے۔ اس
لیے خاصا سے جا کر نے لڑکھیں لیکن وہ جانی تھی
اب کہ سکند صاحب خوش شریف لگے تھے اس کے لڑکیاں ہی
ہو تھا۔ بچہ کھٹے بعد ہی سکند کی گاڑی کا ہلن خان
اسٹاپ بنا کر تھا۔ پھر کاندہ نے گیت کو اور وہ دل سپاڑے
گاڑی اندر لایا کسی بھی طرف دیکھو۔ بچہ گاڑی کا دروازہ
زور سے بند کرنا تھا چلا آیا۔ سب نے اسے کان بند کر لیے
تھے۔ لیکن سکند نے اب جو کئی فرما کر اٹھا وہ ان سب
کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ سپر دھام گیت جیپ کے کمرے
میں کھانا کھا رہے تھے۔ کھانا لیا۔ وہ بڑا کرشمی اور
سانے سکند کو دیکھ کر ایک دم سے اس کے جی میں آئی کہ
سکند کے منہ پر ٹھوک دے اس کی شکل پر نظر پڑے ہی

اسے بڑھاپا بلینٹ بھیک بھیک تھا۔
”تم نے کیا تماشہ کر رکھا ہے ام؟“ وہ دھارازا۔ ”روز
تہہ ہار دی وجہ سے شوٹنگ کینسل ہو رہی ہے وہ رضوی
میری جان کا کیا ہے لاکھوں روپے ڈوب رہے ہیں
اس کے روزانہ۔“

”ہاں ایک کس رضوی کا کچھ نہ لے۔“ اس نے سانس
نہیں پر گھر کے کمرے میں اس سے ٹکرت نکلا ہوا ہونوں
میں دیا اور لائے سے جہاں لے گئے۔ تم بھر گھر کے سامنے
ڈالنے سے پہلے اور بعد میں بھی کہتے ہو۔ لیکن سکند
پریشان۔۔۔ عجیب کسی گدھ کی خراب کھیں بیٹا۔ یہ
دیکھو۔۔۔ کس تہہ ہار سے گئے ہاتھ جوڑی ہوں مجھے جانے
وہ۔۔۔ کسی کو نہیں دھکا دے۔۔۔ زہر دے۔۔۔
لیکن اب کس کرو۔۔۔ اس جیپ میں اب کچھ نہیں بچا۔۔۔ رحم
کو کچھ نہ پڑا تھا جوڑے کے کٹے۔

سکند ریاض اس کے پاؤں پیٹ گیا۔۔۔ اور اس کے

جسے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔۔۔ جیترا بد لے
میں تو وہ ہر تھا۔

”کچھو جان سکند۔۔۔“ اس کا لہجہ اور آہ کھیں
خود ہوئیں۔
”تم جاتی ہو جاتی میں تم سے عشق کرتا ہوں۔“ (ن) گ
لگا ایسے عاشق اور عشق کی اس نے نفرت سے سوچا۔
”کوہ جب تم مجھ سے ٹکرتے ہوئے۔۔۔ درد جانے کی
ہات کرتی ہو تو میرا دم نکلے گا۔۔۔“ (تو کھٹے ہاں۔۔۔
کہاں ان کا حال ہے کہ بھگت مارا)

”کچھو میری جان۔۔۔“ اس نے پھر بیزاری دلا۔ ”میں
اور تم جہاں سے سفر پر ہیں وہاں سے پلٹ جانے کا ارادہ
نہیں ہے کیا کرو گی تم وہاں جا کر۔۔۔ ایک باج کر دیکھ
جکی ہو کسی نے نہیں قبول کیا؟ کیا بڑا تو کتنا نہیں ہے ہاں
تہہ ہار دیوہ کیا تھا میں نہیں اپنی مرضی کی زندگی گزارنا
نہیں ہے۔“

”کناوی ہے۔“ وہ جیپ۔ ”تم نے مجھ اس کے ہاتھوں
سے چھڑا۔۔۔ کناوی ہے اپنی مرضی کی گناہوں بھری
زندگی گزارنا۔۔۔ گناہ ہی ہے میں باپ کی محبت پر پلشت
بھینٹا کرتا تھا۔۔۔ جہاں جی میں خود مرضی ہو کر گئے
واپس زندگیاں چلوہر یاد کرتی زندگیاں بڑا دی ہیں
میں نے۔۔۔ صرف اور صرف تہہ ہار ہات ہاں کہ میں
نے سوچا ہی نہیں کہ ایک صرف زبان شاہ کو بویٹ دینے
کے لیے میں خود کو کس گڑھے میں کر رہی ہوں۔۔۔ اور
تم۔۔۔ تم نے مجھ سے کس بات کا بدلہ لیا۔۔۔ کیوں نہ کہ
میری زندگی۔۔۔ نفرت ہے مجھے تم سے۔۔۔ سکند ریاض
میرے کس میں ہوتی۔۔۔ تم نہیں مجھے باج کر دینے میں اس گھر
سے باہر نکالنا چاہتی ہوں۔۔۔ وہ پھر بڑا بلی ہوئی۔
”یہ باج نہ کھٹا مکمل کرواؤں میں خود نہیں تہہ ہار کے گھر
چھوڑ دوں گا۔“ سکند ریاض نے بے سوج نظروں سے اسے
دیکھتے ہوئے وعدہ کیا۔

”بچ کر رہے ہو تم ان کو کون لو گے نا؟“ اس کی
نئی آہ کھیں جس جوت بھی تھی۔ سکند ریاض کا بھلاوا

دل آویز تھا۔

”ہاں..... چلو اب فائنل تیار ہو جاؤ! میں باہر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“ سکندر ریاض کی اس کاسر ٹھپک کا باہر نکلا تو اس کے چہرے پر فائنل کا مسکراہٹ تھی۔ کوئی اس کی بات سے انکار کر دے اس کی ساحتاً گھٹوں سے بچ لکھے یہ تو کہیں لکھا ہی نہ تھا اور میں منٹ بعد ہی ٹھہری سٹری ام حبیبہ سکندر ریاض کی گاڑی میں بیٹھ کر شو جنک پر جا رہی تھی۔



کوئی دشت سی دشت تھی جو مجھ کے وجود کو چسپی تھی۔ میرب کی آنکھیں میرب کی خاموشی اور وہ جملہ ”دل ہی نہیں ہے.....“ اور اس کے کہنے کا اعجاز کو بھی نظر انداز کرنے والا نہیں تھا اس کی طوفان کی آواز دہک رہی تھی اور پھر زبان نے جو کچھ فضیلت چچی سے کہا وہ بھی..... تو کیا ایسی کوئی بات ہے جو زبان بھائی کو معلوم تھی اور وہ میرب پر اسی لیے غصہ بھی کر رہے تھے اسے یاد رہا تھا کہ کالی عرصہ سے زبان نے میرب کو کوئی کٹھ بیچا تھا اور نہ ہی کوئی لفظ پیغام اور میرب نے تو خیر بھی کچھ کہا ہی نہ تھا اس کی محبت بھی زبان شاہ کے دیے گئے تحائف کی طرح دواؤں میں بند تھی اس نے بھی نہیں دیکھا تھا کہ میرب نے وہ چیزیں بھی پھینک رکھی ہیں استہمال کرنا تو دور کی بات اور ان دونوں کے بیچ شاید سب کچھ تھا لیکن اس کا نام محبت نہیں ہو سکتا تھا..... اور برہان..... اس کی سوچ کا دھارہ برہان کی طرف مڑ گیا تھا نصف تو وہ بھی دیتا تھا جنہیں وہ پہنچتی تھی استہمال کرتی تھی اور خوش بھی ہوتی تھی لیکن یہ خوشی میرب کے چہرے پر نہیں تھی میرب کیا کرنے جا رہی تھی؟ اس کے ذہن میں آ رہا تھا لیکن وہ سوچتا نہیں چاہتی تھی اسے کچھ نہیں سوچنا تھا اس اللہ سے دعا کہ کبھی ایسا کچھ نہ ہو کہ ہستے ہستے گھروں اور رشتوں میں دراڑ آجائے..... اس کا وہاں وہاں اس انہونی سے کانپ رہا اور لرز رہا تھا۔

فضیلت الگ پریشان تھیں..... میرب کا رویہ ناقابل فہم تھا تو زبان کا غصہ بھی کچھ سے بالاتر لیکن انہوں نے

ایک عقل مند کی بہن اور شوہر کے ممتے ہی انہوں نے سب کچھ گوش گزار کر دیا تھا۔ اپنا وہم شک میں بن کر پردہ نہیں ڈالا اور انہوں نے بھی تدبیر سے کام لیتے ہوئے خاموشی سے پہلے حالات کا جائزہ لیا اور پھر میرب کے رزلٹ آنے پر شادی طے کر دی۔ فضیلت نے بہت ڈرتے ڈرتے یہ خبر میرب کو سنائی تھی وہ اس کی طرف سے شدید رد عمل کی توقع کر رہی تھیں لیکن اس نے خالی آنکھوں اور سپاٹ چہرے کے ساتھ یہ خبر سن لی..... جیسے انہوں نے اسے محلے کی کسی لڑکی کی شادی کی خبر سنائی ہو ایک عجیب طرح کی خاموشی نے سارے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ زبان گھر آیا تو اسے بھی یہ خبر وہ دیکھ گئی تھی وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن والدین کی عزت ڈرے گئی وہ دن کا احترام کرتا تھا سہول جواب کی جرأت نہیں تھی..... وہ کچھ دن رہا لیکن میرب اسے دکھائی نہیں دی..... وہ ذہن میں الجھنیں لیے وہاں لوٹ گیا۔ یونیورسٹی کی اپنی مصروفیات تھیں وہاں یہ مسئلہ اتنا محسوس نہیں ہوتا تھا لیکن جب بھی اکیلا ہوتا تصور کے پردے پر دوئی آنکھیں ابھرتیں۔ سپاٹ صبح جیسی آنکھیں جن میں نہ کوئی جذبہ تھا نہ خوشی کی رشت سکندر اپنا معرکہ آرا ناول لکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور ایک معروف جریدے نے اسے اچھوں اچھے لیا تھا۔ وہ بہت خوش تھا پڑھائی کے علاوہ سارا وقت وہ کاغذ قلم تھا جسے کسی الگ تھلک جگہ پر بیٹھا نظر آتا..... ناول نے اسے بڑی کر دیا تھا..... ایک دن انہوں نے بتایا کہ وہ بیٹھ کر تعریفی خطوط کے جہازات دیتا رہتا ہے۔

”ہاں.....“ زبان اور عبدالمعیز دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا تھا۔

”کیسے دوست ہو تم لوگ؟“ اس روز سکندر ان پر چڑھ دوا۔

”کبھی میری لکھی تحریر کو بھی پڑھ لیا کرو..... کوئی دو چار تعریفی الفاظ اپنے منہ سے پھوٹ دیا کرو..... سارا زمانہ تعریف کرتا ہے۔“

”پاکل زمانہ.....“ عبدالمعیز ذریعہ بڑبڑایا..... پھر

سکر کا کہنے لگا۔
 ”میں یہ نہیں کہتا ہوں تو ایک ایک لڑکا کو سوسا پار دھتا ہوں اور ہر بار الگ ہی مڑوا ہے۔“ اس نے لغمان کا کھمکھ باریک دھڑکھڑا دیا۔
 ”اور وہ دونوں کا کیریکٹر... جسم سے لے لکھا ہے تم نے اتنی اسڑنگ لڑکی ایک ہی ہاتھ کے دل سے ہر کار بھڑا دیا۔ میں تو اس کا رخ لڑکی کی سرادھی پر ہوں۔“ اس نے بھی کھنکھڑائی۔
 ”فلت ہو تم سب پر مت پر دھو لیکن اس طرح کی جھوٹی باتیں مت پھیلاؤ میرے ہاتھ کا کچھ غراب ہوتا ہے۔“ سکندر ٹھنڈا کر لیا اس کی اور دھو گئی۔
 ”یہ باتیں جھوٹی باتیں ہیں یہ لوگوں سے پھیلائی ہیں تم سب کا منہ نہ لڑو کیا اس بار پھر سوئی ہیں؟“ عبدالعزیز نے ٹھیکل بجا کر شر بکھرنے شروع کر دیے۔ لغمان اور ذیشان کا خوش ہنس کر برا حال ہو گیا۔ سکندر دانت پیچتا ہے کہ تھک چلا گیا۔ عبدالعزیز اور دو نما ہو گیا اور ذیشان کی اور ذیشان کی اور ذیشان کی سکندر کا تو یہ تھوڑی سی کھنکھ سے نکل کھڑے ہوئے۔ مات گئے جب وہ خوب دادہ گردی کر کے لوٹے تو یہ چلا ذیشان کا فون آگیا تھا کمرے سے۔ اس کا دل تیزی سے تھڑکا گیا میرب نے ہنسنے لگا۔ ”یہ سوج کس کا کمرہ لگا؟“
 ”وہاں نے مگر فون کیا تو یہ چلا میرب کا رزلٹ آ گیا ہے اور دوڑا پیچھے۔ وہ ہٹا مل کرنا چاہتا لیکن لی جانے فوراً پوچھنے کا کھم ہار جادی کر دیا تھا۔ لی کی تیزی کی شکل اس پر توڑنا تھا پھر دیکھا انہیں نے میرب کو کھل پلٹے گا۔ لیکن وہ کیسے کھل سکتی تھی اس کی خاموشی بہت اس کے منہ پر دے لڑی تھی۔ یہ تھیل ڈھرنڈکی اسے اندر سے کھا رہی تھی اور وہ چپ کی۔
 ”عزت جب بہت میں ہر دھاتی ہے تو چپ کی ہٹل مار لیتی ہے اس کا کیلئے غرض میں ممکن اور موقع ہے کچھ لے جاتی ہے مگر پلٹ کر نہیں دیکھتی ڈھرنڈکی اور وہ دھک دھک چروٹے لگتی ہے تو غرض اس کی قدر ہم کو آجاتا ہے اس کو

انتابجی ہوا تھا
 آکھیں خون ہوئیں!!
 ذیشان کا دل لرز کر رہ گیا کہ چھاپے پھر یہی وہی لڑکی دل میں... جو نہ کسی سے کتنی کی نہ لڑکی اس کی ایک چپ کی ہٹل مارے خودی سپر ہی کی۔ ذیشان اس کے سامنے آ کھنکھائی۔ ”کیا تو کیا سوچے؟“
 ”میرب... جس بار شادی سے خوش نہیں ہوئیں... میں یہ شادی کروا رہا ہوں۔“ ذیشان شام نے جس طرح جس حوصلے سے یہ بات کی تھی وہی جانتا تھا میرب نے بھی میں سر ہلایا۔ ”وہ نہ چوٹی اس کی بات پر نہ سمجھی تھی۔“
 ”کیا؟“ وہ سمجھ نہ پایا۔
 ”میرب کی سائنس کٹ رہی ہیں۔“ ذیشان محبت بھرا دواں دواں ٹوٹ رہی ہے۔ میں سر جا کر لی ذیشان... میر جا کر لی... وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھو کر سرکس اٹھی۔ اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی ٹھٹھکی کر لی تھی۔ ہونے والے شہر کے سامنے کسی اور سے جو جائے والی محبت کا اعتراف کر گیا تھا۔ ذیشان شام کے سر سے لفظ جیسے سرگے تھے۔ ابھی بگھڑ پھیلے حوصلے جیسے قبر میں جا سوا تھا۔ وہ ایک گنگ اس کی گور نے دیکھ رہا تھا جس نے اسے آخری حدوں تک محبت کی تھی اور جس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اس کے لیے ٹھٹھکی کی اور کے لیے تھے اس کی محبت کی اور ہی محبت میں جھٹلائی اور یہ بات اس کی دوسرے کی تازہ دیکھنے کی طرح نہیں دیکھی تھی۔ ذیشان شام کے لیے بہت طویل کی وہ اپنے حوصلے جان بوجھ تھا۔ اپنی محبت کو بکھڑا تھا۔ کیاد وہ جس ملو پر پلنے جا رہا تھا منزل اس کا مقصد بھی؟
 ”اور سب سے بڑی بات کیاد وہ اس شادی سے انکار کرنے کی بہت رکھتا تھا اور ہر بات تو میرب کی بھی آنکھوں میں لگی تھی۔ کھنکھ کی راتوں کی طرح... کیا اس نے ذیشان کے سامنے اپنا آپ عیاں کر کے کہا تھا؟“ کیاد وہ تازہ امر اسے اس کی محبت کے شے نہیں مارے گا۔“ اور کیاد وہ اتنا

”مجھے سے محبت مت چھوڑنا۔۔۔۔۔ یہ میری محبت ہے
اندول بہن کرکھڑی ہے تم نے میری محبت لٹائی ہے سن
تو میں نہیں کہیں یہی خیر سناؤ مجھ پر ہا۔۔۔۔۔ سن
رہی ہوں اور کوئی گندہ کے لیے میری محبت رکھنا۔۔۔۔۔ خیال حیدر
استانگہ دل نہیں تھا کہیں اس لڑکی کے لیے اس کے دل
میں کوئی جگہ نہیں تھی لہذا کرکھڑی کو وہ پہلوی کر کہا تھا
”شادی میرے ساتھ۔۔۔۔۔“ وہ بولا کہ تو میں
اس کے پاس چکا کرنا کرکھڑی کو وہ کرکھڑی کو دوسرے
آئی ہے کہیں اس کا تین اسے اندک بلانے نہیں اسے
مضبوط بنے رہنا تھا اور وہ پھر اس میں لڑکی کو نظر پڑا

وایسے کا نشان سرخ میٹھانے کے ملک سب سے بڑے ہوئی ہیں رکھا تھا جس میں ان کے سب کا ہوا باری دوست اور اوشن سے دور ساتھ ہی زبان اور ہان کے دست بھی۔ لغمان اور سکندریہ سے کچھ بڑے پہلے ہی سیدھا گر چھپے تھے اور زبان کی خبر لے رہے تھے جس نے شادی کی جھلک تک نہ لگنے کی دلی مراد اس ہور سے تھے کہ اس نے انہیں صرف دیکھے سب کیوں کیا ہوا باری سب کیوں نہیں اور زبان شاہ کے چہرے کے درمیان کراہتی تھی۔ زبان نے انہیں کھلی کھلی اور سرخ میٹھانے کے دونوں طرف سے دیکھ دیوں کو کھانے آتے تھے۔

56 آلهام و فوہد ۲۰۱۸ء

بیچے سے جماعتی دو نلی محرابی آئیں وہ شیشا سا گیا
اس پاگل لڑکی سے کچھ بھی بید نہیں تھا لیکن وہ لکھوں میں خود
پر قابو پا کر بولا۔

”میرے آپ..... کیسی ہیں اور آپ کے شوہر نامدار
نظر نہیں آ رہے۔ عبدالرافع یہ میرب نے ردا کی بیٹ
فریڈ“ اس نے ساتھ ہی تعارف کروایا لیکن میرب کی
پیاسی نظریں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ
دید کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی کتنی دیر کے
بعد اسے دیکھا تھا یہاں نظریں چارہا تھا۔ عبدالرافع بھی
اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا اس سے پہلے کہ میرب
سے کچھ اور سرزد ہوتا، عجیب اس کے سر پر آن پہنچی آتے
ہی اس کا بازو پکڑا۔

”تم لادھ کیا کر رہی ہو میرب؟“ مکر وہ اپنے حواسوں
میں ہی کبھی۔

یہاں تو کسی خطرے کا شدت سے احساس ہوا اس نے
عبدالرافع کا بازو پکڑا اور آٹا ٹاٹا ہوا ہل سے نکل گیا۔

”میرب.....“ عجیب نے اس کا کندھا زور سے ہلایا
اس نے چونک کر دیکھا آنکھوں میں ڈھیر دلی آنسو تھے۔

”میرب.....“ عجیب کا لورہ چونچھٹکوں کی زد میں آ گیا۔
تو وہ یہ تھا..... آج وہ جان گئی تھی میرب نے کچھ نہیں کہا

جب چاب شاپ سے نکل آئی۔ عجیب کچی مائی کو بلانے چلی
گئی جو ٹھک کر سائیڈ پر کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔ ایک سنانا

میرب کے اندر اتر آیا تھا اور ایک جب عجیب کے اندر آج
عجیب بھی وہ راز جان گئی تھی جس نے اس کے بھائی کو سب

سے دھڑکایا تھا اور اس لڑکی کو زندہ کی۔ عجیب نے دوبارہ
میرب سے بات کی نہ سوال میرب کے لیے یہ بات پھر

سے کھنٹھی۔
وہ جب بھی اس شخص کو بھلانے کا ارادہ کرتی وہ اس کے

تمام تر وجود کو غلط ثابت کرنے پھر آمو جود ہوتا وہ اس
رات پھر روٹی اور بہت زیادہ روٹی کاش کہ وہ آنسو کی

صورت ہی دل سے نکل جاتا اور اسی رات عجیب کو دوام سا ہوا
تھا کہ شاید وہ اور بھر ہل نہ پائیں۔ محبت کرنے والوں

کے دل بڑے نازک ہوتے ہیں اور حساس بھی اس کے اندر
جو خطرہ ہے کتنی بھی تھی بے سبب نہیں تھی۔ میرب کی بے
خودی و وارگی ایک غیر مرد کے لیے تھی اور یہ کیسے ممکن تھا اس
کے اس غلط اقدام کا اثر باقی سب پر نہ پڑے اس نے اس
طوفان سے بچاؤ کے لیے صدق دل سے دعا کی بھی جو ان
سب کی زندگیاں درہم برہم کرنے والا تھا۔

اور پھر کئی ماہ گزر گئے زبان گھر نہیں آیا فون پر بات
کر لیتا یا پھر عجیب اور اس کے لیے کچھ نہ کچھ کو ریر کر دیتا۔

وہ بھی بھول گیا تھا کہ اس گھر میں اس سے منسوب کوئی اور
رشتہ بھی ہے شاید وہ میرب کو قتل دے دے تھا کہ وہ خوب

کچھ بھلا کر اس کی طرف بڑھے جب کہ میرب نے تو گویا
بے حس کی چادر تان لی تھی۔ سب کچھ اپنی جگہ پر تھا لیکن

یوں محسوس ہوتا کچھ بھی اپنی جگہ پر نہیں تھا۔ ایک خالی پن کا
احساس تھا جو سارے گھر میں آہستہ آہستہ اپنے پر پھیلا رہا

تھا اور سب کچھ اپنی آغوش میں لینے والا تھا۔
.....

سکندر ریاض بہت خوش تھا کسی پروڈیوسر نے اس کا
ناول ڈرامائی تفصیل کے لیے سلیکٹ کر لیا تھا۔ آنے والے

دن اسے ایک مشہور اور کامیاب رائٹر ثابت کرنے والے
تھے۔ وہ اچھا لکھنے والا تھا لیکن اسے چاس نڈل بار تھا اور

اب کسی یوٹھورٹی فیلو کے توسط سے اس کی دی تک رسائی
ہوئی تھی اور وہ ہر ممکن اس چاس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا

تھا۔ دنوں اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے اس
نے بہت مشتاقی سے یہ ناول مکمل کیا اور نہ امید تھا کہ اسے

بھر پور پذیرائی ملے گی۔ اس کے پار دوست بھی اس کی
کامیابی پر خوش تھے بلکہ ایک ٹنگ کا شوق رکھنے والے

عبدالعزیز نے تو بطور ہیر و اس کا سٹ کرنے کی باقاعدہ
درخواست دے دی تھی لیکن اپنی کامیابی کے ساتھ ساتھ وہ

زبان پر بھر پور نظر رکھے ہوئے تھا۔ وہ خوش تھا کہ زبان ایک
عرصے سے اپنے گھر نہیں گیا اور وہ بھی معلومات رکھتا تھا

کہ اس کی بیوی کا کاتو بھی فون آیا ہے اور نہ ہی خود بھی بیوی
کو کال کرتا پایا گیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ چاہتا تھا زبان

ایک دفعہ اسے گھر جانے اور ہار بٹا کر چھپے چھپے وہ بھی
 رخ فرما کر اترنے لگا۔ لیکن یہ بات وہ نہ سنے نہیں
 کہہ سکتا تھا۔ وہ کسی بھی طرح زیان کو خشک میں جتا نہیں
 کر سکتا تھا۔ سو اس نے یہ کہنا زیان کو سنے سے نہیں غائب
 قتا کا سر بھی اٹھائیں لیکن اسے سکندر جانا تھا کہیں منہ
 چمکا کر غم نہ مارا ہوگا۔
 عبدالحمید اور نعمان گھر گئے ہوئے تھے سو اسے معلوم
 ہوئے میں زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا وہ اسے
 ڈھونڈتا ہوا بیٹھ گیا کہ سب سے خرابی کراؤ نہ میں کیا۔
 اس وقت شمس تم تھا اور سکندر کو اسے ڈھونڈنے میں زیادہ
 وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا ناقل چہرے پر رکھے وہ دنیا
 باغیاں سے خبر نہ لیا تھا۔
 ”زیان..... زیان.....“ اس نے دور سے ہی
 آواز لگائی۔
 ”زیان.....! ہونٹوں کیوں نہیں سن رہے؟“
 ”کیا..... کس کا لون ہے؟“ اس نے چہرے سے ناقل
 ہٹائی تھی اسے سکندر نے دیکھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں نہ اس
 کے قریب پہنچتا رہتا نہ لگا۔
 ”گھر سے..... جہاں ہی والد کی طبیعت.....“
 ”کیا ہوا بی جان کا؟“ وہ پہنچتی ہے اتھ بیٹھا اور فوراً
 موہاں پر غصہ اڑا کرنے لگا سکندر نے اس کے ہاتھ سے
 موہاں پکڑ لیا۔
 ”گھر جانا چاہیے تمہیں بلکہ چلاؤ میں تمہارے ساتھ
 چلا ہوں۔“
 ”تمہیں بت ہے ہاں تم کچھ چھپاؤ نہیں رہے؟“ زیان
 کے دل میں دوسرے سراٹھانے لگے تھے لیکن وہ کچھ
 کھونٹے تو نہیں جا رہا۔
 ”شوہنڈیاری کروں میں نہیں رہ رہ کر دادوں۔“ سکندر اس
 کی بات کو نظر انداز کرتا سر ڈھال کرنے لگا کہ انہوں سے
 زیان کی حالت کا بھر پور جائزہ لے لے ہاتھ دے رہے تھے
 ہاتھ سل رہا تھا سکندر نے اسے چلنے کا اشارہ کیا اور خود کسی
 بات کرتا اس کے پیچھے چلا پڑا زیان پاؤں پھو پھو کر رکھا
 لیکن سکندر نے یہی کہا کہ ”گھر پہنچ کر چلا جاؤ گا اور
 اس سے کہیں کہ کراؤ نہ میں بھی وہ سوچ چکا تھا۔
 رات کے دل میں بجے تھے جب زیان اور سکندر گھر
 پہنچے۔ گیٹ کھولنے والی ندریں بالی تھی گیٹک۔ بالی لازم
 چلا چکے تھے۔
 ”ارے صاب آپ.....“ وہ زیان کو اس وقت
 دیکھ کر چوکی۔
 ”سلام لیں! گیٹس دم کھلوادیں! مہمان لاہری
 رکھیں گے۔“
 ”ہاں! اس نے سر ہلاتے ہوئے گیٹ نہ کیا وہ سکندر
 کو لے کر دریا تک دم کی طرف آ گیا۔ دل دھک دھک
 کرنا تھا نہ میں گیٹ نہ دم کی طرف بل رہی تھی سکندر کو
 دریا تک دم میں بٹھا کر جب وہ بی جان کے کمرے میں
 پہنچا تو وہاں کا منظر دیکھ کر اس کا دل ہی ڈب ڈب.....
 ”وہ میری بی بی جو لی کے قدموں میں بیٹھی دوری
 تھی کراہی تھی اور بی جان کسی بچہ کے رت کی طرح
 اسے کھدی تھیں۔
 ”میں نہیں جانتی بی جان..... مجھے نہیں پتا چلا۔
 کب..... کب اس شخص کی طبیعت میرے ساتھ بیٹھنے لگی
 جان اتنا جانی ہوں میں لاکھ جا بے کے بارے میں اسے
 اپنے دل سے نکال نہیں پادی میں لانا چاہتی ہوں لیکن
 مجھے نہیں ہور بی جان..... مجھے معاف کریں۔“
 ”کیا معاف کروں میری بی جان کی اسے
 آواز آئی۔
 ”تم نے زیان کو جلا کر کیا اس کی زندگی تمہاری محبت
 سے بھارت کی ہو تو تم نے وہ محبت کی لوری بھری میں ڈال
 دی۔ میرا زیان اس کی سب سے گز رہا ہے۔ تمہیں اعزاء
 ہے اس نے یہ گھر نہ نہیں سب کچھ مجھ پر دیا ہے ایک
 صرف اس لیے کہ تمہاری صورت میں نہ دھڑلاؤ اس
 کر کے میں تھک رہی تھی تو تمہیں سے اس سے سب سے
 تھیں میں بھر خیرات کی مرکب کیوں ہوئی تم تہا

میرب..... کہیں کی گدھی ہماری محبت اور تربیت میں اس
 نے نہیں بے حساب چلا۔ اس لڑکی بڑی بی جان بی
 تھیں اور نہ میرے ہیے کو تو کر دکھا دیکھے جسے ہا
 ہوگا۔“ لیکن ان کے نہیں بچا میں نے بی جان میں سب کو
 منہ سے کی اور کی چاہت کا اظہار سنا اس قدر تکلیف دہا
 تھا وہی جانتی تھی کہ میرب صرف وہی نہیں اس کی لڑکی
 بی بی بھی لیکن یہ بھی جانتا تھا اس کے بعد وہ اس کی لڑکی
 بھی دیکھنے کی روک تھام نہیں تھیں۔ اس وقت بیٹے کی محبت
 جلدی کی لو اس کی ہر ایک یاد کو ہا۔
 ”نفیلت! انہوں نے پکا ہوا دلوے کی بھونچ
 کھڑے زیان کی نظر ذرا پرے کھینچ کر بیٹھی بیٹھی محلہ پر
 پڑی جو عمامت کے بارے میں نہ تھا پادی میں۔ بولے
 سے ”تھی؟“ پاسی بول پائیں۔
 ”تم میرب کو لے جاؤ اللہ اس معاملے کا اہتمام خیر
 کرنے مجھے کچھ اچھا دکھائی نہیں دے رہا۔ بڑے شہ
 صاحب تک بات پہنچی تو جانے کیا ہو پڑا نا آجائے میں پھر
 فیصلہ کروں گی۔“ وہ کس فیصلے کی بات کر رہی تھیں زیان
 تڑپ کر آگے بڑھ گیا۔
 ”آؤ بی جان.....“ بی جان چوکیں نظر نظر
 کھاگ کی سمت لگی۔ میرب اور نفیلت بھی اسے وہاں
 موجود ایک کمرہ میں لے گئیں۔
 ”تم کہیں اس سے کس وقت؟“ اس کے سر پرست
 شفق، کھٹے ہوئے انہوں نے پوچھا۔ میرب اٹھ کر
 کمرے سے نکل گئی نفیلت کو کورفت کا سامنا ہوا وہ
 شرمندہ شرمندہ سی زیان کا احوال دریافت کرنے لگیں
 (انہیں اس کی کہنا بیٹھانے سے نہیں سنا) زیان کو کیرے
 کے باحالی میں شدید تہاؤ کرکشی کی محسوس ہو رہی تھی وہ
 وہیں بیٹھ کر گیا شاید بی جان کے سامنے ہوں اپنی ذات
 کے لیے براہ ہو جانے پر ناخوش ہو رہا تھا۔
 نفیلت بی جان کو اللہ حافظ نہی اپنی لڑکی میں
 جان نے زیان کا جھکا کر دیکھا اور جان میں وہ ساری
 بات سن چکا۔

”میں نے میرب کو دلپس بجھوا دیا ہے۔“ بی جان نے
 بات کا آغاز کیا۔ ”اور..... تم نے سب کچھ جانتے ہو مجھے
 اس سے شادی کر لی۔ پہلے سے جانتے تھے اس کے ہاں اس کی
 اور سے محبت کرنے لگی ہے پھر بھی تم نے اتنا بڑا فیصلہ
 کر لیا۔“ کیوں نہیں سوچا اپنے بارے میں۔“ وہ اب اسے
 ڈانٹ رہی تھیں۔
 ”میں تو بھی کسی شاید یہی کچھ کسی کو پسند کر بیٹھی ہے اس
 قدر وطنی شوق۔“
 ”اسے بارے میں تو سوچا جانی جان..... وہ جیسی
 بھی ہے بی جان میں اس سے محبت کرتا ہوں اور شاید اس
 کے لئے میرے پاس زندگی سے لے کر کوئی چیز بھی نہیں ہے۔“
 وہ بھٹکے کے ساتھ اس محبت کا اعتراف کر رہا تھا جس کے
 ساتھ ساتھ برون بھی کسی اتنا درشت کو کھینچ لگانا
 مشکل تھا وہ بس کس تھا نہ تھا۔
 ”میں نے میرب کو دلپس بجھ دیا ہے۔“ وہ اپنے اس کے یہاں
 رہنے کا کوئی کارڈ نہیں بناتا وہ تمہارے سسر کی فیمر کی
 محبت کو بھروسے میں یہ بدداشت نہیں کروں گی۔ بڑے
 شادی آجائیں پھر فیصلہ کرے جس تم چلو کھانا کھاؤ۔“
 اب وہ ناظر آ رہی تھیں۔
 ”میرے ساتھ مہمان بھی ہے آپ کی طبیعت ٹھیک
 تھی؟“ میرا فون آؤ تو تھا شاید مکمل براہم کی۔ وہ تو مجھے
 سکندر نے بتایا۔ وہ کھنکھ۔
 ”کیوں کیا ہو میری طبیعت کو؟“ وہ اب بھی نہیں۔
 ”مجھے تو جب مجھ سے بتایا کہ کل اس نے ہاڑ میں کیا
 حرکت کی ہے تو میرے دنگے کھڑے ہو گئے۔ غضب خدا
 کا اس کے شر کی اس کے اپنے اسارے شہر میں عزت و دل
 کر دکھاؤ۔“ بی جان ہنسنے میں تھیں۔ زیان کے کان
 کھڑے ہوئے۔
 ”کیا حرکت کی میرب نے ہاڑ میں؟“ وہ بی جان کی
 بجائے مجھے سے جانا پتا تھا سوسمندر کی کچھ کے
 پاس آ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کسی سوچ میں کم
 چلنے اب اس کے ساتھ کیا ہوئے دلا تھا اس نے جو کچھ

کل اور تھا بی جان کو گھبرا دے دل تکی۔ وہ جانے اور
 میرب لیکن وہاں نہیں کے بارے میں نہیں جانی گئی
 کہ وہ کون تھا اور میرب سے کیسے جانی گئی۔
 ”کیا ہوا تھا قل؟“ وہ مجھ کے سر پر گھڑا پھر ہوا تھا۔
 مجھ پر اسے ایک کچھ گھر گئی۔

”بھائی آپ!۔۔۔“ وہ سر پر دوپٹہ جھانکے
 ہوئے بولی۔ دل بے تحاشہ دھڑکنے لگا۔ اس نے
 آگے نہیں بڑھ سکی۔

”کیا ہوا تھا قل؟ کیا کیا میرب نے؟“ اس کے سچے
 میں سختی لیکن آنکھوں میں سحر کی پیاس تھی کچھ بھی
 چھپانے کا فائدہ نہ تھا۔ مجھ نے نظریں جھکا کر میرب سے
 بات کہہ سنا لی مجھ پر بول رہی تھی اور زبان کے اندر کچھ کو
 جا رہا تھا میرب سے۔

”تو جیسے سب بی جان کو تانے کی کیا ضرورت تھی؟
 تمہیں بتاتے تھے میرب اس زاری بات نے معاملات کتنے
 بگاڑ کر رکھ دیے ہیں۔“ خود کو جزا سنا رہا وہ اور تھا۔

”میں بہت پریشان ہو گئی تھی بھائی جان۔“ اس کی
 بے خودی دیکھ کر میرب مجھے نہیں کیا کوئی اس طرح کرتا
 جس کا وہ بیاپ کے ساتھ کھینچیں تھے میرب کی
 کے بھی ساتھ وہ بات چیت نہیں کر سکی۔ سدا ان کے سر سے
 بند رہتی تھی۔ صرف اس شخص کی وجہ سے جس کا اس سے کوئی
 تعلق کوئی نہیں تھا۔ ”مجھ پر دھڑکنے ہو رہی تھی تو ان کے
 ایک غصہ کی سانس بھری۔

”تعلق؟“ میرب نے اس کے دل کے تمام سلسلے اس
 شخص سے جا کر کھینچ لیے۔ میرب پاگل بہن میں تو کچھ
 بھی نہیں تھا اس کے لیے نہ پہلے نہ اب۔ بہر حال تمہیں
 بی جان کو تانے سے پہلے مجھے بات کہنا چاہیے کہ تم
 از کم اپنے بارے میں سوچ لیں ”جپ“ وہ کہنا چاہت
 تھا مجھ پر غصہ خور ہوئی وہاں آگے آگے اپنے بارے
 میں سوچ رہی تھی وہ کل سے اور اس کی کان کو سرا
 تھا کہ نہ سہرا تھا۔

زبان نے سکندر کو کھانا کھا یا اور گیسٹ روم میں چھوڑ آیا

لوہن کھانے سے آیا کسی نے کیا سب کچھ کیجیے میرب
 گیا۔ اور تھوڑی سی حالت میں کھڑے ہوئے میرب کا یوں کھر
 سے چلے جانا اچھا نہیں تھا۔ خالی ہما میں بھاگ کر
 کر کے میں سدا رات اس نے ہمیشہ کی طرح تنہا
 گزری تھی لیکن وہ ایک فیصلے تک ضرور کچھ کیا تھا اسے
 صرف اپنا ہی نہیں مجھ پر غصہ کی خوشبو کا بھی خیال کرنا تھا۔
 معاملات کو کو کرنے سے بچانا تھا وہ گھروں کو نہ بچانے
 تھا اس لیے اس نے کوئی بی جان اور بڑے شاہ صاحب سے
 الگ کیا تھا اس بات کی بی جان سے وعدہ کیا کہ وہ اس بات کو
 اپنے کچھ دیکھیں گی اور کسی کو بھی ہوا نہ گئے کسی کی اور بڑے
 شاہ صاحب سے ریکوئسٹ کی کہ وہ میرب کو گھر لے
 جانے کی اجازت دے گا۔ وہ اپنے بیانی کے پاس نہیں دے کر وہیں
 کا کھانا کھا کر اس کی طبیعت خراب دینے لگی تھی۔ بڑے شاہ
 صاحب نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ وہیں بنگلہ کا کھر جو وہ
 کے کھانا کھا رہا تھا وہاں اس کے مقاصد کے تحت کیے جانے والے
 دروں میں استعمال کرتے تھے صاف کر دیا وہ ملازم ہمہ
 وقت اس کی دیکھ بھال کے لیے مامور تھے زبان نے سکندر
 کو کھانا کھا کر کے صحت کر دیا تھا۔

وہاں سوں کر دیا کہ اس کا کھانا ہر شے کیل تک پہنچنے کا
 تھا۔ میرب کو اپنی جینز پر واز آگے نہیں بندے کے نظر
 آ گئی۔ وہ خاموش سے پاس کے کاؤچ پر جا بیٹھ گیا۔
 میرب کے چہرے پر ہوا کی وہ محسوس کر سکتا تھا وہ اس کے
 اندر کا کوئی کچھ جانتا تھا لیکن وہ بے گس تھا اس کے لیے کچھ
 کر سکتا تھا نہ اپنے۔ وہ مجبور تھا اس کے سوا اس میں بھی
 اور اپنے معاملے میں بھی۔

”میرب“ اس نے ہونے سے پکارا میرب نے ہٹ
 سے آگے نہیں کوئیں وہ سامنے موجود تھا آنکھوں میں
 کرب کا نہیں رہا۔
 ”غیر پیننگ کر لیں تمہیں ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔“
 اس کا کہا تھا غیر متوقع تھا کہ وہ کڑھ کر گئی اس نے جو
 مناج تھا کیا؟

”جلدی کرنا آ جاؤ۔“ وہ نظریں چا کر بولا اپنی محبت

سے منہ مڑنا کتنا گھٹن ہوتا ہے میرب ہاں کسی سول جواب
 کے بعد اس کے پیچھے چل پڑی۔ کچھ کے دوران سے
 فطرت نے دونوں کو آگے پیچھے جانے دیکھا تو سکون کا
 سانس لیا۔ بی جان کے فیصلے نے تو ان کو ہلا کر ہی رکھ دیا تھا
 کیا جواب دینی پھر تیس دن بعد میرب نے کیا کیا؟
 میرب نے خاموشی سے سدا کی پیننگ کی وہ آگے دیرینہ
 پر لیٹا اسے لہر دھر کر سے میں کوٹھا دیکھ کر اسے توقع
 نہیں کی کہ وہ اس کے ساتھ جانے کے لیے آگے جلدی
 رہی ہو جائے گی۔

بڑے شاہ صاحب نے میرب میں کڑی چھوٹی گاڑی
 میں لیٹ کر دیا کیونکہ اب اسے گاڑی کی ضرورت تھی۔
 سب نے آگے پیارے سے صحت کیا اور بی جان نے بھی
 ایک لہر دھری ہوئی کی خاطر خود کو لیا تھا۔

انہیں گھر کیسٹ کرنے میں کچھ وقت لگا یہ چھوڑا سا
 گھر بھانپوں نے سالوں پہلے خرید کر کڑھ کر لیا تھا انہیں
 برنس میٹنگ کے لیے جب بھی آتا تھا وہ ہمیشہ میں نام
 کرتے تھے۔ چار اٹلیس کے بعد آئے سامنے دو دیوے
 روم تھے دونوں کی بینک والی کمریاں پچھلے لان میں
 تھیں لیکن لان میں کھلے ہوئے پھول کھڑے کے اطراف
 منتظر ہیں کرتے تھے۔

”دونوں میں سے جو بھی کمرہ پند ہوئے لو۔“ زبان
 نے اسے کمرے دکھانے کوئے کہا وہاں کی بات پر چوکی
 تھی کیا زبان اسے الگ کمرے میں رکھنا چاہتا تھا۔
 نے اپنا سامان نیچے سے لے کر زبان کی بندش چلا گیا تھا
 اپنا سامان لیتے۔ ذرا بعد وہاں دو ملازم موجود تھے ذرا بعد
 اپنی بیوی کو بلا دیا تھا اس کا کسی کی اسلیپ کمرے کا کاناٹ
 نے ٹافٹ پہلے کھانا کھا کر کمرے کے لیے جانے لے
 آئی اسے اس وقت شدید بے طلب محسوس ہو رہی تھی جانے
 چپے ہوئے اس نے اپنی آنے والی زندگی کے بارے میں
 سوچا تھا۔ سے کھانسی خوش نہیں پائیں نہیں تھیں۔
 وہ اپنے بارے میں بھی جانتی تھی اور زبان کے بارے

میں بھی۔ زبان شام میں میرب سے ایک تپ تک وہ کاناٹ
 کے ساتھ الگ کمرہ کیسٹ کر چکی تھی زبان کے آتے ہی
 کاناٹ سے کھانا میز پر رکھا دیا میرب کا انتظار کیے
 چاہ چاہ بیٹھ کر کھانے لگا۔ یہ جوا بھی نہیں کر میرب
 کھا بھی ہے یا نہیں میرب منتظر ہی لیکن منتظر ہی رہی۔ وہ
 کھا کر دیا بھی ہو گیا وہ اپنی چٹک محسوس کر رہی تھی۔
 ”تم نے کون سا کمرہ لیا؟“ اوپر جاتے ہوئے مڑ کر اس

نے پوچھا۔
 ”کوئی بھی نہیں۔“ وہ مختصر جواب دے کر لیٹیل کی طرف
 آ گئی بھوک اب ناقابل برداشت ہو گئی تھی انا کا مسئلہ
 بنائے رکھتی تو بھوکا ہی سونا پڑتا۔ وہ آرام سے لوہر گیا اور
 دائیں طرف والے کمرے میں جا کر اندر سے لاگ کر لیا
 میرب کے طبق میں یک کٹ لونا پکس سا گیا تھا۔ اپنی کا
 پورا گلاس چڑھانے کے بعد اس نے کھانے سے ہاتھ منہ
 لیا اپنا مختصر سامان لے کر وہاں کی طرف والے کمرے میں
 آ گئی تھی۔ کچھ سے زندگی کی کچھ پر گزرنے والی تھی اس نے
 بڑے سے فرشتہ بند کر دیا جیسے ہوئے سو جا اور اس چھائی
 سا بیڈ پر لیٹنے ہی اسے جانے تک نیند آ گئی تھی۔

صبح اس کی آنکھ کھلا رہے تھے اس نے اٹھ کر کڑھ
 بنائے عزم پہنچلے صوبے تھیں۔ یہ صبح نہانے لگی۔
 باہر اس کا نظریں میرب تھا لیکن وہیں اس کا تھک جانا نہ رہا
 تھا وہاں وہیں کمرے سے نکلا اسے کھینچے گئے وہ بھی تک نہیں
 پارہی کی زبان نے بی جان کے فیصلے سے غصہ کیوں کیا
 تھا؟ اسے اپنے صبر کیوں لے گیا تھا یہی محبت کے علاوہ
 بھی اور کوئی بات تھی کیا وہاں کی جانتے سے میرب کی
 (نہ شاید عشق ہی اسے کھانے سے)



المتاس صبا ایشل

آزمائش رشتوں میں ضروری ہوتی ہے
نہ مل پاتا کسی کی مجبوری ہوتی ہے
یاد تو دور سے بھی کر سکتے ہیں لیکن
مل کے ہی دل کی حسرت پوری ہوتی ہے

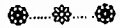


موسم کا کوئی عزم ہو تو اس سے پوچھو
کتنے پتہ ہجر ابھی باقی ہیں بہادرانے میں
دشت ناک خاموشی اندھیرے کی سیاح لو مرید
خوف کے زیر اثر اس کی سوچنے بھنے کی صلاحیت اس کا
ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ سرورین رات میں وہ لیگی روشنی
والے ستون زدہ کمرے کے ایک کونے میں سکر بیٹھی تھی۔
سرد ہوا کے تیز جھونکے سے کوئی کھلا کڑی کا پٹ دار
سے بند ہوا اور پھر چھٹ سے لگا کر زدہ رات کا دھند سا
پتا ہوا اور اس کی اپنی پہلی حالت پر آ گیا۔ اس کے دل میں
کوئی بند کرنے کا خیال آیا پھر کاسہارا لے کر غصے کی
کوشش کرے ہوئے اس کی نظر کمرے میں موجود واحد
چارپائی پر پڑ گئی تھی۔

اگلے ہی لمبے اس نے زور سے آنکھیں میچ لیں اور
دوہار کے ساتھ لگ بھگ آہستہ آہستہ مابین خوف کی
شدت سے کاتب اٹھا۔ اس نے اپنا سر گھٹوں پر رکھ لیا اور
دوڑوں ہار و مضبوطی سے گھٹوں کے گرد لپیٹ لیے۔ یہ
تاریک رات اس کی زندگی کی سب سے طویل رات فتنی
جاری تھی۔ کمرے میں اتنی خاموشی تھی کہ بام ہوا چلنے کے
سبب ہونے والا ہلکا سا ارتعاش بھی ساعت میں محسوس کیا
جاسکتا تھا لیکن اس نے ایک بار جو سر گھٹوں میں دیا تو
دو بار کوئی آواز اسے سراٹھانے پر مجبور نہ کر سکی تھی۔ آواز میں
تو ایک طرف کمرے میں موجود دوسرے وجود نے بھی
استحالی جانب دیکھنے پر مجبور نہیں کیا تھا اس کا سبب کچھ
تھوڑی سی روایت اور وہ بار بار تیندے سے بھڑک کر بھاگتی تھی۔
پراہت پر وہ لڑائی جیتی لیکن اب اس نے اپنا سر اٹھانے
دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی اس کا بدن سرد ہو کر تن ہو گیا
تھا۔ دل و دماغ میں کسی قسم کا کوئی احساس پیدا نہیں ہوا
تھا۔ جب کمرے کے دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔
آواز آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہوئی گئی مگر دروازے پر جو بھی تھا
وہ مستقل حراں تھا۔ اس نے ڈرتے ہوئے ہلکا خرپرہ پر
اضحیٰ رات کی سیاہ چادر چھٹ چکی تھی۔ اس کے دل کو کچھ
اطمینان ہوا وہ آہستہ سے ابھی اٹھ کر اٹھارتے ہوئے

دروازہ سے کی جانب بڑھ گئی۔

دروازے پر چند خاتون کھڑی تھیں وہ خالی نگاہوں
سے انہیں دیکھنے لگیں۔ عجیب صورت میں جن کے ہونٹ قویل
پر رہے تھے لیکن ان کے بولنے کی آواز سنائی نہیں دے رہی
تھی۔ ابھی سے ان کی طرف دیکھتے اس کے چہرے پر
عجیب سا تاثر ابھرا جب ان میں سے ہی کسی نے اس کا
ہاتھ چاکر کر کھینچا اور کمرے کے واحد کمرے کی طرف لے
آئیں۔ سب کی سب چارپائی کی جانب پرہیز دو بھی
قریب پہنچ کر کوئی ہوئی ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے
چارپائی پر لیٹے وجود کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اسے نگاہوں کا
غصہ لپا تھا اس لیے جان و وجود سے کہیں زیادہ مردے اور وہ
اپنا بیخواس اس سرد وجود میں اتاری ہے۔ ڈھٹا اس
نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا کسی نے اس کے شانوں پر چادر
اڑھائی تھی کوئی اسے لپکارا تھا کسی نے اسے مجبور نا
چاہا تھا کوئی اسے سنبھال رہا تھا۔ سب گڑبڑ اور اٹھا کر
گول رحند لے داتے بن رہے تھے۔ اس کی آنکھیں
اس رحند لے نظر کو دیکھ نہیں پاتی تھیں۔ اس آواز میں
بھنے سے کاسر تھیں اور پھر اس نے آنکھیں دھیر سے سے
بند کر لیں احساس شل ہو گیا اور وہ ڈھٹے گئی۔



گھٹوں تک اسے سرخ کوٹ اور سیاہ جینوں میں وہ بے
حد کوشش دکھائی دے رہی تھی۔ گردن میں سرخ اس کارف
لیپٹ کر اس نے بالوں کو کھلا چھوڑا ہوا تھا سرد شام میں وہ
لاٹ میں بھڑکی بچوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی تھی۔ یہ بھر
بھی اسے خزاں جیسے ہی معلوم ہوتے تھے۔ بے سخت اور
بے جان پراساس سے لاہور کا عالم راتوں رات ہاتھ لپیٹ کر
اس نے گہری سانس لی اور آسمان کی جانب نظر کر کے ٹنڈ
منڈ رزقوں کے خری سرے دیکھنے لگی جن کے وجود کے
ہزاروں بے خزاں لنگ کر کے لے جا رہی تھی۔

ہوا کا تیز جھونکا آواز آخری بھکیاں لینے کی چوں کو
ان کی شانوں سے علیحدہ کر گیا اس نے آنکھیں میچ کر
دوڑوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ اسے فضا میں چوں کے

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

انچل ناول

(ایک ساتھ منگوانے پر)

مہر وفت ہر ماہ آپ کی دلچسپ و مفرح کتابچے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالہ
(شمارہ رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 700 روپے

امریکا کنیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

7000 روپے

میدل ایسٹ ایشیائی افریقہ یورپ کے لیے

6000 روپے

رقم ذیمانہ ڈرافٹ مئی آؤڈر منی گرام
ویزٹن یو این کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔

مقامی افراد دفتر شہزاد ادا جی کے سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی 0300-8264242

نئے آنے والے گروپ آف پبلی کیشنز

کسٹمر سروس: 922-3562077/12

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

circulationngp@gmail.com

اس کی جانب دیکھ کر مگنی۔

”اچھا اچھا پھر کوئی بات آئی ایک آپ آیا ہوگا نا؟ اور ایسی سرخ آنکھیں میں اُن ہوں گی۔ اُسے عشمیرہ تو جہی آئی ہے پھر کراچی شادی پر ایرانی ہی۔ ایک آپ کروانا۔“ وہ اب بھی ہلاکی تجوید کی خود پر طاری کر کے کہہ رہا تھا۔

”شادی سے لگاؤ آئی آپ سے ایک بات کر سکتے آیا ہوں۔ سب آپ تو جاتی ہی رہا آپ کی یہ دلت میری تو ایک نہیں تھی اسی لیے آپ کی مدد کر رہے۔“ وہ چہرے پر تجوید کی طاری کیے بغیر اس کا کراہ کر کہا تھا۔ پھر کھانسی پر بھی عشمیرہ نے سرکراہت دہاتے ہوئے چہرے پر جھکا لیا تھا۔ وہ جاتی ہی ہیش کی طرح غفران کی کھلی کھڑکی ضرور چھوڑے گا اور اب تو اس نے خودی غفران کو اشارہ کر کے حلال کا ڈھنگ کر کے کہہ لیا تھا۔

”غفران اب کہہ دیجیے دو کیا بات ہے؟“ حلال نے سوچ سوچ کر بولے غفران سے تعجبدار کہہ۔

”وہ آئی میں جا رہا تھا کہ آپ عشمیرہ سے کہیں کہ شادی سے پہلے میں بدل لے دو نہیں اس سے صورت شادی نہیں کروں گا۔ میری طرف سے جہانزہ کے کہنا نام شبکو کہہ رہے ہیں وہ کہ لے لیکن اس ’خ‘ کو بدل ڈالے۔ آپ تو جاتی ہیں میں اس خاندانی ’خ‘ سے کتنا اربک ہوں بلکہ آپ کو بتاؤں میں تو سوچ رہا ہوں کہ کیا نام ہی بدل لوں غفران کا ’خ‘ بنا کر غفران رکھ لوں یا بغیر ان کا صرف بغیر ہی رکھ لیتا ہوں بلکہ اگر میری بہشہ مطلب عشمیرہ کے کہے تو میں بغیر کے بجائے خود کو فخر کھلوں گا لیکن بغیر سے سمجھا میں کہیں اس کو میری صداقتوں کے سامنے سے سواری سہاڑوں سے لگا رہے سے روک دے۔ میری آؤ میری عشمیرہ کے گرداب میں گزر رہی ہے پانی کی آؤ اسی کے جل میں اچھ کر رہ جائے گی۔“ غفران تجوید کی ہر جہد پار کرتے ہوئے نکالے جا رہی کا اظہار کرتا تھا۔

”آئی جی۔۔۔ میری آؤ میری عشمیرہ کے گرداب

موسم کا ختم ہو سکتی ہوا اسی لیے سب تمہارا بھلا چاہتے ہیں اور اگر تمہیں لگتا ہے تم لیکم ہو تو پھر میری فکر کے سب لوگ تمہارا بھلا ہی چاہتے ہیں۔ اب سب کی خاطر ایک نوک پناہ فیملہ بدل کر دوں۔“ عشمیرہ اس کا ہاتھ تھامے اسے سمجھا تا رہی تھی لیکن اس کا چہرہ ہاتھار تھا کہ وہ جو کوشش کر رہی تھی وہ بے سود ثابت ہوئی۔

”عشمیرہ! ہلیز۔۔۔ میرے ہاتھوں میں پہیلے ہی خوشی کی کوئی لیکر نہیں۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ میں جان بوجھ کر اپنے غلوں کی لیکر میں ایک اور لیکر کا اضافہ کر لوں اور تم سب کو اپنے ایک دھوکوں میں سے باہر نا پھر ممکن نہ رہے۔ اپنی دونوں ختیلیں سامنے کر کے اس نے آنکھ پر حائل ہر ایک کی جھلکے سے بچھ کر لی ہوئی۔ چپاس کے ہاتھ سے کر گیا تھا اور وہ اچانکے میں اس پر چڑھ گئی آگے بڑھ گئی عشمیرہ نے ہاتھ کراچی پر نہیں اس جگہ رکھا یا جہاں کچھ دیر قبل حلال تھی۔

اداسیوں کے پیر دروسم
غنا میں بھری ہرانی پادریں
ایاز پیروں پر چٹکا چٹانے
بھمرے چڑھنے کی شانے
پیر فزوں سے چڑھ حال رکھا
میرے بوس ہر تری ہے

”خمال آئی۔۔۔ آپ سے ایک بات کرنی تھی۔“ غفران عشمیرہ کے اشارے کو سمجھ کر حلال کے قریب صوفے پر بیٹھ گیا جس کا ستا چہرہ اس کے رونے کی چٹکی بھرا تھا۔

”اب! بلو!۔۔۔ حلال نے جہانزہ سے ہونے والی گفتگو کو اس کی طرف دیکھا تو وہ سہم جانے کی لڑکائی کرنے لگا۔

”کیا ہوا؟“ اس نے پوچھا۔
”آپ نے شراب پی رکھی ہے نا؟“ وہ اس کے کان کے قریب ہو کر بولا مراد کو اور دین نے لڑہ کر ہرانی سے

چٹخنے چلائے اور کرب کی آواز سنائی دینے لگی اور سخت اپنے دھڑ کے کسی حصے اس لیے دردی سے جدا ہونے پر پھر پڑنے لگا۔ اس نے کچھ دیر بعد کانوں سے ہاتھ ہٹا کر ہٹکی سے کھینک کھینک سے تاڑیوں سے اس کا پاس دیکھا ہے بھرے ہوئے تھے ایک پلاسٹک کی گود میں غمی آن کر اٹھا۔ اس نے دو انگلیوں سے پتے کو پکڑ کر بغور دکھ کی کیفیت سے دیکھا گیا کہ میری اونٹنی تمہارے درد کا پورا احساس ہے۔

”آپ پھر یہاں آ گئی؟“ کیوں خود کو ان دیکھے دکھ میں بار بار جتلا رہی ہیں؟“ عشمیرہ اس کے کان سے گزری ہے اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔
”سوچ رہی ہوں یہ موسم اتنا ذہن تک ہے اس بار پھر نہانے کتنے لوگوں کو اس نے اپنے پردوں سے جدا کیا ہوگا۔۔۔ کتنے دن اجازت ہوں گے کتنے غم خالی کیے ہوں گے بالکل ایسے ہی جیسے ان بڑے چڑوں کو موت کی زردی میں بدل کر انہیں شاخوں سے الگ کر کے درختوں کو ان کا نام مٹانے کے لیے تہیا چھوڑ کر۔

”عشمیرہ! کیا میں واقعی ہوں گی؟ کیا واقعی تم سب کو ان درختوں کی سسکیاں سنائی نہیں دیتیں؟ کیا میں سب کو اس دردناک اور فضا میں خود کو کی آواز نہیں سنائی دیتیں؟ کوئی تو دہرے ناں جو لوگ اسے پھر مٹنے کا موسم کہتے ہیں؟ مجھے نہیں علم کہ میں سب کو اپنی بات کیسے سمجھاؤں لیکن سچ یہ ہے کہ جو میں غموں کی ہوں مجھے وہی کہ لگتا ہے اور میں کوئی رسک نہیں لینا جانتی۔“ کسی غم خیز مئی کے شہر اور دیکھا دہاڑیں سننے وہ ہنسنا تاثر کے ایک بات کہہ رہی تھی۔

”ہم تمہیں غلط نہیں کہتے حلال نے ذی ہمارا مقصد تمہیں غلط ثابت کرتا ہے۔ غلط وہ سوچ ہے جو تمہارے اندر سب کی بے ڈھ ڈے جو تمہارے اندر دھوہ جھانے بیٹھا ہے جب تک تم خود اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کرو گی یا ہر نہیں لگے گا تم ہمیں موسم نہیں پوچھی ڈستار ہے جو ہوا تھا وہ مشیت ایزدی کی تم اسے پیسے

[illegible]

ہذا۔۔۔ لاڈ سے بیٹے غلام لوگوں کا ہر کام کر دیا کرتی تھی۔
سلطانی کو کھانا کھ کر دل کی صفائی کے بعد کچھ لوگ عین قریعہ عیاد
دوسرے موصوفین غفرانی کی ہائی دلوں پر آ کرستے تھے۔
بڑی کلمی غفرانہ نظر سہائی میں دیکھیں اندر ہی اندر کوئی
لوگ اسے دیکھ کر طرح جا رہا تھا۔ شروع میں اس
کو کوشش کی گئی تھی کہ اسے اپنے دل کی بات کہے۔
لیکن اسکوں میں وقت بہت زیادہ گزرنے سے ہونے کے
بہرہ مارا کرتے تھے۔ اور بھی کے ساتھ چنگ نہایت مشکل
ثبات ہو رہا تھا۔ پاس کوئی بہت اچھا اسکوں نہ تھا اور
زیادہ دور وہ جاتیں کوشش کی اس میں لوگ تھوڑے ہی
بھی نہ ہونے کے بہرہ رہا کرتے تھے لہذا اس نے
دوسرے پائین پرل گیا اور خود کو ہر کام کا کام جس سے
اس کا دلورس کی سبکی کا پتہ بتا رہا ہے اور اس کی سبکی پر
کے اندر کا لوگ بہت صابر اور ایک دن سلطان بہن کو باہر
لگا تھا۔

حاصل ہوا گھنٹ کانچ سے ایسا لے کر ہی بھی
غزال اور اپنی زندگی کے مصداق ہونے کا اعتراف ہو گیا تھا اس
لئے ایک تاشیلاں اٹھارہ دنوں کو دو کاغذ تھامنے سے ایک بچہ
پر طبیعت تحریر کی تھی اور سرے پاس کے والدین کے گھر کا چاہا
ایک مرد اور دھشت ناک رات کی خانقاہ میں سپا کی
طریقہ میں ہی حاصل کر لیا چھڑ کر اس کا رونا فانی سے کوچ کر
گئی تھی۔ حاصل کے گھر آگئی تھی۔ سنجیدہ اور خانقاہ
طبیعت حاصل کو اس گھر کے صاحب ایک بہت اچھے لے تھے
سب سے ہی اسے بہت پیار سے خوش آندہ کہا تھا۔ مگر
حسن اس صدمے سے باہر نہ آتے تھے۔ گھنٹوں بٹاتا اور
خود ہی غلامی کا پتھر کرتے رہتے حاصل دن بھر حسن
کے قریب ہو جاتی تھی پھر ایک دن از رو بہ حسن
کا ایک اور فریج میں رشتہ بن کر لے گیا تھا۔ حاصل وہ دن
بھول گئے تھے کسی کی شادی وہ دھشت ناک ہوا کے تجویز سے اس کا
کے قریب ہو جاتی تھی پھر ایک دن از رو بہ حسن
کا ایک اور فریج میں رشتہ بن کر لے گیا تھا۔ حاصل وہ دن
بھول گئے تھے کسی کی شادی وہ دھشت ناک ہوا کے تجویز سے اس کا

سنائی دینی وہ دیکھتے ہیں اس طرف دوڑتی، اندر کا منظر اسے
ساکت کر گیا تھا۔ اناٹو کے چہرے پر گہرے سکون لانا
کے کس پاس سب گھر والوں کا اکتھا ہوا ہے، انہوں نے
احساس دلا کر تھا۔ بے جان ہندوؤں سے وہ کے بیٹے
تھے۔ اناٹو کا ہاتھ تھا کہ ان کا ہاتھ دھلک کے بیٹے
آن کر۔ وہ دوش میں ہوتے ہوئے میرے احساس کو بھی
درویش تو اس بری طرح سے کہ میرے چہرے پر ہندوؤں کے اس
درویشوں کو لگتا تھا کہ اس کی نگاہیں ہم کو اس
ایسے عین اناٹا تھا۔

”یہ موسم خزاں میری خوشیاں کا قاتل ہے میرے
 پیادوں کے مجھ سے چھڑنے کی وجہ ہے۔ یہ موسم قاتل
 ہے اس کے دل اور لب پہ سوچ بقیہ ہوئی گی اور لب
 قتل ہوئی گی آج کا جو گورنر ہے میرے گزرتے گزرنے کی
 یہ سوچ آج بھی دے دے گی زندگی۔ اتنے سالوں میں اس
 نے ایف اے سے لے کر انجمن میں ماسٹر کرنے کا سفر طے
 کر لیا تھا لیکن اس کے اندر خزاں کے موسم میں چنوں کو
 بچھتے تھے چھڑتے دیکھ کر کسی کیفیت اندر سوچ میرے گور
 نہائی۔ کہ وہ انسان کچھ ایسا چھوٹا سا تب بھول کر کسی
 اونٹنی کے دو حانے کے کفر میں چھڑا ہوا ہے“

ہیزجے زرد لبادہ لٹوڑہ کار بنا رشتہ درخت سے کھڑو
 کر رہے تھے اور پھر ہوا کا ایک ہی خانہ جو کھائے نہیں تکلیف
 سے نجات دے دیتا۔ بڑی شان سے رنگت بدل کر دھو
 اپنی موت کا پیام دے رہے تھے۔ گھمے زرد شوق کی مینیاں
 خالی اور ہیرو کی طیلر میں شجر سے روٹھ رہے تھے اب شاخوں
 زار ہو گئی بھولا بھنگی کی بیڑ پر بیٹھا نظر آتا تھا۔ سیاہ
 لباس ملوٹھ میں دھوڑے شیلہ اور صبر سے بھرے پارک کے
 ایک مسلمان کو گھسنے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ پارک میں ہر سو
 سو گئے تھے۔ گھر سے آئے تھے لوگوں کو رکے کے درسی
 سے روٹھ کر پٹنے پران کے ہر جرمنے کی آواز میں اس کے
 دل سے گرا رہی تھیں۔ چوں کو بیروں سے بجا کر کھیل کر
 چلی دیکھتا تھا بیٹھنے کی اس کی آنکھوں میں کی تھی شاید

ہاں! کوئی درجہ سے مکمل کیا تھا۔ درخت پر چڑھا کا
گھونسلہ خالی قنادار اب تو جتنا کھرا ہوا تھا چڑھ گیا وہ
بازو کا آواز بھی سننے دو کچھ صرہ پہلے کہ روز بھائی کی
اب کہیں نہ سنی۔ جھلملائی آنکھوں میں جلن اور بڑھتی
آنکھوں کی سیاہ پڑ ہو رہی تھی کہ جگر کھرنے لگے آنکھیں
نئی صبح ہو کر موتی بنانے لگی تھیں بزرگ کے بیچ
سے ٹپک لگتی موتی فپ فپ پھل کر کرنے لگے۔
تکلیف اور بڑھتی تھی ایک ایک کر کے سارے سپہ سالار
آ رہے تھے۔

جانا سے پیارے!..... محرومیں کھلے ہوا دھیرے کی
طرح اس کی بھری دیا میں اس کا سر ہاں میں کی ماں۔
سب کچھ تو کرائے ہوئے آتا..... سب کچھ کیا تھا کچھ
پاس نہ رہا۔ اکیلی اور اھوری محو خزاں میں شاخوں پر
لگنے کی پتے اور جینا چاہتے ہیں۔ جیسے کسی موذی بیماری
میں جلازمہ بغیر بخیر کی ترنا کرتے پھر ہر زندگی جینا
چاہتا ہو زندگی تو بھی بھلا مہلت دے دیا کرتی ہے لیکن
پت بھر چڑوں کو مہلت نہیں دیا کرتی۔ کسی سگ دل قاتل
کی طرح ایک ہی جھٹکے میں پتے کا رشتہ درخت سے جدا
کر دیتی ہے۔

اور اس نوم سب نہ رہتے
خضر چوں بہار تیرے
نجانے کتنے دلوں سے پیارے
پیشہ پست کو پیارے ہیں
تیری کو تو کبھی تو پیلو
کر دے گی میں دیوانیاں ہیں
پہنجا رہے۔
اس کی ذات بھی تو جرم و موم جیسی تھی بس فرق اتنا تھا
کہ پتے پھر جراتے ہیں تو ان کے عین کرنے کی آواز میں
ساتھوں سے گھرائی ہیں اور جب یادیں ایک ایک کر کے
اندروں کو گھمائی ہیں دل کی دیواروں سے گھرائی ہیں تو
ہاتھ داکھڑی تھی لیکن اندر زرد یادیں کھائی ہیں سسکیاں
نہیں ہیں چٹکن چٹکن چٹکی ہیں کہرام برپا کر دیتی ہیں

اور پھر درویش وصل جاتی ہیں اور وہ بے رنگ بے جود ہے
آواز دہش ہے کوئی اور بھلا کیسے اسے دیکھنے جانے اور
محسوس کیے نا اس کا درد کھسکا تھا۔
آج میز پر کی اقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے اس
کی وجہ غیاث کا موجود ہونا تھا۔ غیاث اکثر کام کے سلسلے
میں مصروف رہتا تھا قنادار کبھی کبھار یہ اسے سب کے ساتھ
کھانے کا موقع ملتا تھا عرصہ کا اپورٹ ایکسپورٹ کا
بلک تھا جوان کی زندگی میں ہی خوب ترٹی کر رہا تھا اب
سب کے مختلف محسوس میں ان کی شامیں میں غیاث کام
کے معاملے میں بہت متوجہ تھا۔
پچھلے کچھ عرصے سے انہیں دوسرے شہر میں موجود
اپنی ایک برانچ سے مسلسل نقصان ہو رہا تھا ایک دو بار
غیاث دہاں گیا تو قنادار لیکن مسئلہ کہاں ہے اس کا اندازہ
نہیں لگا پا رہا تھا اسی لیے اب غیاث نے مستقل دہاں
جانے کا سوچ لیا تھا کھٹا کھٹا اور فیروز دلوں ہی اسے نئے شہر
میں آ گیا انہیں بھینچا چاہتے تھے شیا حسن اور سرسرفنری
بھی بہا رہے تھے۔

سوچ رہا ہوں بھائی کے ساتھ میں بھی
اسلام آباد چلا جاؤں۔ کن اگھیلوں سے حسد کی طرف
دیکھتے ہوئے غفران نے کہا۔
"اور میں سوچ رہا ہوں غفران کے درخ میں اتنا اچھا
آئیڈیا کیا ہے؟" غیاث نے کانٹے سے کہا کہ کلکرا
توڑتے ہوئے شرارتی انداز میں کہا۔ سب کے لبوں پر
سکھراں پھیلنے کی سوانے حسد کے جوانی پلائی کی
طرف دیکھتے ہوئے کھوج میں گھر گئی۔
"اس کی ایک بہت اہم وجہ ہے بھیا۔" اور وہ وجہ
دہلی کے سامنے ہرگز نہیں جانی جاسکتی۔ میں سوچ رہا
ہوں اسلام آباد جا کر پہلے اپنا ہاسٹل لادوں گا پھر آپ کا رہنا
دوں گا اس کے بعد ہم کل کر لیا کھوں کریں گے کہ وہ بھی
اسی ہی کریں۔ مطلب ایک ایک کر کے ہم سارے "مفتین"
کا کل عام کریں گے پھر نہ سہ کا ہاں اور نہ بچے کی

ہاں! "بھلا جیسے آواز بلند کرنے کے بعد غفران نے اپنی
ساری بات غیاث کے قریب ہو کر دیکھے لیجئے سب کی کیا
کوئی بہت ضروری بات کہہ رہا ہوں۔

"یہ کیا سرگوشیاں کر رہے ہو؟" ڈاڑی حسب عادت
اپنے مخصوص انداز اور الفاظ میں اسے کڑے تھوڑے سے
گھوڑی گئی۔

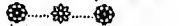
"نہو۔" سوری دہلی ماں آدھ میں اور بھائی جان اپنے
مستقبل کا لاکھڑی بنارہے ہیں اب ہر بات آپ کی
اجازت سے کر دیتی کہیں جاسکتی۔" غفران نے ایک بار پھر
آخری جملہ زریب بڑھایا۔ غیاث نے البتہ اس کی
بڑبڑاہٹ سن لی تھی کیونکہ وہ اس کے ساتھ دلی کرسی پر
براجن تھا۔

"قاندوٹی سے کھانا کھاؤ غفران..... باتیں بعد میں
کر لیں۔" سرسرفنری سے سنجیدگی تو وہ رہا پلاٹ پٹ پر جبکہ
گھبراہٹ کھانے کے بعد چھوٹے کا دور چلا پھر سب بڑھاپے
اپنے کمروں میں چلے گئے لاڈلی میں اب غفرانہ غیاث
غریبہ عمر اور غفران تھے۔ غفران حسب سابق لیکن نامہ
لے کر بیٹھا تھا حاصل ناشی سے لی دی ہر نظر میں جاتے
تھے جیسی غیاث بارگزن اگھیلوں سے اس کی کھوئے نوٹ
کر رہا تھا بظاہر لی دلی ہر نظر میں جاتے وہ کسی گہری سوچ
میں گھر گئی۔

"حاصل آتی....." غفران نے اسے کارواہو خیالوں
کی دینا سے لکل گراس کی جانب متوجہ ہوئی۔
"میں ایک بات بہت دلوں سے سوچ رہا
ہوں۔" چہرے پر سنجیدگی طاری کر کے وہ انتہائی
معصومیت سے بولا۔
"دیکھیں میں سب اسی گھر میں پیدا ہوئے ہیں یعنی
بابا چانچہ چھوٹے اور آپ کے علاوہ ہم سب عین دالے
لوگ۔" تنہید باندھتے ہوئے آخری تین الفاظ پر اس نے
مدت بڑھا کر کہا۔
"تم لوگ کیا کھسر پھسر کر رہے ہو یہاں میں اتنی اہم
بات کہہ رہا ہوں۔" اس نے غفران اور غفران کو قاطب کا جو

ہماری کیا ہم کر رہی تھیں۔
"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اگر....." اس نے ٹھکانہ کرکھا
صاف کیا۔
"اب کبھی چکر ورنہ ہم سونے جا رہے ہیں۔"
غفرانہ بے بندی سے بولی۔
"تم سارے لوگ احباب ہمارے دلا ہوا ہی خدا
ہوں کچھ کھسکو خالی ہے غیاث بھائی کا کتنا احباب
کر رہی ہیں۔" اپنے نام پر حسد کی نظریں غیاث سے
کھرا میں وہ سرگراہ تھا حاصل کا دل جیسے گا اور اس نے
نظریں جھکا لیں۔
"میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر حاصل کی بھی یہاں اسی گھر
میں پیدا ہوئی ہو تو سب ذرا سوچ کر بتاؤ دہاں میں کام
کیا کرتے ہیں؟" گھراں ہلاتے ہوئے اس نے اپنی بات مکمل
کی۔ حسد نے لٹی میں سر ہلایا کیا گہری ہڈی ہڈی کچھ
نہیں ہو سکتا۔
"میرے خیال سے غرا....." سب سے پہلے
دلی بولا۔
"غفرانہ....." غفرانہ کی آواز جیسی حسد سکرانے
ہوئے سننے کی حوالہ دیتی دیکھتے تھے۔
"غریبہ بھی تو ہو سکتا تھا۔" غریبہ دہشی آواز
میں بولی۔
"اب میں کیا بولوں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" غفر
منہائی آواز میں بولا۔
"مجھ تو سمجھی نہیں ہے بیٹا کیونکہ انسانا کھٹ ختم ہو گیا
ہے۔" غفران کی بات پر حاصل سمیت سب بے ساختہ
نہس رہے۔ حسد کے چپکے موتوں جیسے سفید دانت واضح
ہو گئے غیاث کی تک لک لک سے دیکھنے لگا وہ بہت کم ایسے
ٹھکانہ کرتی تھی۔
"آہم....." غفران شرارت سے ٹھکانہ اور غیاث کی
حموتی دلی۔
"اب میں بتاتا ہوں یہ جاپ لوگوں نے نام بتاتے
یہ سب تو غیاث بھائی کے بچپوں کے رکھے چائیں گے

بنت کی بیوی کا غم بڑھ رہا ہے
پھر بھی... پھر بھی...
موسم کا بارانا تھا نہیں
نہاں چھوڑنے سے رائے ساتوں میں چلوں کا سکرنا
نفاض خوشبوؤں کا پھیل جانا
پتھر پانی کا صاف ہونا
اتنا صاف نہیں ہے
زرد چٹن پر سڑ کر کے بہا رہا تھا
غبار لودی بیوی سے نہیں ڈھونڈ لانا
اتنا صاف نہیں ہے



حسن باؤس میں خوشیاں ہر سو مٹکی ہوئی تھیں آج
حاصل اور غیث کی پہنڈی تھی۔ پیلار بزرگ میں حاصل
پر آج جیسے چاند کی جائے آبی آبی سیاہ لیے ہال آج
چوٹی میں عقید ہو کر کمر بھول رہے تھے۔ سوئیوں کی لڑی
سے چوٹی اور مٹی خوب صورت لگ رہی تھی۔ گیندے اور
موتوں کا زہر حاصل کی دودھیا رنگت پر بظریعہ منظر پیش
کر رہے تھے۔ شیا حسن (ٹانو) ابراہام حاصل کی بلا میں تھی
نہجک رہی تھیں آج تو ان کی شاہنشاہی دیکھنے والی تھی اور
کیوں نہ ہو ان کی کہ پڑے اور تو ان کی دلوں کی شادی
ہوئے جاری تھی اور تو ان کی آج اپنی لاشی تک
موسم اور گیندے کی لڑیوں سے جگمگ رہی تھی۔

عقید اور غم اور غم حاصل کو تیار کر کے خود تیار ہونے چلی
گئی تھیں۔ بنیم فطفر اور بنیم فطفر ہندی کی رسم کے لیے
لوازمات کا اہتمام کر رہی تھیں۔ لڑکیاں بالیاں ڈھولک کی
تھاپ بگائے گا رہی تھیں حاصل دل سے میرے دہم تیار
دور کر کے اس ماحول سے محفوظ ہو رہی تھی۔ اس کے
چہرے پر ایک سر سے بعد کی سکرابٹ تھی۔
کچھ برس میں ہی تیار ہو کر نیچے آگئے تھے غفران
حسب عادت دادی کے پندہ یا ماموں کو نشانہ بنائے
معمو یاں چھوڑ رہا تھا آج بھی مردوں سے سفید لباس ہار
لگے میں زرد روپ ڈال رہا تھا جو ان سب پر خوب جگ

رہے تھے۔ رسم کے لیے غیث کا انتظار تھا سب باری
باری مسلسل غیث کو کون کر رہے تھے لیکن غیث تو نہیں
اٹھا تھا۔ دس بج رہا تھا۔ شوش نے سب کا کان
گھبراہٹ سے سامنے آ کر جا کر بھی دیکھا لیکن کہیں
کوئی آتا تھا۔ حاصل تک بات پہنچی تو اس کے سامنے
دہم سارے درواہاں لوٹ گئے۔ کسی نہ ہونی کے خیال نے
اسے ایک بار پھر گھبراہٹ میں رات گزرتی تھی۔ صبح کے
وقت غیث تو نہیں آیا تھا لیکن ہسپتال سے فون آیا تھا فون
حاصل نے اٹھا لیا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ ”غیث کی گاڑی کا
ایکسیڈنٹ ہوا ہے گاڑی پر مارجن چاہا ہوگا ہے ڈراما تیار
کی حالت بہت ڈانک ہے۔“ کہتے دلا اور مٹی کچھ گھبرا
رہا تھا حاصل کے ہاتھ سے دیر سے چھوٹ گیا وہ لہو وار کر
پڑی تھی۔

”کیا ہوا؟ کیا ہوا؟“ سب ہی دودھ کر کے گرد
جگمگ ہو گئے۔
”غیث کا ایکسیڈنٹ۔“ مٹی ہسپتال۔ ”سب اپنی
جگہ راکت ہو گئے۔
”میں نہیں ہوں۔“ یہ موسم نہیں ہے۔ کہا تھا
اسے۔ ”اب رہا رہا تھا۔“ اس نے میری ایک نئی۔ ”وہ
ہوش دہاں سے بچا نہ ہو رہی تھی۔ فطفر اور تیار ماموں فوراً
ہسپتال کے لیے نکل گئے کسی کو کچھ نہ تھا رہا تھا کون
کے کیسے لگی۔ اے۔ سب ایک ہی جگہ پر سوچ رہے تھے
سب کو ہی حاصل کی سوچ اس کے دہم اس کے گرد لپکتی
محسوس ہونے لگی۔

خبریں ہلچل مچ رہی تھیں گئی راتیں دو شیاں بچھ رہی
تھی سیاہ پردے ہر طرف لہانے لگے۔
میرے احساس کی تھی میں
کہ سزا دہم کا سیرا ہے
رونجہ جانے
جانے کب سے پتہ چھڑ کے
وہ پھینکے سدا سدا دھڑکے
کہ نہ تیار دہم میں

خیال اپنی رحمتیں لکر
کوئی کوئی نہیں تھی
یہ بار سال کی شاہنشاہی
ہوئی خبر میں بھی ہے
کہ ان کی کچھ سے سید کے پتے
بڑی مشکل سے آگ نہیں
جھاگ نہیں۔

تو جلدی زبست کاچا ماموں
انہیں اس شاخ پر گھٹنے نہیں دیتا
ہر پتے نہیں دیتا
یہ سو گھڑ رہتے
اب میرے اس سوئے خوابوں کا مردہ ہیں
جینیں ماموں کی آج تھے
تعبیر سے پہلے
جلا کر کھا کر ڈالا
میرے سدا
میرے احساس کے دہاں میں کہیں
بہاں کی لوشٹا بھول بھی ہیں؟

تقریباً دو گھنٹے بعد بڑے ماموں گھر کے بیرونی
دروازے سے اندر داخل ہوئے کے ساتھ میرے ماموں
تھے اور ان دلوں کے پیچھے تھا ہارا ڈھول لیکن جگ
سلامت غیث تھا۔ حاصل نے جیٹی سے جلد سے کچھ رہی
چند منٹ ہو کر دیکھتی ہی پھر دودھ کر کے ایک پتلی آتھ بڑھا
کر دے تارے اس کا تھوڑا کچھ کہیں خواب نہ کچھ رہی
ہو۔ تڑپ کر بناس کے جمع ہونے کا لحاظ کے اس کے
سینے سے لگتی غیث اس کی کیفیت بچھ رہا تھا۔
”یہ بوقے لڑی۔“ بات پڑی تو سن گئی تھی۔ ”وہ
پیارے سے اسے انٹ رہا تھا اسے ہی حاصل کو اپنی پوزیشن کا
احساس ہوا وہ کل ہو کر پیچھے ہوئی۔

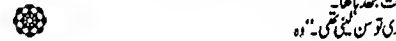
”غیث کا دورے اس کی گاڑی پر کچھ کر کے لیے لے
کر گیا تھا اس کے ساتھ دہاں میں حادثہ پیش آیا۔ اطلاع

لے بغیر جلدی میں نفس ہی موبائل بھول گیا اور
ہسپتال چلا گیا۔ رات بھر ہسپتال کے معاملات اور
پریشانی میں اٹھا رہا تھا۔ جگ خیال آیا تو وہیں سے ڈراما کر
گھر اطلاع دینے کو کہا لیکن دہاں کی جگہ اپنا
میں پڑی بات ہی نہ تھی۔ ”فطفر ماموں تفصیل سے آگاہ
کر رہے۔“ سیاہ چادر پھٹنے لگی رنگ ایک ایک کر کے
روشن ہونے لگے۔

”میں نے کہا تھا ماموں مہم کے اندر ہوتا ہے یقین
نہیں آتا تو اسے اندر جھانک کر دیکھ لو۔“ غیث ہولے
سے حاصل کے کان میں نکلتا۔
”میں بھی تمہارے لیے اٹکاس ہوں ناں؟“ وہ یقین
پر میرا چاہتا تھا غفران کی تیر نظروں سے یہ منظر بھلا کیسے جگ
سکھ تھا۔ شراہت سے حاصل کے گال چپنے لگے اور اس
نے ہولے سے شہادت میں گردن ہلا دی۔

”میں سوچ رہا ہوں کہ اب اپنے خاندان سے نہیں
دالے تم کہ کر کے کاف کا اجرا کر دیا جائے تو پھر بھائی
آپ کا اپنی ہیں کاف سے۔“ بات کہتے ہوئے وہ
دروازے تک پہنچا ایک سے بعد سب کی کچھ میں بات
آگئی سب نے دروازے کی جانب گھر کر دیکھا اور پھر
ایک آگئی جگہ فطفران باندھ رہی تھی۔

امید کے بھول کھٹنے لگے تھے
سارے دروازہ اپنی جگہ چھوڑ رہے تھے
اب ہر طرف خوشیاں تھیلیاں اور پریاں رقص
کر رہی تھیں۔
موسم خوب صورت ہوتے ہیں یہ بات حاصل کو
دیر سے ہی پر بچھ تھی۔



تیری زلف کے سرواز تک

اقرا اصغیر احمد

جو آسمان پر ہمیشہ رہا ہے آج اسے
ہمیں بتانا ہے اک جگہ زمین بھی ہے
اتنا پرست ہے وہ جانتے ہیں ہم لیکن
وہ خود بلانے گا اس بات کا یقین بھی ہے



(گرشیدہ قسط کا خلاصہ)

ابراور نفل ساحل سمندر پر انشراح کو بھانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن نفل اس کی خود کشی کی حرکت پر شاکہ زدہ رہتا ہے جب ہی وہ اسے دل میں اس کے لیے ہمدردی محسوس کرتا ہے ہمارے عاکلہ کے گھر لٹا تا ہے اور وہ وہیں تمام بائیں عاکلہ سے بچتر کرتی اپنی خود کشی کے بارے میں کسی کو نہ بتانے کی درخواست کرتی ہے ایسے میں جہاں آرائیگ بھی یہ بات کچھ جانی ہے اور وہ انشراح کی زندگی کی چٹائی اس کے سامنے رکھ دیتی ہیں کنویرہ جو ایک مردہ دیکھ کر اس کے ہاں سے اس کی خالگی حقیقت دیکھ کر ہی وہی راصل اس کی ماں سے اور ہمیں میں ایک ہر ماں بھی مردہ دیکھ کر یہ حقیقت جان کر انشراح اپنی ماں پر دشمن سے بات کرتی ہے مگر وہ اسے ٹھکر کرنے سے انکار ہی ہو جاتی ہے یہ انکار ہی کی بنا پر انشراح کی شادی شدہ زندگی کو بھانے کی خاطر کیا جاتا ہے لیکن دشمن کی یہی اصرار کو مزید مشتعل کر دیتی ہے ایسے میں جہاں آرائیگ کے باپ کی بھی اصلیت دیکھ کر اسے اس کا گھر لٹتا ہے کہ اس کا باپ ایک مشہور سیاستدان اور نفل کے اکل کی حیثیت سے سامنے تا ہے یہی سچ حقیقتیں اسے مل رہی ہیں ایسے میں باغیانہ جذبات اس کے اندر جھرجھلنے لگتے ہیں اور وہ سب سے خائف ہوتے ہوئے بدلے کی آگ میں جھلنے لگتا ہے۔ سارا نفل اس کی سے کسی پر کڑوسی ہے ایسے میں لااریب اس کے دورمری لڑکی میں اولو ہونے کا بتاتا ہے اگرچہ یہ بات شکوک و شبہات لیے ہوئی ہے لیکن ساری کا دماغ ایسی بات پر الجھ جاتا ہے کہ نفل اس کے علاوہ کسی اور کو پسند کرتا ہے دورمری طرف زید سووہ کے ہاتھ سے خون لگتا دیکھ کر مشتعل ہو جاتا ہے اور وہ وہی خاسخی راج کلاہی ہو جاتی ہے جب ہی وہ سووہ کو زیدنگ کی خاطر اپنا چال لے جاتا ہے مگر زید کو مردہ کے جنازہ قریب کرتا ہوا دیکھ کر اسے اس کی قدر دور بھانے سے باندھ کر افرار و رمضان کے ساتھ لا ہوتا ہے اور میں جینے کو بھی بلائی ہے اور جلد اپنا پروپوزل بھیجے گی بات جینے سے کرتی ہے جینے اس کے کہنے پر دلائی کو زید کے گھر بھیجتا ہے لیکن زید کے لیے جینے کا یہ پروپوزل کی شاکہ سے کم نہیں ہوتا اور وہ اس رشتے سے صاف انکار ہی ہوتا ہے ایسے میں عمر مراد بھی اس کا ساتھ دیتی ہیں لیکن باندھ واپس آتے ہی جینے سے اپنی بخت کا ذکر کرتے ہر صورت اس رشتے پر آمادگی ظاہر کرتی ہے بصورت دیگر وہ خود کی کا کہ عمر مراد کو خوف زدہ کر دیتی ہے۔ (آپ کے پڑھنے کے لیے)



زید پر لگا پڑتے ہی عمر مراد بھی گھبرا کر کھڑے ہو گئی۔

”جینا آؤں۔۔۔ وہاں کیوں کھڑے ہو۔۔۔ وہ تو کھلائی گئی تھیں۔“

”بھائی!۔۔۔ میں نے بہت کس کیا آپ کو کوئی ٹوہ بھائی۔۔۔ وہ بھاگ کر اس سے لپٹ گئی تھی زید نے بہت محبت و شفقت سے اس کے سر پر بوسہ یاد اس کی بات سن نہیں سکا تھا۔“

”میں نے بھی تم کو بہت کس کیا تم کھری ساری مدقتیں اپنے ساتھ سیٹ کر کے گئی تھیں صرف اداسیاں گھر میں ڈیرہ جمائے ہوئے تھیں۔۔۔“ وہ اسے بازو کے گھیرے میں لیے ہوئے زید پر بچھ کر لایا اور اس کا خوشگوار دھڑکتا ہوا ہاتھ اس کے

نے کچھ سانس بھی ڈکڑ کر یہاں ایک قیامت آگئی ہوئی۔ عمر مراد اور باندھ نے کچھ کا سانس لیا تھا پھر عمر مراد خود بھی دوسری طرف آ کر بیٹھ گئی اور سکون انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”وہاں خوب انجمائے تو کیا کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟“ اب وہ اس کے چہرے کو بخور دیکھتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔

”جی بہت انجمائے صحت ہوئی۔“

”رنگی.....! لیکن تمہارے چہرے سے تو نہیں لگتا ڈسٹرب لگس دہی ہو کوئی بات ہے..... پر اہم ہے کیا؟“
 ”اے کیا پر اہم ہو سکتی ہے بھلا بھلا کی موجودگی میں عفراتے زیادہ وہ اس کا خیال رکھ رہی تھیں۔ یہ تو ممکن
 کی وجہ سے چہرہ اتر گیا ہے ورنہ ڈسٹرب ہونے والی کوئی بات ہی نہیں ہے بیٹا۔“ انہوں نے مسکراتے ہوئے
 وضاحت پیش کی۔

”مما ٹھیک کہہ رہی ہیں ریٹ کروں گی تو فریش ہو جاؤں گی۔“ وہ جراسکرائی وگرندل تو باقی ہو رہا تھا کہ صاف
 صاف اس سے کہہ دے کہ وہ جنید کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔
 ”اوسکے ممانے تم کو بتایا کہ جنید کی رادی تمہارا پر پزل لے کر آئی تھیں تمہاری کیا مرضی ہے اس پر پزل کے
 بارے میں؟“ وہ بتا سکی تمہید کے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

”ہاں کاتے دیر پئی کئی ہوئی ہے ذرا آسلی سے معلوم کروں گی۔“
 ”چلیں ابھی میں نے رائے معلوم کر لی ہے بتاؤ مانکہ کیا رائے ہے تمہاری؟“
 ”کیسی باتیں کرتے ہو بیٹا..... مانکہ کیا رائے دے گی؟“ عمراتہ بیٹی کی آنکھوں میں بغاوت دیکھ چکی تھی
 اس سے کوئی بعید نہ تھا کہ وہ اپنے حق کے لیے بھائی کے سامنے بھی لگاؤ نہ مروت والا رائے طاق رکھ دیتی اور جواباً
 وہ اس کی صورت دیکھنے کا بھی رو اور نہ ہوتا تھا حیات اور وہ ماں ہونے کے ناطے ایسا کچھ برداشت نہیں کر سکتی
 تھیں سو فوراً بولیں۔

”مما..... زندگی مانکہ کو گزرائی ہے اور پھر یہ اس کی زندگی کا معاملہ ہے یہاں ہم سے زیادہ اس کی رائے کی اہمیت
 ہے اور میں اس کی رائے کو اولیت دوں گا۔“

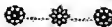
”اے یہ کیا رائے دے گی؟ کیا بچوں چچی باتیں کر رہے ہیں؟“
 ”میں جانتا ہوں جنید کی رادی زیادہ انتظار نہیں کریں گی ان کی عادت ہر کام بہت جلدی سرانجام دینے کی ہے وہ
 رات تک بھی صبر نہیں کریں گی۔“

”جب آپ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ رشتہ نہیں ہو گا پھر مانکہ کی ہاں یا نہ کا کیا سوال؟“ وہ اچھے انداز
 میں گویا ہوئیں۔

”میں نے آپ کے آنے کے بعد رات بھر سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس اہم فیصلے کا حق مانکہ کا ہے اس کو ہی
 فیصلہ کرنا چاہیے۔“

”لیکن آپ کے ستر دکر نے کی وجہ بھی تو کوئی ٹھوس ہوگی آپ نے کہا تھا ایک دوست ہی دوسرے دوست کے
 بارے میں اچھی طرح جانتا ہے پھر آپ کی اور جنید کی دوستی بچپن سے ہے آپ کو اس کے کردار مزاج و عادات کے
 بارے میں تمام معلومات ہیں اور یقیناً میں کچھ ایسی بھی ہوں گی جو اس کو اس قابل نہیں بناتی ہوں گی کہ وہ ہمارا مانا دین
 سکے۔“ وہ مانکہ کے چہرے کے بچے بگڑنے والوں کو نظر انداز کر رہی تھیں۔ ”تب ہی آپ نے انکار کیا تھا میں بیٹا۔“

”یہ کس طرح ممکن ہے ہما..... جنید بھائی کے دوست ہیں ایک دوست دوسرے دوست کی شناخت ہوتا ہے۔ میں
 اپنے بھائی کو اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ ایک قابل فخر بھائی ہی نہیں آئیڈل انسان بھی ہیں اور ایسے انسان کا دوست
 کس طرح خراب کردار یا مزاج کا ہو سکتا ہے۔“ مانکہ نے جس طرح سے جنید کی طرف سے صفائی پیش کی تھی اس کے
 اعتبار اور اعتبار نے دونوں کو ہی ششدر کر دیا تھا۔



”شرعاً تو چاہیے تم کو ماہدہ بھائی کے سامنے کیا دل بول کر کہی ہو؟“
 ”مما پلیر..... آپ ان کو نقل نہ ہوں، ہم دونوں کو بات کرنے دیں۔“ چنید نے اس کے گھر میں نقب لگائی
 تھی اس کے اعتقاد و مردو سے کا خون کیا تھا وہ ہر بار اس کو دوسروں کے گھر چلانے سے باز رکھنے کی سعی کیا کرتا تھا
 اور وہ اتنا ٹھکانا دہی و جنت ثابت ہوا تھا کہ..... دل تو گھر یا حاشیف میں موجود ہوا اور کی تمام گمراہی اس کے
 سینے میں اتارنا چاہے اور اس دنیا کو اس کے وجود سے پاک کر دے لیکن دل میں گئی آگ کو دیکھنا کہاں کو
 پر پتیاں سے دور رکھنا تھا۔
 ”آپ نے تم گھر میں اس کو بھائی کے ساتھ باپ کی محبت بھی دی ہے اپنی خوشیاں قربان کر کے اس کے لیے
 خوشیاں بنواری ہیں اور میں.....“

”تب ہی تو کہہ رہی ہوں بھائی نے ہمیشہ پر فیصلہ گیری مرضی کے مطابق کیا ہے پھر یہاں اتنا اہم فیصلہ بھائی
 میری مرضی کے بغیر کیوں کر لیتے ہیں؟ یہ میری زندگی کا معاملہ ہے اور میں جانتی ہوں چنید کے علاوہ میں کسی دوسرے
 شخص کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی بلکہ جو ہے کہ میں چنید کے سوا کسی سے شادی نہیں کروں گی۔“ کل بات جب خبر
 ملی تھی اس کے اس رشتے سے انکار کی دھواں دہشیں مل رہی تھی ادب و وسارہ کے لفظوں میں بدل گئی تھی۔
 ”ماہدہ حد میں رو باؤں کیا ہوا کیا ہے؟ میں جو زبان پڑا رہا ہے وہ جاسوس سمجھے بولے جارہی ہو، کوئی لحاظ و
 مردت نہیں رہی ہے میں سمجھتا تھا، آج چنید کے استے قریب تم کو ہونگی کہ ایک لڑکے کی خاطر میں اور بھائی کا
 ادب دیکھا بھی بھول گئی ہو۔“ عمر اند کہہ رہی تھی میں یہ ذلیل اپنے غصے اور اشتعال کو کنٹرول کر رہا ہے اور ماہدہ کی
 ذمہ داری دے شری ثابت کر رہی تھی کہ اس پر چنید کی محبت کا چڑھا محبت سرچڑھ کر بول رہا ہے بروقت اس محبت کو قابو
 نہ کیا تو بات بہت درد تک جانے کی ذمہ داری چنید کی نہیں ہوتی ہے پہلے بھی بے شمار لڑکیاں اس کی زندگی

میں آچکی ہیں وہ فطرتی ہے تمہارے ساتھ وہ لا لاک نام نہاد نہیں کرے گا جب وہ کم چھوڑ دے گا پھر کیا کرے گی؟
 اس کی مریضہ آواز بدستھی بلکہ کہیں ہیں جہنگ میں اس احساس کے تحت کہ محبت کی تالی دونوں ہاتھوں سے کھتی
 ہے تو اس تالی میں دوسرا ہاتھ اس کی بہن تھا۔

”یقیناً میں، میں بھائی اگر ایسا ہی ہو گیا تو میں بھی آپ سے اور ماسے شکایت نہیں کروں گی اور ویسے بھی مجھے
 پاک لگتی ہے کہ چنید کی زندگی میں بے شک بے شمار لڑکیاں آئی ہوں گی مگر میں ان کی زندگی میں آئے ہوں، آئی خری لڑکی
 ہوں گی میرے بعد کوئی لڑکی نہیں آئے گی۔“ وہ چنید کے کہے کے لفظوں کو دہرا رہی تھی گھمے گھمے گھمے گھمے میں گھر اس کو

چھایا گیا تھا۔
 ”اب کو کایہ اصحاب ملوے ہوئے عسکریں ہوتے تھے نہ جانے وہ کس سے غفلت کا مرکب ہوا تھا اور وہ ہموار
 اس کے گوشن میں گھس پاتا تھا اور اس کی بھول میں کہن کو بھکانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

”ماہدہ.....! عمر اند تھیر گئی۔
 ”اب کچھ کہنا سننا فصول سے ممتا..... آپ داد کو کال کر دیں اور تاپا اور تانی کو بھی بتادیں کہ آخر میں جواب دینا
 ہے۔“ وہ کہہ کر بہت تیزی سے نہاں سے چلا گیا۔ ماہدہ کے چہرے پر ہرست دہی گھٹیاں پھیل گئی وہ بے تحاشہ خوش گئی
 جبکہ چراغ خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

عالمگیر اور بار کا لکڑا بہت سادگی سے ہوا تھا دونوں کی فیملی کی علاوہ دوسروں میں صرف فوٹل اور اشراج نے
 شرکت کی تھی اس آقا کا ہاں وہاں دالے لکڑا کی وجہ بار کے والدین کی اگلی نذر داگ گئی تھی جہاں ان کا بڑا سقا تھا اور وہاں
 ان کے بچے بھی سائل بھی تھے جن کو کوری مل کر تھا۔

”بہت مبارک ہو عمار۔“ فرخا کشمیری بولی مردو کی، ”فوٹل اس سے گلے ملنے ہوئے مسکر کر گویا ہوا۔
 ”بھیکس یاد..... مونیج پڑا کا ماہدہ کی کہتے ہیں یہاں کو میری لکڑی نہیں تھی ایک مونیج پہلے گونا تھا اب پھر
 لاٹھ نور پر جا رہے ہیں اگر اب بھی میں نہیں ہر سوں نہ جاتا تو بلی گاڑی تھی۔“

وہی سرت سے اس کا چہرہ کھلا جا رہا تھا وہ ماہدہ کا کہے بعد خوش تھا عالمگیر کو لڑن سوٹ میں کو لڑی چیلری اور
 میکاپ میں عام بولوں سے بالکل مختلف اور خوب لکڑی تھی۔ لکڑا کے بعد ایک بڑے ٹکلف و زکا کا اہتمام کیا
 گیا کیونکہ دونوں طرف سے صرف ان خانہ ہی مدعو تھے اس لیے کھانے کا انتظام ڈانٹک روم میں کیا گیا تھا جہاں
 وینڈر کھانا سرو کر رہے تھے خوشوار احوال ہر ایک کا خوشی سے چہرہ دیکر رہا تھا۔ اشراج بھی عالمگیر کو خوش و مطمئن
 دیکھ کر اپنی زندگی میں در آنے والی ساری تنہائیاں و غم بھلانے سکراری ہو گیا تھا۔ عالمگیر کو اس کی ساس اور سرسالی خواہشیں
 ٹھہرے تھیں کسی ماس کی اس لیے مدعو شنگ لگ رہی تھی۔

حور بانوں سب کو کھانے کے کمرے میں لے گئیں اب ماہدہ اور اشراج تھیں تنہائی پاتے ہی عالمگیر اپنی
 ہو کر بیٹھے ہوئے مطمئن زدہ تھے میں بولی۔

”ف! ف!..... تنہا شکل سے ایک جگہ گردن جھکا کر بیٹھے رہتا میری کراؤ گردن اکڑ کر رہ گئی ہے سارا دل تنہا ہے
 پار میں ہے جا کر فحش کر دیا میں کل ہو رہا ہے بیٹھنے کی سزا میں ہے۔“
 ”دل میں لڑو چوٹ رہے ہیں اور باہر بڑی بے ڈاری دکھا رہی ہو۔“ وہ بھی اپنی انداز میں بیٹھے ہوئے شوشی
 سے گویا بولی۔ ”نیکلی عالمگیر..... آج تم بہت کیوٹ لگ رہی ہو بے حد پر ہنسی۔“

”اس میں میرا کیا کام!..... یہ سب بیڑیش کی محنت ہے۔“
 ”تم نے کسی میک اپ پر نہیں کیا کیا بیڑیش کے علاوہ زیادہ کمال تمہاری سادگی کا ہے دیکھا ہے بھائی کی ماس پر
 کس طرح خدا اور ہی تھیں۔“

”مما بے ہمیشہ میری سادگی کا درس دے رہے ہو کہتی ہیں کنواری لڑکیوں کا جتنا سنورا کوئی مٹی نہیں رکھتا۔ بیت حوا کا
 صرف بے خاندان کے لیے ہی جتنا سنورا جاتا ہے اور ٹھیک آج دو دن کیا۔“
 ”مگر.....؟“ بھئی کی بہت سی باتیں میرے دل کو چھو رہی ہیں۔
 ”تم کہہ رہی ہیں ہالی کو لے کر آنا کہ پھر کیوں نہیں آئی ہے وہ؟“

”نما کو طبیعت ٹھیک نہیں ہے رات سے نوروہ نہ ان کی وجہ سے نہیں آئی کسی دن مبارک ہوا ہے آئے کی تم
 کو۔“ معاذ خدا منے اشراج سے کہہ کر کہا کہ کیا میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔
 ”ہاں بھائی مجھ سے ملنا چاہتا ہے ہیں یا تم؟“ ملازم کے جانے کے بعد وہ اس سے شوشی سے گویا ہوئی تو وہ محض
 مسکرا کر رہ گئی۔

”معلوم کرتی ہوں دیسے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔“ وہ باہر نکل کر ٹیوگے روم سے باہر وہ اس کو کھڑا رکھائی دے
 گیا۔ فوٹل بھی تھا پھر تھری میں سوٹ میں جا رہا تھا آہٹ پراس نے بھی نگاہ اٹھائی تھی۔
 بلڈریڈ اینڈ بلیک کنٹراسٹ اسٹائل سوٹ میں اس کی ہوٹوں کی لائی لکڑیوں کی مانند دک رہی تھی اور گھٹے سہری

پاؤں کا جنگل اس کی پشت کو ڈھانپے ہوئے تھا۔ پاؤں میں ردی کے چمکتے تھامس تھے اور دودھ کی رنگت بھی نکلتی تھی۔
 میں بائیں ہاتھ میں راج اور دائیں میں ردی کے ٹکڑے والا پر سیٹ دیکھ رہا تھا۔ نامعلوم وہ پہلے سے اتنی حسین دولہا
 تھی یا اس کے کسی کی؟ انھوں میں اس پہلے بصارت جا چکی تھی اس نے دیکھا اور دیکھا ہی رہ گیا ایک قیامت تھی جس
 کے دل کو گرگزی ہوئی۔ وہ ایک اداسے بے نیازی سے چلتی ہوئی باہر کی طرف بڑی اور اس کو دیکھ کر کسی نہ کو کیسے بڑی
 قائل ہوا گی۔

"انتی بے ڈھائی سی؟ پہلے دن ہی آپ تو بے مروت بن گئی ہیں۔" باہر نے دیکھتے ہی بھر پور انداز میں شکوہ کیا۔
 "وقت کا تقاضا نہیں ہے دلہا نہیں ہے۔ یہ ردی دکھانے کا دن آج ہی ہے۔" ایک عرصے بعد اس کے کچھے میں
 پرانی شوخی و کھٹک و انکساری کی گھٹی۔

"پلیز سسٹر..... یہ بے وفائی ہے۔ بے ڈھائی کسی اور وقت کے لیے اٹھار بھی تھی تو آپ ایک اچھی سال کی ماہند میری
 مدد کیجئے ساتھ دیکھیے میرا۔" قہری جیس سوٹ میں باہر کے چہرے پر خوشیوں نے کس پہیلانے ہوئے تھے محبت کو
 پالنے کے تمام جذبوں سے وہ سرشار دکھائی دے رہا تھا۔

"عالمہ کو مبارکباد ہو اور جانتا ہوں پاپیڑ کس منٹ کی ملاقات کرادیں۔"
 "ارے..... آپ نے مجھے کیا سمجھا ہوا ہے؟"
 "اوہ..... سو..... سوری میرا مطلب ہے آپ میری بہن ہیں۔" وہ اس کو خفا ہوتے دیکھ کر بری

طرح پر دل ہوا تھا۔
 "ایم جو تک آپ تو گھر اسی گئے۔" وہ بے ساختگی۔
 "ہائی گاؤ آپ نے جیج زاداد یا تھا پھر ملواری ہیں ناں؟ میں وعدہ کرتا ہوں کس منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔

ابھی سب کھانے میں بڑی ہیں میں نے کچھ بچا کر کھل آ یا ہوں تاکہ عالمہ کو ایک گٹھو کیسکوں بہت خواہش ہے میری
 اس کو اس روپ میں دیکھنے کی۔

"یہ بہت مشکل کام ہے اگر کوئی آ گیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔"
 "یاد رکھی تو کچھ بول ناں کیا کتنے کی حالت میں کھڑا ہے؟" وہ گم گم سے نول سے مدد مانگنے لگا۔
 "اٹھ سوری تو آئی تھیں میں یہاں تمہاری کوئی سیلپ نہیں کر سکتا۔" وہ ڈھونڈ کر دیکر ہوا سمجھ کر گیا۔

"اوہ گاؤ میں کسی پتھر سے بیٹھو نے لگے ہوں جس کی اپنی زندگی ہے نگہ ہودہ بھلا کی دوسرے کی زندگی
 میں کس طرح رنگ بھرے گا یہاں میری سیلپ آپ کو بھی کرنی ہوئی خوشی تھی۔" وہ اس کے کتے کے ہاتھ جوڑے
 ہوئے گویا ہوا۔

"اوکے....."
 ہم پر اہم تو دیے بھی ہے ایسے بھی کسی
 نام پر ہم تو دیے بھی ہے ایسے بھی کسی

اس نے نظروں کو ہوا جتا کر کہتے ہوئے ایک گٹھو نول پر ڈالی گئی وہ بھی اس کو دیکھ رہا تھا بے خبر کو دلوں کی نگاہیں
 گرا بیٹیں ایک کی نگاہ میں کوئی کیسٹ تھی جبکہ دوسری نگاہ میں ہر شے مجھے تیروں کی کھٹک تھی۔

چندیدہ دادی آ کر نامہ کی انگلی میں جیندے کے نام کی انگو پھینکی تھیں گھر کے کسی لوگ اس رشتے پر خوش تھے۔
 آکچل فوری ۲۰۱۸ء 88

زید بگدن خفا ہونے کے بارے میں یاد تازگی کی خاطر ہونٹوں پر نل لگائے وہاں موجود رہا تھا لیکن نامہ کے چہرے پر
 حقیقی خوشی طرحت دیکھ کر اس کی نگاہیں ہمیشہ قائم رہنے والی خوشیوں کے دھار کنار ہوا تھا۔ اتنے اہم موقع پر بھی
 مدثر صاحب کی غیر حاضری گواہ کی اس بات کی کہ وہ ہمیشہ کی طرح ان کے فرائض و محبت سے غافل رہے ہیں اور جہاں
 کے اس کو معلوم تھا سودہ اور پیارے یہاں کے رشتے کے حوالے سے وہ ہر بات میں پیش پیش رہے تھے کو کہ بات
 ابھی تک ہاں اور ناں کے دائرے میں ہی مقید تھی اس کے باوجود بھی ہر بار انہوں نے اپنے ہونے کا بھرپور مقین دلایا
 تھا اور کسی بچی کی باری پر غاضب تھے کیسے بائیں اور جسے کسی حرکت اس کو ان سے دور کر دیا کرتی۔

"کیا سوچا چاہا رہے ہو خودوار؟" ماما تاپا کی آواز پر وہ چٹکا رہا اس کے قریب ہی صوفے پر براجمان ہو گئے تھے۔
 "سودہ کو کافی کا کھنکرا پاؤں میں نے تم کو یہاں آئے دیکھا تو سوچا ساتھ ہی بیٹیں گے کیا بات ہے آج تو خوشی
 کا دن ہے اور تم اس دقت میں مجھے خاصے پریشان دکھائی دے رہے ہو؟" اس کی طرف دیکھتے ہی وہ گھر گھر سے لہجے
 میں گویا ہوئے۔

"تھک چکا ہوں تپا تپا جان..... کچھ بے کاری ہو چکی وہاں مرغ بھاٹی ہیں۔" اس کی پیچیدگی ہنوز رہی۔
 "کیا سوچیں ہیں پتا تو چلے جاتا؟"
 "آپ نے ڈیڑی سے براہیل نہیں کیا؟ نامہ کے رشتے کا نہیں بتایا تھا؟ جانتا ہوں پہلی اطلاع آپ نے ان
 کو ہی دی ہوگی۔"

"ظاہری بات ہے پہلا تو آپ ہونے کے نامطاس کا ہی جاتا ہے۔"
 "آپ کو یاد ہے مجھے یاد ہے لیکن ان کو یاد نہیں ہے کہ وہ ہمارے باپ ہیں۔ ہم بھی ان پر کچھ حق رکھتے ہیں ان پر
 بھی کچھ فرائض لگاؤ ہیں جو دی طور پر نہ کسی گرو کوں کو دکھانے کے لیے ان کو یاد کرنے پر نہیں گئے۔"

"دیکھنا رشتوں کو یاد کرنے والی چچی کی مانند ہوتی ہے اس کا چھرا مت بڑبڑاؤ خوشی نہیں ہوں مدثر کی طرف سے
 اس نے آئے گا کہ کیا تھا پھر اس وقت پر آئے سے معذرت کر گئی تھی۔"

"بھئی ادھر ہے کہ ہمارے لیے ایک ہی اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔"
 "بھئی مدثر بھئی جنت تم دونوں سے کرتا ہے اتنی شان و زب سے نہیں کرتا اور تم سے کچھ زیادہ ہی اس پر مدثر۔"
 "ایسا اس کی کا کھنکرا پاؤں نے تم کو یہاں آئے کے لیے زندگی کا زور دیا ہے۔"

"یہ دیر یا اس نے پیدا کی ہیں یا قافلے میں سے خود بڑھا ہے ہیں۔"
 "اوکے..... میں ڈیڑم کرتا ہوں ساری کوتاہیاں اور غلطیاں میری ہیں مجھے شاید رشتوں کو جھٹانے کا فانی نہیں
 آتا۔" بھٹ کو ٹول ہوئے دیکھ کر اس نے گھٹست قبول کرتے ہوئے کہا۔

"فنا تو خب ہر طرح کی آتا ہے جس کو زرا....." نقد لہات ہا مل کی۔
 "بہن زرا ہے مراد؟" ان کو سکرا تاؤ دیکر وہ مسکون ہوا۔
 "بھئی کہہ رہی تھی کہ مراد کی طرح جذباتی ہو کر حقیقت سے دور نکل جاتے ہو اور جو ایسا کرتا ہے وہ سب کے ہوتے
 ہوئے بھی تنہا رہ جاتا ہے۔"

"جین کے مقدر میں تنہائی ہوا ان کو بھوک بھر اس آئے گا۔"
 "ہم آپ کو تنہا کہاں رہنے دیں گے یہاں....." نامہ اور سودہ کے فرائض سے لدا انگلی کے بعد آپ کی باری ہے نا
 ہے مراد کی خواہش اپنی بھائی عروہ کو بھانپنے کی ہے اور اس کی خواہش کا ہم احترام کرتے ہیں۔ دونوں بیٹیوں کے

آکچل فوری ۲۰۱۸ء 89

فرض سے ادائیگی کے چند ماہ بعد آپ کی بھی چٹ چٹکی پٹ پٹاہ ولا معالہ لپٹا نہیں گے۔ وہ خوش مزاجی سے گویا ہوئے۔ اس شام میں بڑا بھاپ ڈالائی کافی کے کبڑے میں سر دھو کر لی گئیں۔

”سودہ بھی کہاں ہے بوا۔۔۔۔۔؟“ سودہ کو کافی لانے کا کمر کرنا تھا۔ ”انہوں نے گتھا جتے ہوئے استغفار کیا۔“

”سودہ بیٹیا کی جان کا رام کہاں ہے عمر اندہ ہوئے کافی کا کہا چنان کی بہن بھانجیاں بھری ہوئی ہیں تان۔“

”ارے خوشی کا ساں ہے ان کا رکتے کا حق ہے آپ کیوں اتنی رنجیدہ ہو رہی ہیں بوا۔۔۔۔۔؟ آپ بھی خوشیاں منائیے۔“

”بہت خوشیوں میں ہوں۔۔۔۔۔ اس گھر کے بچے بچے ہیں مگر جب سودہ بیٹا کو ایک کے بعد ایک کام میں لگا ہوا دیکھتی ہوں تو دکھ ہوتا ہے اور بھی تو بچیاں ہیں جو پانی کا گلاس پلانا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہیں اور ایک ہماری بیٹی ہیں جن کو اپنا خیال نہیں ہیں۔“ سارا من عمر اندہ اس کو اپنے اشد اہل پر چلائی رہی تھیں حالانکہ زمر کے سرے لواز ایک ایک پہلی رینٹورٹ سے تیار کروائے گئے تھے اور عمر اندہ ملازما زکوں کے ہوتے ہوئے بھی اس کی دوشیزاں گولتی رہی تھیں اور بوا کا محل محل کرنا حال ہوتا رہا تھا وہ کہہ کر چلی گئیں۔

”ہوں محسوس میں بھی کر رہا ہوں جب سے وہ پڑھائی سے فارغ ہوئی ہے مگر کے کاموں میں الجھ کر رہ گئی ہے۔“

کافی چتے ہوئے تائید کی۔

”اس کو خور عادت سے فطول کاموں میں سمجھتی کی دور رشت مزید رکھے ہیں تا کہ اس پر سے کام کم ہو جائے کام کروانا مناسب نہیں لگتا۔“ وہ رات تک اس کو دکھائی نہ دی کی وجہ یہ کیا تھی وہ اور اس کی ماں کی ملی جھکتی مامی کے ہمدردی خوشی میں اس کو شال نہ کرنے کی۔

”بس اب چند دنوں میں اچھی کو بھی کہہ دیں گے کہ وہ بھی آ کر منہ چٹھا کر جائیں مگر سے رخصت ہونے کے بعد ہی اس کا کام طے لگے گا۔“

”تایا جان آپ اپنی فطرتی کو دور کر لیجیے۔“ وہ کافی کا خالی گنگنیل پر رکھتا ہوا جمیدگی سے بولا۔

”میں سو روہ سے شادی نہیں کروں گا وہ میری چواں نہیں ہے۔“

”مگر کون ہے تمہاری چواں۔“ وہ سخت حیران ہوئے۔

”وہ۔۔۔۔۔ جو میری چواں تو ہے مگر میری نہیں ہو سکتی۔“ سودہ کا بھولا بھلا سراپا اس کی آنکھوں کو دھواں دھواں کر گیا۔

”کون ہے وہ خوش نصیب جو ہمارے چاند سے بیٹو کو بھاگتی ہے؟“ اس کی سوچوں سے بے خبر دور درشتیاں انداز میں پوچھا بیٹھے۔

”میری بھی نہیں اپنی دین میں ابھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتا بڑی سہیل ہوئے زیادہ عمر نہ میں مگر ابھر میں زاری ہوئی بگڑ بگڑ چاہتا ہوں اور کسی بہت سے کام میں جو ہوا جو ہے۔“ اس کے انداز میں عجیب قطعیت دینے لاری ہوئی منور صاحب کافی قسم کر کے ٹھہ گئے وہ ان کے ساتھ باہر آیا تو دھب جھپٹے ہوئے آگے کی طرف بڑھ گئے تھے وہ ان کو اپنے پورٹن میں داخل ہوئے نہ تک و نہ تیک ہاؤس پر دوسرے حصے کی طرف سے آ کر کھنکھن کر گیا۔

سودہ سارا کچن صاف کرنے کے بعد فرش پر دایر لگا کر بیٹھی کی تیار کو زبردستی دی وہاں سے بیٹھا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ جب تک وہاں پر ہیں گی عمر اندہ اس کی بہن بھانجیاں کو کوئی پرہیز نہ کر دے گا اور دوسری بھانجیوں کی روٹھائی کے بعد انداز سے فارغ ہو کر سوئی تھیں وہ دونوں زیادہ دیر تک جاننے کی عادی نہیں۔ وہ کسی اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں معاشرانہ

انتباہ

گنجل کے افق حجاب

ان تمام ویب سائٹس، بلاگ کے مالکان اور سوشل میڈیا پر گروہس و پیجز کے مالکان و ایڈیٹرز کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دس دن کے اندر اندر آٹھ و حجاب اور نئے افق کی تمام تمام میرا پنے ویب سائٹس، پیجز اور گروہس سے ہٹائیں ورنہ ادارہ نئے افق کو پ آف جلی کی مشین ان تمام گروہس اور ویب سائٹس، پیجز کے لیے قانونی چارہ جوئی کرنے کا تا صرف حق رکھتا ہے بلکہ مطلوبہ نوٹس کے بعد ان ویب سائٹس کے خلاف دی گئی مدت کے بعد ایف آئی اے، سائبر کرائم اور پولیس کے تحت کسی بھی قسم کی کارروائی کی جاسکتی ہے جس کے لیے ادارہ ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جن ویب سائٹس کو پیشگی اجازت دی گئی تھی ان سے التماس ہے کہ وہ فوری ادارے سے رابطہ کریں تاکہ نئے قوانین و ضوابط سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

7 فرید چیمبر عبداللہ ہارون روڈ، صدر کراچی

رابطہ: 03008264242

نے ان کا کام پاس کو حکم دیا تھا ان میں سے کسی نے بھی کھانا ڈھکیب سے نہیں کھایا تھا۔ کھانا گرم کر کے اور پلانے کا حکم ملا تھا اور اس میں حکم دینے کی جرأت نہ تھی پھر کسی کو سیلڈ جائے تو کسی کو ٹیلا ڈھنڈا لگ رہا تھا کوئی کڑھائی کی فرمائش کر رہا تھا۔ یہ سنا کر میں اس کو اور اوپر بچنے کے چکروں میں اس کو بچ چکا نہ دے گئے تھے کی کھانے کے پکڑ میں لگ گئے تھے۔

سب موصو حلا کار فارغ ہوئی تو ماسوں جان کافی کی فرمائش کر گئے تھے وہ بے چارے اس کی تسکین سے بے خبر تھے وہ ان کے لیے کافی بنا کر فارغ ہوئی کہ پھر اوپر سے زور کیا سب کے لیے کافی بنانے کا اور وہ کافی ہوا کے ہاتھوں ماسوں اور بڑے کے لیے بھیج کر ان کے لیے کافی بنانے کی بھی پھر کافی دے کر آنے کے بعد وہ بچن صاف کرنے میں لگ پئی تھی آج سارا دن وہ قانداکام کے کام اور صرف کام کے قول پر عمل پیرا رہی تھی کام سے بھاگنا کسی میں شرم نہ تھا۔ مگر دشمن فرما لوگوں کے لیے ان کے درمیان رک کر کام کرنا بہت مشکل تھا عمارانہ سے زیادہ وہ دوسرا نہ فرما اور عروہ کی تحفیک کا نشانہ نہ رہی کی وہ اس سے خدا کھائے تھی میں عروہ نے اس کے خلاف کماؤ کھولا ہوا تھا ان کے ملاوچے کے قطر و باتوں نے اس کا ذہن بگاڑ دیا تھا۔

مانندہ کو کلنگی کی مبارک باد دینے کا موقع نہ مل سکا تھا بلکہ وہ بھی اس کو جان بوجھ کر انور کے اپنی کمرز میں گمن رہی تھی ان کی نظروں میں اس کی عزت ملازمہ سے بھی کم تھی۔ دل تھا کہ بھر پھر آ رہا تھا مانندہ اس خوشی کے موقع پر بھی اس کو معاف نہ کر سکی تھی جبکہ سارا قصور اور غلطی اس کی تھی۔ قدیموں کی بھاری آواز ہوا نے مگردن اٹھا کر دیکھا تھا وہ دوسری نراؤ زار اور دانت شرت میں غیض و غضب کی تصویر بنا کر کھڑا تھا۔

”زید بھائی..... کچھ چاہے آپ کو؟“ اس کے اعزاز پر وہ خوف زدہ ہوئی وہ کچھ نہیں بولا ماسوائے اس کو کھونہ کرنے۔

”زید بھائی کیا ہوا آپ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟“ مانندہ سنا لیل میں رکھ کر اس نے گرم شال اچھی طرح لپیٹی۔

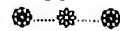
”تم خود کو کچھ سمجھتی ہو؟ کیا ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تمہارے بچے نہیں مل سکا؟ تم..... تم کیا چاہتی کیا ہو؟“ وہ رات کے سانے کے باعث دانت بھیج کر بات کر رہا تھا اس کی شکلے آتی تھیں اس کے زور چہرے پر نہیں جہاں آتی سردی میں بھی پسینہ موتیوں کی مانند چمک رہا تھا۔

”میں نے ایسا کچھ نہیں کہا زید بھائی..... آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔“

”تم کو کہنے کی کیا ضرورت ہے تم تو کر کے کھادی ہو کیا ضرورت پڑ گئی ہے تم کو اس طرح غلامیاں کرنے کی..... تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟“ اس کے لہجے میں اشتعال انگیزی بتدریج بڑھ رہی تھی لگ رہا تھا وہ کسی نے آگے بڑھے گا اور دونوں ہاتھوں سے اس کی دھرت بنا ڈالے گا۔ مردہ کا دل بڑی زور سے دھڑکنے لگا کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ان آفتوں سے کس طرح جان چھڑائے؟ ہاں کو غلطی پر بندش اور بی نظاری کرنے والوں کا پینڈہ کرتا تھا۔

”آپ جا رہیں یہاں سے زید بھائی..... کوئی آگیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔“

”آپ نے دو جوتی تارے میں کسی کے پاؤں سے ڈورنے والا نہیں ہوں پہلے تم مجھے اپنی ہر بات بتاؤ۔ کیوں کرتی ہو یہ سب..... وہ دھن سے اس کی طرف رخ کر رہا اور کیسے ماراں پر وہ پھلا اور دھڑکنا سنبھالنے کے چکر میں مردہ سے گرایا اور جولا دھنکی ہوئی اس پر مگر کسی سانے میں اس کی آواز دوسرے کی تھی۔



ابن صفی کا نیارخ

شائع ہو گئی ہے

تذکرہ ادبی



مشانتی لکھنؤ دہلی

معروف صحافی، کالم نگار، مصنف، مقرر
مشتاق احمد قریشی کا ایک اور شاہکار
جاسوسی ادب کے سب سے بڑے نام

ابن صفی

کا دہ رخ جس سے ان کے قارئین نا آشنا ہیں

کئی بیٹائی اور زمت سے بچنے کے لیے
آج سنا لیل کا نیا نیا جلا دار سے بک کر لیں۔

0300-8264242

”کافی نہیں گے ماں؟“

”ہائل گنجائش نہیں ہے حور ہانوا نئی نے بار بار کافی پلائی ہے۔“

”کناخ خیر خبریت سے ہو گیا اللہ کا شکر ہے دونوں طرف خوب خوشیاں منائی جا رہی ہوں گی۔ رب کریم ان کی خوشیوں کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔“

”مسٹر بارنولڈ کے کلوز فرینڈ ہیں پھر بھی انہوں نے آپ کا انوائٹ نہیں کیا آئیے بہت زیادتی ہے۔“ سارہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ اس کی گاہے بگاہے نگاہیں نولڈ پر اٹھ رہی تھیں جو تقری پچیس سوٹ میں خوشبوئیں بکھرتے وجود کے ساتھ دیرپہ اساتذہ لک رہا تھا۔

”زیادتی کی بات نہیں ہے ساریہ..... مجھے دونوں طرف سے ہی الومیشن دیا گیا تھا میں نے سوچا تھا بعد میں چاکر مراہم کا دوسرا کس کی۔“ ذوق نے اصل بات واضح کی۔

”اودہ سواری مجھے معلوم ہی نہیں تھا آپ جائیں گی پھر میں بھی ساتھ چلوں گی! اگر نوفل کو اعتراض نہ ہو تو.....“ وہ نوفل کی طرف دیکھ کر بوجھنے لگی۔

"آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے میں آئی کے ساتھ جاؤں دہاں پر؟"

”مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے اگر ماما ساتھ لے جائیں تو جاؤ۔“ عادت کے برخلاف وہ اس کو نری سے جواب دے رہا تھا۔

”جی ہاں آئی مجھے ساتھ لے کر جائیں گی۔ آپ کی طرح سنگ دل و غصہ والی تھوڑی ہیں کہ اتنے دنوں سے آئی ہوئی ہوں اور آپ کو ایک دن بھی فرصت نہیں ملی کہ کہیں ڈنری کروائیں۔“ اس نے اس کی نری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شکوہ کیا۔

”میرے پاس نام نہ نہیں ہوتا۔“

”دوستوں کے لیے ٹائم ہی ٹائم ہے آپ کے پاس۔“

”آف کورس دوست دوست ہوتے ہیں۔“

”میرا شمار دوستوں میں نہیں کرتے ہیں آپ؟“ اس کا پورا وجود خشک ہو گیا تھا تو نعلی کو اس کے انداز پر غصہ عود کرتا تھا۔
 مگر ضبط سے کام لیتا پڑا کہ ابھی امام مہمانِ اداری کے عہدِ باؤ اس کو سمجھانے بیٹھ جائیں گی سو وہ چپ رہی رہا۔

”اگرے ساریہ بیٹا... آپ کی حیثیت علیحدہ ہے آپ کزن ہیں اور دوست ایسے ہوتے ہیں جن سے باہر رشتے بھائے جاتے ہیں کزنز سے رشتے داریاں سب جگہ بھائی جانی ہیں خود یہ سائیز کر لیں کس کی ویلیو زادہ ہے۔“ زرقا

”ہاں بے حد خوش ہے ماما۔ شارٹ ٹاکم میں اس نے بڑا اہم فیصلہ دے کر گرنڈ انکل اور آنی ہیر کو اپر وڈ چار سے یکدم نے خود کشی سے وہاں پید ہونے والے نژاد کا خاتمہ کیا۔“

میں اور ان کی دواہی چھ سات ماہ سے قبل ہونے والی تھیں ہے، اُدھر عاتکہ کے والد بھی تین بی بیوں کے پر سونڈن جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ دواہی ان کی دواہی میں بھی اتنی ہی حیرت سے لگے گا اور باہر کی بی بی کو کشش بھی کر لائے گا۔ عاتکہ سے قبل

”میری دعا ہے ہمارے کانٹا ان کی ثابت ہو کہ آپ کے دل میں بھی سارے زرد و جامے اٹھے اور ہم بھی آپ کے نکاح

”آمین۔“ سارہ کے دل سے صدا بھری۔

آلجاء ف و د ع ٩٥

دل کو احساں سے دو چار نہ کرنا تھا
سازِ خوابیدہ کو بیدار نہ کرنا تھا
اپنے معصوم جسم کی فروانی کو
دستِ وید کو کبھی ہار نہ کرنا تھا
شرقِ مجبور کو کبھی اک جھٹک دکھلا کر
واقعِ لذت کھلار نہ کرنا تھا
چشمِ مشتاق کی خاموشی کرنا تھا
چشمِ بیک باہلِ خفا کرنا تھا
جلوِ حسن کو مستور ہی رہنے دینا تھا
سرتِ دل کو مہمانِ گار نہ کرنا تھا

دوبارہ کے نکاح کی تقریب سے گزرا تو دل ہوا جب تک میں رادرو ہونے والے کیوں احساسات سے دوپہل ہو رہا تھا۔ ماحول میں سرگرمی اور گڑبڑ اس کے متعلق سوچنے لگا تھا جس کے بارے میں اس کے خیالات توجہ دے کر تھوڑے قیر و اڑاں سے نکلنے میں کامیاب ہوئی۔ کسی کی بجلی کی ٹانہ پر چڑھ کر ایک لمبے لمبے جھانک کو تھیرا کر کئی کئی اور دور سے لے اس کی دل کے سینہ کا شکر کر کے سرخ ہوا۔ گویا پانچ سو کوئی برف کی تہوں سے نکال کر تھیں حدت دی گئی۔ اس کی پی ناز سے بڑھ کر وہ ایک سنگ کی شکل اور تصویروں کی جھلکیاں تھیں۔ وہ ان کیفیت کو تھیں نام نہان سے کا کا تھا جس کو اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

[illegible]

”یہ کیا ہو رہا ہے تمہیں! افشار کے بعد تم دوسری لڑکی کا جائزہ لے رہے ہو؟ تم کو بڑی مصیبتی سے گذر رہا ہے۔“ اس کے اعتراف کی بجائے اس نے سرزنش کی جیسی پھر فوراً ہی دفاع بھی کیا گیا۔

”ساریہ کے لیے میں وہ جذبات محسوس نہیں کر رہا جو اس لڑکی کے لیے میرے اندر دھماکا بولنے لگے ہیں میری دھڑکنیں بدل کر رہ گئی ہیں اس نے بھی یہ کھر پہنا ہوا ہے اور اس نے بھی یہی کھر پہنا ہوا تھا لیکن لگتا ہے وہ کھر اس کے

”بہت زیادہ بے تحاشک گئے ہیں جہاں؟“ دھومنے پر بیٹھ کر انھیں بند کیے دونوں کے ریڈ کلر کا موازنہ کر رہا تھا ماحیا

”ہوا، جیل، ہمارے مدلوں کی مسافت طے کر کے آتا ہوں۔“ وہ جیسے خود سے مخاطب ہوا تھا۔

”کس صدی میں چلے گئے تھے آپ؟“ وہ خوشی سے بولیں۔
 ”معلوم نہیں، اماں؟“ وہ خود کو کس زکریا سمجھتا تھا۔

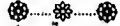
آلجہ فیہ ۱۸۲۰ء 94

”بھئی رہا میں آپ دعا کی بھی مستجاب ہوں گی۔ اس کی سہولت بھی منجھوں گے۔“ اس نے سرخی مائل ہونٹوں پر اچھرنے والی سرکھٹ بڑی آنکھیں دیکھ کر ہراسہ میں آ کر کہا۔ وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا وہ آج بہت بدلا بدلا دکھائی دے رہا تھا۔ کھوپڑیا سا آنکھوں میں، انھیں سوچنے پر چھائی ہوئی تھی۔

”میں نے خود کیا تھا اس کی شرت پر آپ اسٹاک کا ٹھکانہ اس کی زندگی میں کی لڑی ہے جس کا وہ کسی کو بتاتا نہیں۔“ لارےب کی تائی کی بات اس کے کانوں میں گونجی تھی اور اس کا دل ناخوشگوار محسوس کرنے دھڑکنے لگا تھا کہ کہیں اس کی خوش حوالی کی وجہ سے لڑکی کو قتل ہے؟

”گڈ نائٹ بیٹا.....“ وہ ان کی طرف چہرہ کر کے کمر اٹھا اور اس کی پیشانی چومتی ہوئی گویا ہونیں۔

وہ ہواں اور کار کی چابیوں اٹھا کر کے بڑھ گیا۔ ساری کھوکھلی گھوٹوں سے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔



عروہ کی یہ قرار گاہیں بار بار دور دراز سے کیست اندھیرے میں نظر آ کر بڑا دلچسپ تھا۔ وہ دیکھتا تھا اور اس کو بھی معلوم تھا کہ وہ دلچسپی اپنے تپا کے ساتھ پیشا ہے۔ لارےب کی زبان چاچا کے سودہ ان کے لیے کافی بھاری ہے تو اس کے لیے تو اس نے گھر سودہ کو سب کے لیے کافی لائے۔ کھانا کھانا۔ حالانکہ عمر انداد کا کھانا کھانے کے لیے بیٹ جگایا لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ سودہ بڑے کے سامنے کافی لے کر جائے اور اس کا پالان کا کامیاب رہا تھا۔ وہ کافی لے کر آہوا کی تو پھر اس کو شرت دینا پاؤں کا کھانا۔ آج سارا دن سے وہ ان کے طویل کا مقررہ رشتہ کر رہی تھی۔

اب تو کافی ہے بھی تاہم گزر گیا تھا عمارت کے علاوہ اس کی تمام ضروریات میں اس کا نہ تھا کہ بھائی کہاں ہے؟ عروہ ہنسدے تاہم گھر کی بھی وجہ سے لٹے سے اتنی بے خودگی کہ لارےب کا دل بھونٹنے لگا تھا کہ بھائی کہاں ہے؟ عروہ انکار کر کے عمارت کے پورٹن سے پیچھے چلی آئی۔ ابھی سب چمکی لائیں روشن نہیں لیکن کوئی موجود نہ تھا وہ بیکری کی جانب بڑھی تھی سبھا خوش شانوں میں تسلیاتی پہنچ رہی تھی۔ لارےب سودہ کی بھی پیچھے وہ مشدد گھر کی رو پھر سوچا جائے نہ جائے؟ وہ کوئی اس کی خبر خواہ نہ تھی جو جتن کر کر کے بھائی جانی کر پھر اسے خیال آئے کہ یہاں نہیں ہی زیادہ موجود ہیں ہے اور اس خیال کے لئے ہی وہ دفتر جا بھا تھی ہوئی بیکری جو بکر کے چمن کی طرف بڑھی اور سامنے کا مختار دیکھ کر اس کے من بطن شرت لگ گیا۔

سودہ بڑھ کر آئی اٹھنے کی کوشش میں تھی اور اٹھ نہیں پڑی تھی اس نے بھی اٹھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا کہ سودہ کو تکلیف سے اٹھنے نہ دیکر پھر ایک جھگڑے سے نہ صرف اٹھ بیٹھا بلکہ سودہ کو بھی ہاتھ پکڑ کر اٹھنے میں مدد دی تھی۔ عروہ تیزی سے بھاگنے کے پیچھے ہوئی تھی اس کی آنکھوں سے نفرت کی چند ریاض پھوٹ رہی تھی۔ سودہ کی چال میں لڑکھارہٹ تھی ان دونوں کے پیڑے جھکے ہوئے تھے۔

”تمہاری ناگ میں سوچ آگئی ہے شاید؟“ وہ سودہ سے مخاطب ہوا۔

”سوچ نہیں آئی کرنے سے لگ گیا ہے۔“

”چلاؤ دیکھیں کہیں سہارا دے کر وہ تک چھوڑاؤں۔“ وہ اپنی جذباتیت پر شرمندہ ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کو چٹ گیا۔

”آپ جا میں بائیں فرش صاف کر کے چلی جاؤں گی۔“ اس نے مثال کو لڑھکے ہوئے آہستہ کی کہا۔

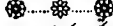
”شٹ اپ“ کوئی صفائی نہیں ہو رہی ہے پڑے بھی کیلے ہوئے ہیں عروہی ہے۔ تم جانی ہو یا نہیں اٹھا کر دم میں چھوڑاؤں؟“ وہ عیش و رغبت میں بولا ساتھ ہی اس نے ہاتھ کو لٹا مار کر ایک طرف پھینکا تھا۔ سودہ نے

خاموشی سے وہاں سے جا ہی بہتر سمجھا تھا وہ لنگر لٹی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی زید نے کچھ دیر اس کو جانے ہوئے دیکھا تھا وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو خود بھی ستر حصوں کی طرف بڑھ گیا۔ حسد کی آگ میں جلتی عروہ سون کے پیچھے سے باہر نکلتی آئی اس کا چہرہ ہال بھوسکا تھا۔

چچا لگ تھک جیسے بیٹا ہوا تھا اور تمام لوگ کچھ اس قدر تھکن سے چور ہو کر سو رہے تھے کہ یہاں ہونے والی کہانی کا کسی کو کانوں کا نام نہ تھا۔ اسوے اس کے اگر وہ کوڑھوئے نہ مٹا تھی تو وہ بھی سب کی طرح لالچم دیتی رہیں مگر زید کچھ دیر تک اپنے غصے کو درست کرتی رہی ہر دم میں آگ لگی تھی۔ رضوان عمارت کے ساتھ ان کے بیڑہ دم میں جو استراحت تھیں اور وہ تھیں ان کے ملحقہ کرے میں تھیں۔ وہ جلتی جلتی وہاں آئی تو ہاتھ بھی پھینکی تھی اس نے بھی سوچا سب بھول کر زندگی بھی یادوں میں اور جا رہے لیکن اب یہاں کد آئی اور اس کی بھی تو شیخی ہرگز نہ مٹتی۔ ذہن کی اسکرین پر تو اسے وہی مناظر مل رہے تھے سودہ کے چہرے کی ہوائیاں اور وہی صبر کیا اس کے چہرے پر خوف و کسم دور سے ہی صاف دکھائی دے رہا تھا جیڑہ کے انداز میں پھر پھر احتیاط و پانیتیت کی وہ اس کو کسی کا جیج کی لڑیا کی اندر سنبھال رہا تھا اس کے غصے میں بھی بیکریاں بیدار تھیں۔

”جانے کیوں کیوں نہ کی گئیں۔“ انھوں میں اٹھتے سودہ کی جاہت کے قندھ دکھائی دیتے۔ وہ دل د جان سے اس پر نرا تھا اور اس کو بھڑکی گھر میں تمہارے خاموشی سے ہوجانے والے عشق کا روہا یا جاک کر اس کی سب کے کئے ایسا رسوا کر دین کی کڑی نڈی بھری کے سامنے لگا، افسانے کے لاشیٰ نہ روکے۔ ”مردم سوچ میں ہی وہ اندر کی پھینکی آگ میں مل رہی تھی۔ جب کوئی تھیر کی صداؤں سے پکان بند کر کے غصے کی غلائی کرنے لگتا ہے پھر بھینک رخصت ہوجاتا ہے اور سترخی خیالات و افکار اس کو گرفت میں لیے رہتے ہیں۔ عروہ کا تعلق بھی ایسے لوگوں میں ہوتا تھا جو دروں کو خود سے کتر اور خود کو سب سے برتر دیکھنے کے حامی ہوتے تھے یہاں زید نے اس کی بڑی کوشش نہیں کیا تھا وہ سر سے لائے کی جاہت دینے کا رد تھا۔ سودہ اس کے ساتھ سودہ اس کی بھینک کا کھڑکی۔

ایک ایک دھمکی آگ کی جواں کو کھلانے دے رہی تھی اس کی ہل بھینن قدر تھا اس کے ایک لگا ہوا اندہ اور مفرار کے خواہیدہ چہروں پر ڈالی اور خود کرے سے نکل کر دور کی سمت میں زید کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔



”ہاں..... نانکی طبیعت کیسی ہے دو دن پہلے پردی کی ان کو؟“ عاکہ کا ڈانڈیاس کوڑھ کر کے کیا تو وہ آہ سے بانی سے گویا ہوئی۔

”ہاں دو دن پہلے پردی طبیعت کی کافی بہتر ہے۔“

”تو زید کیا تھا کیا دیا کھانے میں؟“ وہ پر سہانہ لہجہ پر رکھ کر شذر جاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”ممن کے سامن کا کوڑھ بچپانی کے ساتھ دیا تھا اس سے پہلے چچا کی انصاف تو بھاری تھی اگر کیا ہے تب ہی بے خبر سو رہی ہیں۔“

”کڑیج پوچھو تو نانکی چھاری مجھے بہت ڈیڑھ کر دیتی ہے کہ اس کے وہ بھی بھار نہ ہوں۔“ شوزا کا روہ بیٹھ کے کراؤں سے نکلیں کے سہارے کسم روز ہو گئی تھی ساتھ ہی ہل کو کھینچ کر اڑھایا تھا۔

”مردی لگ رہی۔“ میں بیڑا آن کر رہی ہوں۔“

”بڑا آدمت کر دیکھا مجھے نہیں لگتا۔“

”تو بچہ بھاری بھی عجیب منتقل ہے بیڑی استعمال نہیں کرنے دیتی۔ بیڑہ سرری میں ہی استعمال ہوگا کریں میں

ماحول و موسم اور خود پیر بن جاتا ہے۔" وہ کہتی ہوئی قریب ہی بیٹھ گئی۔

"مردی کو انجائے کرنے کا انگ ہی میں ہے، دینے بھی یہاں سردیاں کم ہی آتی ہیں اب ان کو بھی بڑی گزر کر کے بددلی کا شوبہ دو۔" وہ اسکی یہی سختی سردی میں بھی مل اپنیہ فیضیہ ان کر کے بل سڑیک لیٹ کر سوجائی تھی سردیوں کا موسم اس کو جنوں کی حد تک پہنچ تھا۔

"تمہارے بچے منٹ میں دوسروں کی گفتی مل جاتی ہے۔"

"وہ کی دینت کیرا بانی و غیرہ۔"

"اگر وہ..... چڑاؤ مت بھجئے، بتاؤ کہ عاقلہ دین بن کر کسی لگ رہی تھی اور بار بھائی کیسے تیار ہو کر آئے تھے؟" وہ

بہن کے دوسرے کنارے پر بکتے ہوئے کو بولی۔

"بھئی اللہ بہت دھڑلے چلے ہے عاقلہ ریاضی ہو کر بہت ہی پرانی لگ رہی تھی اور بار بھائی بھی بہت سوہرو

ڈینٹ دکھ رہے تھے پہلی بار ان دونوں کو میں نے خوش و مطمئن دیکھا ہے۔"

"جب دو محبت کرنے والوں کو ان کی منزل مل جاتی ہے تو پھر خوشیاں ان کو ایسی طرح اپنی آغوش میں لے لیتی

ہیں۔ میری چاہ ہے کوئی بار بھائی جیسا پیدا کرے وہاں کو کسی مل جائے اور میں تم کو سرتوں کے گلستان میں اٹھلیاں

کرتے ہوئے دیکھوں۔"

"مجھے کیا یاد کر سکتا ہے؟"

"تم پر دغا خیزی ہے اور تم کسی ایک کی بات کرتی ہو ان میں سے کسی ایک کو تم نے چنا ہو گا میری جان۔"

"مت بھلاؤ مجھے کوئی خوابوں میں پرندہ لڑائی نہیں ہوں۔ اس کے پر پتھر اپنی سکرانہ پھیل گئی۔

"غرب صورتی اگر کسی سحر زبے سے متعلق نہ رہتی ہو تو یاد کرنے کے لیے نہیں صرف قدرت کرنے کے لیے

ہوتی ہے مگر ہر سانس کے لیے زندہ نہ ہونے کے لیے لوگوں کو غم و غم کا چاہیے۔"

"اؤوہ کیوں اسنے لو کو بار بار خود ہی گھال کر دیتی ہو تو تمہارا بھی اس ملک کے ماہور و زہر ہے ہے کب دو

تھیں مانتے یا نہ مانتے مگر تم ہوس کی ہی لولاؤ اس احساس کسٹری سے لڑاؤ و بکدیش بھی ہوں اس بڑوں میں کو کیا سزا

چکاؤ کہ وہ بچہ جوڑ کر کوئی بی بی تسلیم کر لے تم ایسا کر سکتی ہو اوشی۔" بانی کو اس کے چہرے پر پھیلنے تڑن نے رنجیدہ

کر دیا تھا وہ بچتا ہے گی کہ اس نے خود اوقات بچھیری جو کہاں کی کہاں تھا گئی۔

"وہ کیا بھینچے ضلیہ کہیں سے میں ہی ان کا ناپا پ نہیں باقی باپ بیٹیوں کے سامناں ہوتے ہیں ان کی عزتوں کے

رکھالے ہوتے ہیں وہ جس باپ کے بھلائے سلائی کہاں ہے۔"

"اگر وہ سوسری آگنی..... تھکے اچھے سوڈے ساتھ آگنی تھیں اور میں نے بے دقتی سے تمہارا سوڈ آف کر دیا

میں بس چاہتی ہوں تم کو بہت خوش دیکھوں ان چند ماہ میں جو تم نے اذیتیں اٹھائی ہیں وہ بھول کر بھی بھی لیٹ

کر تمہارے پاس نہ آئیں۔"

"میں اب خوش تھی تھی ہوں گی جب اس نامہاد شریف و عزت دار شخص سے اس کو چھین لوں گی جس کو وہ سب

سے زیادہ چاہتا ہے۔ اس کو جب تک اس اور دوسرے سے شائد نہ کروں گی سکون سے نہیں بیٹھوں گی۔" وہ چہانہ لہجے

میں کو بولی۔

"اس کی دھمکی رگ نفل ہے سنا ہے وہ اس کو دل دجانا ہے چاہتا ہے۔"

"ہاں نا تو نے تمک تپایا چاہی اور لاگو کر کے پر ڈال دلاؤ انکی دوسرے کی اولاد کو سینے سے لگائے ہوئے اس کا

باب بٹا ہوا ہے۔"

"دھمکتے تو دل کو مار گت بتاؤ گی؟" بانی چلی۔

"ہوں۔" اس نے اذیت میں سر ہلایا۔

"تم کوئی اور طریق اختیار کرنا چاہی..... تم کو معلوم تو ہے کہ اس قدر سخت مزاج اور بے حس انسان ہے وہ تمہاری کسی

چال میں بھینٹنے والا نہیں کہیں ایسا نہ ہو نا اہم یہی کوئی راؤ چلا دے۔" بانی کی نگاہوں کو اس کی سخت دلی دند مزاجی

کے کی مناظر گھوم گئے اور حال میں ہی درآئے والا وہ منظر بہت تازہ تھا جب انشراح کو نا تو کے متعلق بتا تھا چلا کر وہ

نفل کو بیک سیل کر کے رگ لے رہی ہیں اور وہی بات جب نفل کو کرنے کے لیے اس نے نفل کو بلایا تھا اور اس نے

بڑی سفاکی سے دھڑکائی بھری کھانڈے کا بچہ جھڑکے سے اس کو بھیڑی کر دیا تھا اور سبک دلی کا یہ عالم تھا کہ

اسی کے گرنے پر اٹھانے کی بجائے سڑک پر گھاسی مٹی کار مار کر تھا۔

"بانی..... جب عورت چلے جاتی ہے پھر مرد کے داؤ بیچ بھری مٹی ثابت ہوتے ہیں مرد کو جن عورت کی

رضا مندی سے حاصل ہوتی ہے اور عورت شکست کھاتا چاہے تو دنیا کا کوئی مرد اس کو ہر ایش سکھائے۔" اس کے لیے جس میں

تقلیدت بھری ماکیت کی۔ وہ کی چٹان کی اندر مہو بود حکم دھائی دے رہی تھی۔

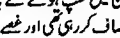
"انٹھی مجھے تمہارے ارادوں سے خوف آ رہا ہے۔" بانی آئے والے وقت کے خوف سے لرزاں دکھائی

دے رہی تھی۔

"تم کیا بھینچتی ہو وہ مجھے ہر ادے کا ماراؤ لگاؤ؟"

"ہاں وہ ایسا ہے جسے نہ تم دے ہو جس....."

"مجھ سے زیادہ ہے رگمبہ جسے نہ تم دے ہو جس....."



وہ بیڑا ان کر کے بھیج کرنے گیا تھا جہاں میں سب ہونے کے باعث کپڑے پورے بھج گئے تھے کیونکہ

سوہو فرش دھونے کے بعد دوسرے سے پانی صاف کر دی تھی اور غصے میں ہونے کے باعث وہ سچل نہ سکا تھا۔

کچھ پر ہی بیٹھ کر کھاتا تو خود کو صاف صاف بچھا محسوس کیا بھائیوں میں برش کرنے کے بعد کپڑوں پر پر لہو مچھڑک

کر بیٹھ کر لیٹ گیا۔

جب وہ بیڑ سکون ہوا تو اس نے محسوس کیا کہ جیندہ اور نامہ کی ہٹ دھرمی کا سامنا ہے۔ اس نے انجانے میں سوہو پر

نفل پڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا خطا کوئی کرتا اور برساتا وہ اس کی ہر جھڑ پڑنا دنی سر جھکا کر برداشت

کر جاتی تھی اور یہی انسانی فطرت ہے کہ ہمیشہ کمزور اور بے حس کو ہی دبا جاتا ہے۔ بے زبان کے سامنے سب کی

زبانیں دراز ہو جاتی ہیں اور زبان دراز کے سامنے سب ہی زبان دبا کر رکھتے ہیں۔ وہ وہ جس میں تم تھا معاہدہ راز وہ

دشمن ہوئی کیونکہ وہ لا لکڑ کرنے کا عادی نہ تھا اور اس کی اس عادت سے سب ہی واقف تھے جس کا تھا وہ نامہ ناگ

کر کے اندھا جاتا، اس کی ایسی ہیسی ہوا اور وہ سب کے رین بٹھا تھا کہ مرد کو اندھا بنائے دیکھ کر چوٹا۔

"اور تم..... کیا ہوا خیر تھے تو بے ناں؟" وہاں لاکھ دیکھا ہوا۔

"چہ خوب آگ لگا کر پوچھتے ہو خیر تھے تو بے ناں۔"

"کیا ہوا ہے مردہ....." وہاں لاکھ کھڑا ہوا۔

"یقین تھا مجھے آپ باگ رہے ہوں گے خیر نہیں آئی ہوگی۔" وہ لفظ چاچا کر کہتی ہوئی اس کے قریب آن

کھڑی ہوئی۔

”اس میں جاگد ہاوں جلوسے کا عادی نہیں ہوں۔“

”تم اس وقت یہاں کیوں آئی ہو جبکہ گھر والے سوچے ہیں کہ تم کہاں نہیں آنا چاہیے تھا واپس جاؤ گی اور اسی وقت۔“ وہ اس کی آزاد خیالی و بے جا فطرت سے بخوبی واقف تھا اور ایسے میں جب تمام گھر والے انجواب ہوں اس کی یہاں آکر مدد کو آجائیں پھر ہاتھ اٹخت اور کھردور سے انداز میں لڑکی کا ہاتھ۔

”اے مجھے تھکادیکر آپ ایسے گھبراہ سے ہیں جیسے آپ کوئی کٹر دزدی لڑکی ہوں اور میں کوئی زبردست مادلن جتاپ کوئی ٹیپ کروں گا۔“

”شٹ اپ! بکواس کرنے کی ضرورت نہیں! کیوں آئی ہو یہاں؟“ وہ اس کی بات کاٹ کر بگاڑ لے گا جس میں گرجا۔ ”میں یہ بتانے آئی تھی! جنگل میں سورہا جا کس نے دیکھا۔۔۔ میں نے دیکھا۔۔۔ وہ بھی خبر لے لیے میں چنے لگی۔“

”دباغ خراب ہو گیا ہے تمہارا جوا دل بول بکدہ ہی ہوتا۔“

”دباغ میرا خراب ہے اور تیرا آپ کی خراب ہے اس میں کتنی جلدی ہو رہی ہے یہ کسی نہ کسی پہاڑ سے اس کے پاس جاتے ہیں اور اس کو چھو کر دل بہلا۔۔۔ اس کی بات اور دھڑکی کی زبانی یہ زوردار گھبراہٹ کے رخسار پر بڑھ چکا۔

”تم میری توقعات سے بڑھ کر کھانا چاہت ہو رہی ہو، ہاں بارہا سو درہم التزام کرنا کہنا چاہتی ہو وہ وہ چلے جائیں یا نہیں بد کردار ہوں؟ اگر تم بھی ثابت کرنا چاہتی ہو تو کرو لیکن یاد رکھنا اس دنیا کی آخری لڑکی بھی ہوئی میری زندگی میں تم تھیں۔۔۔ کس کی میں تمہارا پند کروں گا مگر تم جیسی لڑکی کی پر جیسی بھی میں خود پر برداشت نہیں کروں گا اظہار رضیت۔“ وہ غصے سے بول رہا تھا۔

”پلیز ایسا نہ کہیں کیا قصور ہے میرا؟ میں بہت محنت کرتی ہوں آپ سے۔“ وہ اس کے پاؤں پکڑ کر رہ گئی۔ ”ایسا کیا ہے اس میں جو مجھ میں نہیں ہے آج بتا دیں۔“ یہ پاؤں چھڑا کر دور ہوا تو وہ کا پٹ پٹے پیٹے ہوئے ہی رہا لے لے لے لے میں بولی۔ یہ نہ نہ جواب دینے کے سہارے اس کو جانے کا اشارہ کیا۔

”میں صبر کر رہی ہوں سے جاؤں گی آپ کو بتانا ہو گا سو درہم ایسا کیا ہے جو مجھ میں نہیں ہے وہ لڑکی ہے جس میں بھی لڑکی ہوں وہ سین سے ٹوٹتی ہے اس سے نہیں ہوں۔ وہ خود کو دل میں بندھتی ہے اور میں تو بار بار خود کو آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں ہزار بار محبت و محبت کا اظہار کر رہی ہوں۔“ اس پر بڑا ہی سوار ہو گیا۔

”وہ چپ کر رہی ہے سب کچھ باغی ہے ابھی میں نے سب دیکھا ہے آپ دونوں میں طرح سے کچن کے فرش پر ملاقات کر رہے تھے ہوئی اسی وقت چچ کر سب کو بلا لیا پھر ہوتا اسی وقت سب کو تاجل جاتا کرتے دیرسا ہوا آپ دونوں؟“ یہ اس کے کسی اعزاز سے مرعوب نہیں ہوا تھا تو اسے بار بار وہاں سے جانے کا کہہ رہا تھا وہ آخر کار چکر لگا رہا ہوا۔

یہ سب کے سب نے اس کی زبان کو اور دال کو دیا تھا اس کے منہ سے آخری جملے کر لے کر بھر کوس کو بڑی ضرور ہوئی تھی کہ وہ اس کی موجودگی کو محسوس ہی نہ کر سکا تھا یہ یاد چھپ کر دیکھ رہی ہوئی۔

”بھئی کتنے ہیں میں اور اس میں تم خود کو پیش کرنے والی ایک کڑوا اور ناقابل بردہ لڑکی ہو جس پر کچھ بات جاری نہیں کیا جا سکتا تم جیسی لڑکی کبھی باؤفا ثابت نہیں ہوتی کیونکہ تم سب لڑکیوں کی فطرت ڈال ڈال بیچنے والی نہیں ہوئی کی ہے۔“ اس نے آج اس کی طبیعت اچھی طرح صاف کرنے کی ضمانت لی تھی۔ ”سو وہ بھی لڑکیوں کے

باعث ہی آج لڑکیوں کا ماں اور گھر والوں کی عزت محفوظ ہے، وہ زندہ ہے مگر نہ تم جیسی لڑکیوں نے سب میں ملایا ہے۔ عزت وہ فاقہ قدس دہان کچھ نہیں چھوڑا۔“

”وہ آپ کو اتنی ہی پسند ہے تو شادی کیوں نہیں کر لیتے۔“

”محبت میں ملاپ کوئی ضروری نہیں سمجھتا۔“

”وہ پھر آپ اپنے انفرادی کر رہے ہیں سو درہم سے محبت کرنے کا؟“ وہ پھر یہ انداز میں گویا ہوئی۔

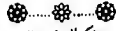
”تم کچھ کچھ سمجھو گئے کوئی پردا نہیں اور پلیز یہاں سے جاؤ اب۔“ اس نے دروازہ کھول کر باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”آپ مجھے دیکھنے سے نہ ہے جس؟“

”میں جانے کی تو جگہ سے بدل گیا۔“

”مگر سو درہم میری کچھ ہوئی تو اس کے ساتھ بھی کبھی کرتے آپ؟“

”وہ اس کی ہوئی نہیں ہے کدرا تے کہ اس پر میرے درم میں آئے۔“ اس کے لہجے میں فخر و یقین تھا جو عروج و برداشت نہیں ہوا اور وہ پھر کی دہان سے نکل گئی۔



”دوسرے دن کا سورج اچھے جلو میں تھی اسرار نے کمر لٹوایا ہوا تھا مگر نہ کچھ زیادہ ہی دیر سے سو کر بھی تھیں وہ پھر ڈھنگی جب رضوانہ کی ٹھکی پھری واڈ پر وہ پیدار ہوئیں۔“

خالص شہد چھوٹی مکھی کا میری والا دستیاب ہے

سو بہن حلوہ خالص تازہ دودھ، کاجو، بادام، پستہ، اخروٹ

اور دیسی گھی سے تیار تازہ اور لڈی خستہ دستیاب ہے

تل شکاری خالص دیسی گھی تل اور گڑ سے تیار کردہ

خالص دیسی اجزاء سے تیار شربت انسٹن اور کیمیکل سے پاک

بادام، انار، صندل، بزروری، انجور، کترن، دستیاب ہے

0334-7870827
0307-5807195
0346-4373807

محالہ محمد

فری ہوم ڈیلیوری
ایک خون کال پر پتہ آپ کے دروازے پر

محبوب آپ قلم میں

عمار خان

دک رہے ہیں میرے حرف لب پہ آئے بغیر
سمجھ رہا ہے وہ باتیں مری بتائے بغیر
یہ دو چراغ ہیں اور ایک نو سے روشن ہیں
دیا جلا نہیں کرتا لبو جلائے بغیر



”پار فائزر۔“
”مہل پار فائزر۔“
”ایک بات تو بتا دو۔“
”یو چھو چھو۔“
”مجھے یہ محبوب کب ملے گا۔“
”جب تم ملے گا۔“
”کیس تک کر رہی ہے پار۔“
”خروج اس نے کیا تھا پار۔“
”میں سمجھ رہی ہوں پار۔“

”میں کیوں ہے شکوے کے چھوڑ رہی ہوں پار۔“
”کیا سبزی ہے یہ؟ کیا پار کا کلر پڑھ رہی ہو رزروں
بات کرنے کا طریقہ ہی بھول گئی ہیں۔“ نسرین غلہ کی دھواڑ
ایک دم کچی تو رزروں جڑوں میں فائزر دھواڑ فائزر بڑے کچن
کے ایک کونے میں ہادم کے درخت سے نیچے تخت پر نیم دراز
تھیں یہ صاف ہونے کے چکر میں صحران سے پہنچ کر گئیں سر
”ہائے۔۔۔ آف۔۔۔ اٹھ تو۔۔۔ نسرین غلہ آپ کسی
آرام سکون سے اندری نہیں دے سکتیں کیا؟“ فائزر نے سر
سہلاتے ہوئے غلہ کی طرف دیکھا۔

”کوہ رتم جردن دھواڑ سے پار پاؤ محبوب محبوب کر رہی ہو
شرم سچ کے پڑاؤ سے کھائے کیا۔ کہاں گئی وہ دوسری نکل آؤ
بہن اب تخت کے نیچے سے کیا آج اصرار ہی رہنے کا ارادہ
ہے؟“ نسرین نے ذرا جھکتے ہوئے تخت پر بھی چادر کا ایک
کونہ کھینچ کر دیکھ کر ایک اور دراز کیا۔ فائزر تخت سے
گرتے ہی کیک کیک کے تقریر آؤ آؤ سے زیادہ تخت کے
نیچے ہی جا چکی تھی۔

”اس کم بخت کو دیکھو کیسے کب سے تخت کے نیچے چھپا
بیٹھا تھا۔“ فائزر نے اپنے ہنر کلب کا ایک دھنگ سے پڑاؤ کے
نسرین کو فائزر کے سامنے لڑاتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا۔

”سو سوڑی لہا جاؤ آج آخر۔“
”ہی۔۔۔ ہی۔۔۔ کیسے چھٹا۔۔۔“ فائزر نے جمرانی سے مٹی
ساتھ کلب کو کچے کے چھپا۔

”ہاں غاں چادر کے بالکل پیچھے پڑا ہوا تھا اور ہم
پورے طرح میں غدار ہوتے رہے پچھلے دنوں اسے دھوڑنے
کے چکر میں۔“
”ہاں تو کوہ کیا پورے سائے میں سوکا کلب ہے اور ایک

یہاں ستمیل کیا تھا۔“
”کیوں بخت کے پیچھے کیا؟“
”میرا ذلیل ہے ہم لہر لیتے ہیں گے اور تمہارے دو دہاں
جیسے پتلے ہلاں سے کب غسل کے کچھ کر کہا ہوگا نہیں معلوم
ہی نہیں ہوا ہوگا۔“ فائزر نے دانت نکالتے ہوئے حالات کا
بہترین تجزیہ کیا اس سے پہلے فائزر کئی بخش جواب دہی ایک
بار پھر نسرین غلہ کی دھواڑ تھی۔

”شباب ہے تم رزروں پر غلہ دھو کر کڑی ہے اور نہ سلام نہ
دعا مگی بڑی ہوا پی ہی دیا میں۔“ جب تک فائزر فائزر سیر
حاصل نہ ہو کر رہی رہا نسرین صرف کسی سے دو بیک لکل
کے کون میں رکھ کر گئیں بلکہ کایہ دے لاکے اسے فارغ بھی
کر چکی تھیں۔

”اب اٹھا لو یہ بیگز فارغوں یا آج ہی سارے ریکارڈ
توڑنے کا ارادہ ہے رزروں کا۔“
”میرے دماغ غلہ۔۔۔۔۔ آپ سچائی ہیں۔“ فائزر نے خوشی
سے غلہ کے کد پتھر پھیلانے۔

”ہاں تمہارے غلہ رزروں کے لیے کھیر گئے ہیں تو سوچا
اپنی اتان بھانجیوں سے مل آؤں لیکن ابھر تو محبوب کے بعد
کلب کی ہائی کی اور میں کڑی کی کڑی رہ گئیں۔“
”ہا۔۔۔۔۔ غلہ پائس ای میر نہیں تو یوں کھل کر ہے
تھے آج میں انار نہیں ای کون کرتے ہیں کلب کی بولی
ہیں۔“ فائزر نے غلہ کا ایک بیک اٹھا لے کر اندر آ جا ب
قدم بڑھائے۔

”ہاں پھر کیا معلوم ای مات کوئی؟ میں کہہ لے آؤ مگی ہیں
جوہں جہاں اڑکیوں کی گھرنی کے لیے اب ذرا فرست سے محکم
پھر لوں۔“ فائزر نے کئی غلہ کے دوسرے بیک کو اٹھا کر انہیں
اپنے ساتھ لگا لگا کے بڑھتے ہوئے کہا۔

”نسرین غلہ نے رزروں لالہ ہی بھانجیوں کو ایک دھپ
لگا لی تو تینوں کے بلند بالا ہاتھوں نے حق میں سے لگے ہاتھ فور
کوہ کی رزروں پر موجود بے غلری سے بیٹھے کچھ پھول کو
اڑنے میں مدد دی۔

”ہاں اب بلور نسرین کس رشتے کا تبار ہیں۔“ فائزر
فائزر کے کاٹ جانے کے بعد رزروں میں نسرین میں جیسے بخت پر
فرست سے بیٹھیں تو بیٹھیں نیکم نے جائے کی پستی اپنے

”ہاں! اللہ پر ہمدرد سمجھنا لازمی اس غلطی کی تلافی کے لیے ہے۔“
 ”مجھے سنو ایک دن میں کس شے کی ہوں؟ فائدے سے کھان
 سے پوچھتی ہوں کون ہے یہ محبوب؟ آپ دیکھ لیں ممتاز بھائی
 نے یقیناً چمکھارہا ہوگا۔“
 ”فائدہ کرے یہ مسئلہ ہو جائے سرزن روز بڑی جگہ
 چٹائی ہوگی۔“
 ”میں آئی ہوں کل بس آپ حوصلہ رکھیں پلایز۔“ بلقیس
 بیگم نے فون بند کرنے کے ساتھ ہی آقا تمکین بھی کرب سے
 دیکھ کر سرس توڑ دیں آقا تمکین نے کرم بہت سیال ایک لڑکی
 نے کھانا کھا کر ہوتا ہوا چوت بنا۔

”لو ہاگل ہوئی ہو تم بھی سرزن اب کے سامنے بچی سے
 پوچھو کی وجہ یہ کہ جس کے پیچھے ہم آگاہ ہوں بڑی دھور
 کیا تمہاری بہن بھی اس کام میں شامل ہے مجر تو وہ مسکرائے
 ہوئی کی ہنسنی ہو گئی۔“
 ”جیسے میں کر رہی ایک دن وہیں ہم آپس کے شور سے
 کے بعد ہی آپ کو جواب دیتے ہیں۔“ فائزہ کی ہنسنے بلا فر
 فیصلہ کن لہجے میں کہا اور جانے کے لیے کمری ہوئی۔
 ”اوسے ناکہ نہیں تو لکھی جا جلدی ہے۔“ سرزن
 گھبراہٹ سے ناک کا تھوڑا سا بھٹکا دیا۔
 سرزن کی ہر ممکن کوشش کی یہ مسئلہ ہو جائے کیونکہ
 اس سے بنیاد بات کے پیچھے خود سرزن کا بھی ساتھ ہوتا
 چکرو دھاتی بہن کے کمرے کے احول کی طرح جاتی
 گی۔ ساتھ ساتھ اپنی جان سے محروم رہا نہیں کہ کردار کی کوئی
 بھی دے سکتی گی۔

”سرزن میری بیٹیاں لکھ نہیں پڑا تم جانتی ہو میں۔“
 بلقیس بیگم سرزن کو لڑکھٹائی کرتے ہی بک بک کر رہیں۔
 ”کیا کوئی بات ہے۔۔۔ میرے سامنے کی پٹی بچاں ہیں
 کیا میں نہیں جانتی وہ دونوں کو بہت زیادہ کو بیٹیاں کو غلطی
 ہوئی ہے آپ گھر نہ کر رہیں جلدی کوئی حل نکل آئے گا۔“ آف
 لوبائی۔۔۔ درہ تو بند کر رہی فائزہ ناکہ فائدہ کیا خیال کر رہیں اور
 آپ نے فرخ بھائی کو تو نہیں بتایا ہاں؟“ سرزن کو فرخ
 بھائی کا خیال آیا۔
 ”بھین! میں کوئی بتایا نہیں کہ تک ہے بات چھپ سکتی
 ہے سرزن۔“ بلقیس بیگم بے بسی سے بولیں۔

”جلیس ختم کر رہی اس بات کو دیکھیں فائزہ آ رہی ہے۔“
 ناکہ نے بلا خرابیات ختم کی اور سب کے چہروں پر مہیناں سا
 بچل گیا۔

شام ڈھلے فائدہ کے سرسری دلوں کے دایں اسلام آباد
 جانے کے بعد محبوب سامنا سا چلیا گیا تھا کہیں۔ تو دوسری
 طرف سرزن اور بلقیس بیگم سرزن آ آ کر دوسرے
 کی طرف چند لمحوں کے بعد وہیں اور ایک دم دونوں کے طبق سے
 بے ساختہ چھینوں نے اٹھ کر کھانا کھا کر ڈھانچا۔
 ”اس فائدہ کی بچی کا کوئی بندوبست کر رہیں یا تمی ختم
 نہ مت ہاں دیکھو کدو کی گی۔“
 ”ہاں جیسا ہوتا اس شخص محبوب کے پیچھے بہن کا رشتہ
 نوتے تو تھے چاہے پردہ کی ہیں۔“
 ”جو کدو ہے میں بغیر رنگ سے یہ ان کے کمرے میں
 جاسے تو کی ضرورت نہیں کیا سوچیں بہن پر شک کر رہی ہے۔“
 ”ہاں اور کیا تھا کل پوری تفصیل تو بتا دیا۔“ بلقیس بیگم
 نے مگی ہاشمی کی صحبت سے پوچھا۔
 ”میں کل جب فائزہ فائدہ سے سولی چوب کمرے میں
 کے کمرے میں کی تو وہیں بیٹے ہی فائدہ کی گئی۔“
 ”کیسا دلچسپ کہان! میں ابھی محبوب کی سب کی جاہ بہت ہوتی
 فائدہ خودی سے بھل نکل رہا ہے۔“ فائدہ خودی سے بولتا اور
 سرزن کے کانوں کو بھینس۔ ”مگر بہت کے دے فائدہ روزانہ
 پڑا ہی جگے تھے۔“
 ”اور وہ چمک کر دھوا کر آیا نہ وہ پیلے کی طرح ہے
 غریب ہو۔“
 ”تم چمک کر ڈھیر بہن ہونے کے باوجود عداوت ہی ہو۔“
 ”کہاں پوچھیں؟ بھلی بڑی لکھی کیا خوب ہے غریب ہوئی تو
 جب ہم سے دھڑکتے ہو وہاں کی سب سے۔“
 ”وہاں تو ہو گیا کہ آپ مہارت ہو گئے ہیں۔“ فائدہ نے
 ساتھ بابا کی طرح آقا تمکین بند کر کے ایک ہاتھ ہوا میں بلند
 کرتے ہوئے کہا۔
 ”اب آئے گا اس مزاحمتی لڑکی کا تم دیکھنا فائدہ
 میری جان! حصال! غزوہ اعلان!۔۔۔ آئی کیا ناں محبوب
 میرے لہوس میں قن!۔۔۔ دے دے لوگ ایسے تو کس محبوب کے
 پیچھے رہتے۔“



چھوٹا چاند نرہت جبین ضیاء

یوں دیکھنا اس کا کہ کوئی اور نہ دیکھے
انعام تو اچھا تھا مگر شرط کڑی تھی
کم مایہ تو ہم تھے مگر احساس نہیں تھا
آمد تیری اس مگر کے مقدر سے بڑی تھی



منظر ہوا ہے نہیں منظر ہوا ہے
گھر کی لہاں لہاں دھڑکی دھڑکی ہوا ہے
ہے دور دکھ لہاں کا یہ سلسلہ گیا.....
لنگے سے میرے ساتھ ڈکتر لہاں ہے
دیکھ کر آخری شام دھیرے دھیرے رات کی سیاہی
میں تبدیل ہو رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا میں اور سرد موسم نے
شام سے ہی لپٹا رنگ بھاپا ہوا تھا۔ جس بات تک آس
سے نہیں لٹا تھا۔ آج کل دیکھے کی آہ میں کام نہاد
تھا۔ سال کے اختتام پر کام کا بوجھ بڑھ جاتا تھا۔ خوشی بھی
کچھ پر پہلے ہی سون گئی تھی آج اس نے ٹھیک باقاعدگی سے
کو کہ بات دوپہر میں ہوئی تھی اور اس کے بھانے پر خوشی
چپ ہوئی تھی..... سن..... سن..... سن.....
سے پریشان ضرور ہو گئی تھی۔ پریشانی کے ساتھ ساتھ درد
ورجہاں بھی گئی۔ خوشی کو ابھی طرح سے کبل لڑھا کر وہ
ہاتھی کی طرف آگئی ٹھنڈی اور جھونکے ہونے اس کا خیر مقدم
کیا مثال کو ابھی طرح سر پر پیٹ کر وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔
آس پاس کے گھروں اور سامنے کی طرف بنی ہوئی سی
بازنگ میں نئے سال کی آمد کی تیاریاں عروج پر تھیں۔
سامنے بنگو والے سڑ اور سڑ غازی اپنے تین عدد بچوں
کے ساتھ لڑ کھتے لگا رہے تھے۔ ان کے برابر دسم انگل
کی چلی تھی وہ بیٹے باہر تھے ان کی بیٹیاں یہاں پر تھیں
دونوں بیٹوں کے باجے بیٹے تھے بچوں کے دسم انگل اور
آہنی کے ساتھ اچھلنے کودنے خوشی جھنڈیاں لگا رہے
تھے۔ ہاتھ برابر میں کرکٹ کی بال بھی آہنی بہت اچھے اور
پڑفلوس لوگ تھے سڑ اور سڑ رات مریدہ تھے کوئی اولاد
نہ تھی ان کا بچن ہاتھی سے ملحق تھا اس وقت وہاں سے آتی
ایک اور سڑ سڑ کی خوشبو اس بات کی گواہی دے رہی تھی
کہ وہاں بھی ٹیلیز کی تیاریاں اپنے عروج پر ہیں۔.....
کے یوں سے ٹھنڈی سانس خاندن ہوئی..... آج سے کچھ
سال پہلے تک تو وہ بھی یو پی اختتام کر گئی تھی نئے سال کی
تیاریاں بہت دور رخو سے ہوا کرتی تھیں۔
”آہ لہاں لہاں کی اور دیا آئی۔“ سسکاری یوں سے نکلی

”آپ کج بیتی تھیں لہاں.....“ ماں تھیں ناں سب
جانتی تھیں..... ”بھیس لو آپ کا چھوٹا چاند کتنا بڑا ہو گیا۔
(گھر کے سستی چھوٹا چاند ہیں) بھیسو سو برابر بردبار.....“
بچے سے سر کا کرینڈ کی پشت سے ٹک لگائی انکھوں کے دو
مولی چلوں کی بازوڑتے ہوئے گالوں تک آئے.....
ہاتھی کے دسم بچے داہوتے چلے گئے۔

دو ٹی وی کے سامنے بیٹھی تھیں لگا رہی تھی کہ کمرے
سے ملحق برآمدے میں بیٹھی ادا آ خر کوئل پڑیں۔
”بھئی نیک بخت یوں ٹھٹھے کس بات پر لگائے
جا رہے ہیں.....“ بھئی بار کا ہے لڑکیوں کو آہنی زور سے
تھپسا چاہیے.....“ حسب عادت لہاں کی ڈانٹ کا اس پر
کوئی اثر نہ ہوا تھا ابھی تو بدستور تھیں لگا رہی تھی لہاں کی
آواز سن کر دیا بار پڑی خائے سے نکل کر سیدھا کمرے
میں آئی تھی۔

”بھیا کاد کھ لہاں کی دی میں.....“ کہتے ہوئے کمرے
میں داخل ہوئی اسکرین پر نظر ڈالی تو وہ کاتون ٹیٹ درک
تھیں سے نامہ اینڈ جری دیکھ رہی تھی۔

”یہ کیا کھانسی پن ہے مگر؟“ زور دیا کھٹا کھٹا۔
”آہی آپ کی آہیں دیکھیں ناں جیری کی سستی شرتیں

کہتا ہے نام بیچارہ معصوم۔" اٹنا زویا کو بھی دعوت دے ڈالی ساتھ ہی صوفے پر جگہ بنائی گویا اس کے کان پر جوں تک نذر نہ تھی۔

"بندر کو یہ سب....." تب ہی بکلی چلی گئی۔
 "توہ شہت یار۔" غصہ ہری طرح بجھلائی تھی۔
 "شکر اللہ کا۔" زویا کہتی ہوئی کمرے سے نکلی وہ بھی باہر آئی تو اماں تخت پر بیٹھی سیم کی پہلی بنار ہی تیس نظر بچا کر صحن کی جانب قدم بڑھائے۔

"غمرہ! لاہر آؤ میرے ساتھ بیٹہ کر یہ پہلی بناؤ! کبھی کمر کے کاموں کی طرف بھی دھیان دے لیا کرؤ چھوٹی بچی نہیں ہوتی..... کل کو زویا کی شادی ہوگئی تو اس کمر کا کیا بنے گا؟ جہازو تک تو پکڑنی آتی نہیں تمہیں....." حسب عادت اماں کا ٹیکہ اشارت ہو گیا تھا۔ بخت کی کوئی صورت نظر نہ آتی تو وہ آ کر اماں کے سامنے تخت پر آ بیٹھی اور معصوم پھلیوں پر غصہ اتارنے لگی۔ اسی وقت ناصر صاحب بھی تہ گئے۔

"ارے بھی کیا ہوا ہمارے چاند کے منہ پر بارہ کیوں بچ رہے ہیں؟" انہوں نے غمرہ کے پھولے ہوئے چہرے کو گور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں ناں نہیں گے بارہ..... ذرا سا کام جو کہہ دیا آپ کی لاڈلی کو..... آپ خود ہی سمجھائیں میں تو کہہ کہہ کر تھک گئی ہوں کہ بچی نہیں ہوتی، مگر محترمہ کے کان پر جوں نہیں رینگتی اٹنا ہمیں ہی غلط سمجھتی ہے۔ آج رات کا کھانا تم ہی پکاؤ گی۔" اماں نے غصے میں آ کر سزا بھی سنائی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" وہ منہ ہٹا کر اس انداز سے بولی کہ بچن میں چائے بکلی زویا کو بھی ہنسی آ گئی
 "اے کیا ہے گا اس لڑکی کا..... کب بڑی ہوگی؟"
 دوسرے بیگم بڑبڑائیں۔

"ارے بیگم کیوں فکر کرتی ہوتی..... دیکھنا میرا چھوٹا چاند کس طرح سے ہمارا نام روشن کرے گا! وقت آنے پر لڑکیاں سب کچھ سیکھ لیتی ہیں۔ تم ٹینشن مت لیا

کرو..... اسے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے دو لڑکیوں کے سارے ہانڈ خرے ماں باپ کے سامنے ہی ہوتے ہیں۔" ناصر حسین کی بات پر دوسرے بیگم ان کو گھور کر رہ گئیں۔ ان سے پہلی توقع تھی کہ وہ بجائے بیگم کی ہاں میں ہاں ملاتے ہمیشہ غمرہ کے حق میں ہی ہوتے تھے۔ مغرب کی اذان شروع ہوئی تو دوسرے بیگم اور ناصر حسین نماز کی تیاری کرنے لگے۔

ناصر حسین ایک پرائیوٹ کمپنی میں جاب کرتے تھے۔ اللہ پاک نے شادی کے سال بعد زویا کی شکل میں اولاد سے نوازا اور پھر چھ سال بعد غمرہ پیدا ہوئی۔ چھوٹی ہونے کی وجہ سے وہ ماں باپ اور بہن کی بے حد لاڈلی تھی۔ ناصر حسین نے غمرہ کا نام خود ہی رکھا اور وہ اسے اپنا چاند ہی کہتے تھے۔ اپنا بیٹا کہتے یہی وجہ تھی کہ غمرہ بچپن سے ہی لا لہائی تھی ہر دم کمر میں شور بنگامہ بجائے رکھنا، تھپتھپے لگانا، زور و شور سے بائیں کرنا اور اچھل کود کرنا بچوں جیسی حرکتیں کرنا اور ہر دم کمر میں بنگامہ برپا کرنا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی دوستی ہم عمر لڑکوں سے زیادہ بچلے کے چھوٹے بچوں سے زیادہ ملتی۔ اسکول اور پھر کالج میں اس کی سہیلیاں فلموں، فیشن، میڈیا، میوزک اور ہیردوئوں کے بارے میں باتیں کرتیں جبکہ وہ کارٹون فلمز کے علاوہ وی دی کم ہی دیکھتی تھی۔ وہ ساری باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑ دیتی۔ فری جیریل میں لڑکیاں کانٹے ستیٹیں یا اپنے فرینڈز سے چیٹ کرتیں اور غمرہ لوڈو اشار اور کینڈی کرش بھیگتی، بڑے سے محبت میں اکثر بچلے کے بچوں کو جمع کر کے کوئی نہ کوئی ہلہ گلہ کرتی رہتی۔ کبھی محبت کے کوٹنے میں لگے بڑے سے شیم کے درخت پر جھولا ڈال کر بچوں کے ساتھ انجوائے کرتی، تو کبھی کسی ایونٹ کی پلاننگ میں سر جوڑے صبح سے شام ہو جاتی۔ اسی بات کو لے کر اماں سے اس کا جھگڑا ہوتا تھا۔ وہ جب تک چھوٹی تھی اماں کو برا نہیں لگتا تھا مگر اب سترہ برس کی ہو چکی تھی۔ انٹر بھی کر چکی تھی زویا اس سے چھ سال بڑی تھی۔ عمر کے اس واضح فرق نے زویا کو بنیدہ اور بھدرا

ہندیا تھا۔ وقت کے ساتھ یہ تبدیلی آتی تھی کہ اسے میوزک چھوڑ گئے، کیا تھا خاص طور پر جب اس کا یہاں ہوا اور اس کا کلچر بھرا بھرا شائستگی اور ہوادہ کرے میں جا کر دستک چارولیس لاکھ کالوں سے بھڑکنے لگتی۔

مستطیل طے کی آبادی میں ہوا ہوا سو گرا کہ بھر ناصر حسین کی عمر بھر کی محنت کی کمالی کا نتیجہ تھامو کہ کوانا کما بہت اچھا لگتا تھا، میں کمرے کے ہمراہ کھانا کھانے میں کتنے دیا ہوا ہے ساتھ ہی ہوئی کیا کیا جن کو سرخ انگوٹوں سے جا کر خوب صورت بنایا گیا تھا اور کیا یوں میں لگے گلاب، چنبیلی اور موکرے کے پودے جن میں گلے خوب صورت پھولوں کی خوشبو سے جب آواز ملتا تو کمرہ کبار یوں کے پاس میں کرسی ڈالے تھی دیر آگئیں بند کے لیے کسی سائیس لے کر جبک اپنے اندر اتاری رہتی تھی۔ یہیں بیٹھ کر پڑھائی کرتی، چائے کا کپ لے کر بھی اسی جگہ جاتی۔ دنیا کا واحد کام جس سے پسند تھا وہ دوسری صفائی کرنا اور ان کو پانی دینا تھا۔ ناصر حسین جو کچھ بھی کرتا سب کچھ اکر یوں کے ہاتھ پر رکھ دیتا اور دوسرے پتھر بیٹھتے سے کھر چلا میں ساتھ ساتھ بیٹھوں کے لیے کچھ نہ کچھ انعامی کرشمے دیتے۔ دیکھ بیگم کے سینے میں تو کون دھاتوں سرسراں میں جینوں اور رتھے دو لوگ پیسے والے تھے اس لیے ذرا کم پیسے ملتے تھے۔ دیکھ بیگم ہمارے معاشرے کا الیہ ہے کہ جس کمر میں چٹائیاں ہیں اور وہ بالی لٹاؤ سے گھمدی نہیں ہوں اور بیٹیاں خوب صورت بھی ہوں تو دگر دہشتہ داران لوگوں سے کھڑانے لگتے ہیں کہ مہاراجا کا معصوم بیٹا اور لڑکیوں کے حسن کے شام میں مایہ کر شادی کا مسلمانہ نہ کر بیٹھے۔ یہاں تک ناصر حسین کے بھائیوں کا تھا کہ جن سے ملاقات خاندان کی کسی طرف نہیں سرری انداز سے ہوتی اور فرائض کی کوکوش ہوتی کہ ان کے بیٹوں کی نظروں میں بھی بی بی لڑکیاں سننا نہیں اس بات کو ناصر حسین کے ساتھ ساتھ دیکھ بیگم کی ایسی طرح جاتی تھیں اس لیے ”ہم پہلے ہمارا کمر بھلا“ کے بعد ان کی اپنی دنیا میں گھر رہتے۔ دنیا نے کر بوجھیں مکمل کیا تو

کھانے سے فارغ ہو کر وہ حسب معمول اپنے کمرے میں سونے کے لیے لیٹ کر پچھلے گھر بھی آگئی۔

”اماں! مجھے ذرا باز کرنا چاہتا ہے۔“

”ہائیں..... تمہیں باز دار کون سا کام یاد آ گیا اس وقت؟“ اماں نے چونک کر رت سے سنا دیا تھا۔

”اماں! اسن اور کاشی کو چودہ گت کے خالے سے کچھ چیزیں لی گئیں ہیں فراز بھائی کے پاس دینا میں ہے اور عاتکہ بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی سے سوچا میں ہی لے جاتی ہوں۔“ اس نے معصوم بھائی کا کر تفضل بتائی۔

”ہائیں تم تو مجھے عبدالستار کی طرح مدمک کی جاتیں ہو اور ایک کی مدد کو دت سے پہلے جاتی تھی ہو۔ سارے زمانے کے دو دہارے ہی تھے سے کیجیے میں سلیا رہتا ہے۔“ اماں جل کر کہیں۔

”تمہے لالہ آپ تو بس..... دیکھیں ماں کے معصوم بچے بچا کرے انتقام میں کھڑے ہیں۔“ عمن میں کھڑے اسن اور کاشی کی طرف اشارہ کیا۔

”اچھا اچھا..... کتنی جلاؤ کم۔“ لکھن سائیر کی بات مانتی ہے۔ ”اماں! مجھے چھوڑا میں۔“

”اماں! ایک اور بات۔“ راقش تلے ہونٹ دبا کر وہ اماں کے قریب آئی اور ان کے کانوں پر پیدل سے ہاتھ رکھا اور جتنی سستی انداز بتائی۔

”اب کیا؟“ اماں کی مجھ کو لٹ بفر برداری۔

”اماں! میں بھی ٹھوڑی سی جمنڈیاں اور جے لے کر آ جاؤں اپنے لیے۔“ عاتکہ انبارا کر دیکھ بیگم سے تلافی نہ ہو پایا۔

”اچھا باز تو دنیا سے پیسے لے لو۔“ انہوں نے لہجہ کو

”تمہے دادو!..... اچھویری اماں! اس نے آگے بڑھ کر اماں کے گال پر پھیرا کیا اور پلٹ کر تیزی سے دنیا کے کمرے کی طرف بھاگی۔

”توبہ نہ جانے کب مدھر سے کی ہے لڑکی کس کا بچہ بن گئی ہو۔“ دیکھ بیگم پر ہاتھ مار کر بڑا زور دیا اور

اپنے بیڑی کی طرف بڑھ گئیں جب وزیر گھنے بعد وہ سارو سالانہ سے لدی پھیری کر لیں اور تو دنیا نے سر پہنٹ لیا اماں ابھی تک سوری نہیں۔

”کتنے پیسے خرچ کرے تم نے؟“ ڈھیر ساری جمنڈیاں اجمار میں پاکستانی جمنڈ اور دیگر چیزیں دیکھ کر دنیا نے بے جا کمرہ خوشی اور خوش سے ایک ایک چیز نکال دی تھی کتنی کہ جب سفید ہونے پر لی پاش نکال کر دکھائی تو دنیا کی آگئی۔

”کمرے آ لے اس میں بیٹے والے کون کی بات ہے۔ دیکھو تو سنی ابھی لگے کی میں لڑکی کر کے لائی ہو۔“ اس نے اٹھتی گئے۔

پھر شام تک بچوں نے ان کا مچن جمنڈیوں اور اجماروں سے بھاریا ہوا کمرہ ساتھ تیزی سے لٹی جمنڈیاں اور اجماروں خوب صورت لگ رہی تھیں اس نے اپنے کمرے کی سیاحت سے مطمئن ہو کر وہ اسن اور کاشی کے ساتھ عاتکہ بھائی کے کمرہ جانے کی تاک دیا کہ کمرہ جاکے۔ دو گھر سے نکل کر بھی گئی کینا صر ستر گئے۔

”السلام علیکم بھائی۔“ بچوں نے بھی سلام کیا۔

”ولیکم السلام ارے بیٹی یہ قافلہ کہاں چلا؟“ انہوں نے خوشگوار انداز میں ان سب کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

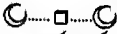
”دیکھیں لائی..... ہم نے اپنا کمرہ بھاریا کتنا اچھا لگدہا ہے ماں! اب عاتکہ بھائی کے ہاں جا رہی ہوں۔“ کمرہ نے خوش سے ہونے کہا۔

”اچھا! بادل کی آواز..... انہوں نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”بی بی! میں..... دوپٹے کو سر پر لیتے ہوئے کہا۔

مستطیل طے کے اور ملحقہ شہار کو جن کو جاو اور دیکھ کر پھر پھیلانے ہوئے ہیں وہ زندگی کی گاڑی کو چلانے کے لیے سوچ بیٹھ کر کے بھٹ بگاڑا تو جو زور دے کر ہی سفید پوش برفراز دھکے کھینچے ہیں یہی حال اس فعلی کا بھی تھا۔ یہی رمضان المبارک ہو یا غیر عید عید کا اہتمام کچھ مایہ سے ہی خروا ہو جاتا رمضان المبارک کی آمد سے کافی

”نہرے بھی یہ تو ہمارے گھر کی تھی۔ بھارتی بھرتی ہے چاند کی طرح چمکتی ہے تو اس کی پسند بھی تو ایسی ہی ہوگی۔“ زویا نے پیارے قمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں یہ بات تو ہے، ہمارے محلے کی روٹن ہے واقعی تھی کی طرح ہر جگہ اڑتی بھرتی ہے۔ راتوں لگا دیتی ہے اللہ پاک اس کا نصیب اچھا کرے آمین۔“ زویا اور دوسرے بیگم نے ایک ساتھ کہا۔

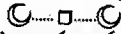


زویا بھی زمانے کی ریت کو بھاتے ہوئے رخصت ہو کر حاکم کے ساتھ گئی تھی لیکن انی ایل جاسم اپنی فیملی کے ساتھ کسی رشتے دار کے یہاں مقیم تھا اور شادی کے بعد ویسے کی تقریب بھی پھر انہیں لا اور چلے جانا تھا۔
 زویا کے جانے کے بعد گھر میں ایک دم اسی چھا گئی۔ دوسرے بیگم بہت سب سیٹ ہو گئی تھیں۔ ناصر حسین کو بھی زویا کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ قمرہ نے خود کو پڑھائی میں مصروف کر لیا، زویا نے بیچن سے لے کر آج تک ہر معاملے میں اس کی سپورٹ کی تھی اس کی ہر فرمائش پوری کرتی تھی قمرہ رات کو بستر پر لیٹی تو چپکے چپکے زویا کو یاد کر کے تسو بہانی اب اس نے اپنے ارد گرد بچوں کا سرکل بڑھا لیا تھا شام کو بچوں کو نیشن پڑھانے لگی تھی دوسرے بیگم نے کچن سنبھال لیا تھا اور قمرہ کی وہی مصروفیات اور وہی بڑجوش زندگی شروع تھی اب بچوں کی روٹن بڑھ گئی تھی نہ پہر ڈھلتے ہی آگن بچوں سے بھر جاتا اور مغرب تک پڑھائی مکمل کو اور ہنگامے چلتے رہتے۔

دوسرے کامیہ انتہام کی جانب رواں دواں تھا۔ سردی اپنے عروج پر تھی۔ زویا نے بھی آنے کا کہا تھا۔ قمرہ بہت خوش تھی۔ پورے چار ماہ بعد زویا آ رہی تھی اور پھر نیو ایئر کی آمد بھی تھی۔ قمرہ یہ خوشیاں بھر پور طریقے سے منانے کی تیاری کرنے لگی۔ گھر میں خوشگوار چھل پھل تھی۔ جاسم کو کام کے سلسلے میں ایک ماہ کے لیے دئی جانا تھا اور پورے ایک ماہ کے لیے زویا آ رہی تھی۔

نئے سال کی تیاری زور پر تھی وہ اسٹول پر کھڑی

پہلے ہی گھر کا سودا سلف آنا شروع ہو جاتا ضرورت کی وہ اشیاء جو خاص طور پر استعمال ہوتی ہیں ان کو لا کر صفائی کر کے چھانچیں کر کر جتانوں میں محفوظ کر دیا جاتا تھا، یہی ماحول قمرہ نے بچپن سے دیکھا تھا اس کے ساتھ قمرہ کو چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہانڈا اور منانا اچھا لگتا وہ سب کی سالگرہ کا دن یاد رکھتی دوسروں کی خوشی بھر پور طریقے سے مناتا اچھا لگتا تھا اور وہ بھی یہی چاہتی کہ اس کے حوالے سے بھی لوگ اسی سوچ کا اظہار کریں۔



گھر میں زویا کی شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ قمرہ زویا کی شادی کو لے کر بے انتہا خوش اور بڑجوش تھی اسے چمک دمک گنا گناہی والے رنگین کپڑے پہننے تھے بھاری جیلری شروع و تیز میک اپ کرنا ہے اس روز بھی بیٹیوں میں بیٹیاں شایگ کر کے آئیں اور برآمدے میں تخت پر شاہزادہ رکھ دینے دیا عین اپنی اور گاس لے کر اسی وقت عاتکہ بھی آ گئی۔

”بیٹھیں بھالی۔“ زویا نے اس کے لیے جگہ بٹائی اور اسے کپڑے کھانے لگی۔

”ناشا اللہ بہت پیارے جوڑے ہیں اللہ پاک اچھے نصیب کرے سارا جہیں اپنے گھر میں آ باد رکھے (آمین)“ عاتکہ نے دعا دی۔

”ارے واہ یہ سوٹ تو بہت پیارا ہے زویا تم پر سوٹ بھی کرے گا۔“ مرعنا اور گرین کو میکشن والے بھاری گینٹوں اور اسٹون کے کام والا فراک اٹھا کر عاتکہ نے کہا۔

”بھالی یہ میرا نہیں قمرہ کا سوٹ ہے ہامات کے لیے۔“ زویا جلدی سے بولی۔

”بھالی کیسا ہے؟ یہ دلا اور یہ نیو دلا اور گلڈن دلا یہ دلوں میرے ہیں۔“ قمرہ نے بتایا۔

”بہت پیارے ہیں۔ مگر لگتا ہے کہ شادی زویا کی نہیں بلکہ تمہاری ہو رہی ہے اس کے سٹوں کے گلڈز لائٹ ہیں اور تمہارے شوٹ اور بھاری۔“ عاتکہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

اس کے کانوں سے تمام کر پیار میرے لہجے میں کہا تو وہ سر جھکا کر رہی گئی اس کی آنکھیں جھپکنے لگیں۔
 ”چلو بھئی اس خوشی کے سونے پر میری طرف سے چاہئے اور اگر مارم پکڑنے سے تو کم لگاں کہ کمرے میں جاؤں یا ابھی ٹائٹس سب لے کر آتی ہوں۔“ روپا نے باجول بدلنے کے لیے جلدی سنا فری۔
 ”مہرے واہ۔۔۔ بھئی میں چاہئے بیٹے کا بہت دل کربا تھا۔“ عاتکہ نے خوش دلی سے کہا ابھر سے منظوری دے کر عاتکہ نے فراز سے دوست باہم سے رہنے کے حوالے سے بات کریں۔

حسن کیونکہ ایک تھا اس لیے فراز کے دوست جازم کے ساتھ وہ خود ہی آنے والا تھا عاتکہ نے بتایا تو عمرہ کی عمر فرات پر چڑھائی۔
 ”مہرے واہ! وہ جناب خود ہی شریف لارہ ہیں۔ دیکھنا ایسا گھور گھور کے دیکھوں گی جاں اور اتنا بولوں گی کہ۔۔۔ بچکارہ خود ہی گھبرا جائے گا۔“ عمرہ کی شرارت پر روپا بدتر گھر کا سد بیکھا۔
 ”اے مارزن کی ڈالی اگر کچھ افنی سیدی حرکت کی یا کوئی جالاک دکھائی تا تو بہت راکھا دی۔ کوئی ایسی دیکس بات یا حرکت نہ کرنا جس سے فراز بھائی کی بے عزتی ہو اور عاتکہ بھائی شرمندہ ہوں۔“ روپا نے اسے شرارت سے باز رہنے کی ٹیڈیکر اسادہ حسن کے سامنے بھکوات چانگ کر سنات کر دوسرے اور دو رپا لب سکر لائی رہی۔
 ”اسادہ شرف خوش فطرت لگا اور جانب نظر لاؤ تھا۔ کچھ لگاں کی چھیدی اور کچھ کھانسی بھائی کی نرم باتوں نے خلاف توقع اس بات دکھایا کہ عمرہ نے انہی شرافت کا مظاہرہ کیا اور دلی تکی کو گھر سے والی سن موٹی کی عمر حسن کو پسند آگئی۔ حسن بھی پر لگا سے اچھا تھا اور فراز کو کی کوشش سے ریشہ لے ہو گیا۔

فراز نے اپنے طور پر حسن کے بارے میں ساری معلومات کھنٹی کر لی تھیں اس کا کس کے لوگ ملتے جلتے والے کو کہ عاتکہ انہی ہے حد تعقیر تا لیکن بتانا بھی تھا

سب نے حسن کی تعریف کی کہ مختفی شریف اور بروید انسان ہے سو رہے اپنے کام سے کام رکھنے والا والدین حیات نہیں سے کوئی بھائی بھی نہ تھا ڈھائی سو گز پر بنا ہوا خوب صورت سا باغ۔ گاڑی آگچی کو لری اور سارٹ لڑکا ہی تو آتی کل کی لڑکیوں کی ڈیبا بھی لگے وہ خدایوں کی دنیا میں رہنے والی آئیڈیل پرست لڑکی تھیں اسے تو ہر چیز واضح اور مکمل دیکھنے اور برتنے کی عادت کی اسے کسی سن اچھا لگا۔ عمرہ ہرگز کے ذہن میں اپنے گھر شہر اور مستقبل کے لئے ایک خاکہ ہوتا ہے اور حسن اس خاکے کے مین مطابق تھا۔

ایک جانب گھر باں باپ بہن اور عام طور پر بچہ پارٹی سے جلد ہی کا خلیل ابھر رہا تھا تو دوسری طرف حسن جیسے جیوں سامی کا آبیشہ کے لیے ساتھ اس کے لیے باعث اطمینان تھا۔ یہی ہنسنے کھیلنے بہت سارے دن بیت گئے اور پتہ نہ چلا احساس ہوا تو اس کی شادی کے دن آگے سے تھے اسے شدتوں سے باہل کا آگھن چھوڑنے کا احساس ہوا۔ شادی سے کچھ دن پہلے جام بھی آ گیا وہ بھی اچھا اور غلوس تھا اس نے ہامر مشین کو پینے کی کھوس نہ ہونے کی فراز اور عاتکہ بھی پر کام میں تھیں چیلہ ہے۔

آج بایوں کی رخصتی۔ ہلدی رنگ کے جوڑے میں بھولوں کا زیر پہننے وہ بھی بھول بھی لگ رہی تھی۔ دوسرے تیار کام سر حسین بہت انا سے حسن کا کچی اور فراز کے اس کے پہلو سے کھینچے تھے کھلے کے دیگر بے بھی بہت انا سے کر ان کی آپی جلی جاسیں کی تو فراتیں کون پوری کرے گا۔

”آپ ہمیشہ کے لیے جلدی ہیں۔۔۔ ہم سے کبھی بھی نہیں کھینچیں گے۔“ بہت مس کر رہی کہ ہم آپ کو۔۔۔“ فراز نے آنکھیں پھیلانے مصویت سے سوا

”مہرے۔۔۔ بھئی تم لوگ کیوں کر کر رہے ہو۔۔۔ جب بھی تم لوگوں کو یاد آئے گی میں آجاؤں گی بہت دور محوئی

جادی ہوں۔“ وہ خود بھی انا کی گرجیوں کو بھلا رہی تھی۔
 ”آئی۔۔۔ اب ہمارے ساتھ چلا آؤ لڑکی اور نیو لڑکے میں کون کر جائے گا۔“ کاشی کی محفل تھا۔

”مہرے بھئی تم لوگ کیوں پریشان کر رہے ہو آئی کو آئی کیوں دور توڑی جادی ہیں۔ وہ ہر عینت باپ کی طرح لڑکی اور تیار سے ساتھ ہی ہوں گی۔“ روپا نے آگچیوں کو لٹی دی۔ عمرہ کی آنکھیں جھپکنے لگیں۔ یہ وقت کی ایسا تھا۔ شادی کا دن آ گیا۔۔۔ رات سے تھکے ہوئے نیکر اور ناصر حسین کچی بار چھپ کر رہے تھے ان کے گھر کی راتیں سن کر کیڑی لڑکی ان کی چاچا بی جانی کی اور گھر میں بھیرے لایا تھا۔ بایں کے لیے یہ وقت بہت مبرک نا ہوتا ہے کہ اس کی نازوں بی بی جی جیسے بچپن سے لے کر اب تک چھلکا کا چھلکا ہوا ہوس کی فرمائشیں پوری کی ہوں جس کی ایک تکلیف پر بایں کا دل ترپ جاتا ہو یوں کسی اور کے حوالے کرنا بہت نقص وقت ہوتا ہے۔ آگھیں نہیں کہ جھنگل کے کچھ بے تاب تھیں۔۔۔ ابھر ناصر حسین کا کاشی دی علی حال قہر کرہ کا سامنا بھی نہیں کر رہے تھے مہاراجا کیں جناب کی رو میں نہ بہہ جائیں۔ ان کو لگتا تھا کہ آگچی عمرہ ہماگ کر ان کے گلے سے لگ کر لگاں کی شکایت کر سکیں۔ نہ سوسے کل کی ہی بات کچی کی کیا کچھ سہہ کچی ہی بڑی ہو گئی۔ عمرہ کو بھی یہ مشکل خلاف مزاج تک کے نہیں ہوئی تھی مگر مختلف خیالات دخل میں گھر کر رہے تھے۔ سب سے پہلے تو ان کے رشتے کو ہونے استے ہاں ہو گئے تھے لیکن بار بھی میں سے اس سے بات نہ کر سکا۔ کوشش نہیں کی۔۔۔ اس کا دل چاہتا کہ حسن کے بارے میں جانے اس کی پسند اور پسند کا معلوم کرے لیکن وہ تو بالکل ناقص تھا۔ اس بات کا ذکر عمرہ نے ہی کردیا سے بھی کیا کتاب ہمیشہ روپا نے بھی کہ کر کھائی اور کل ہی۔

”کچھ لڑکے نظر کا شرٹ لے اور سو رہے ہیں“ جمیں تو خوش ہوتا چاہے کہ حسن آج کل کے لڑکوں جیسے نہیں ہے بہت کس پہل اور سو رہا ہے کہ خوش قسمت ہو لگاؤ

کدور میں بھلا نہ تاج پر لکھت گھر اور لا کھلا ہے۔
 ”ابھی کیا سو رہی کی کیا انسان شادی پر کی ہل گھر نہ کرے۔“ راقی حسن کے کہنے کے مطابق شادی سار کی سے ہو رہی اور گھر ہو بلا کھلا اور شرٹ لے کر ولدہ بھی وہ تو کھلی کی شادیوں میں جا کر سات بھر گانے کائی لڑکیوں کے ساتھ لڑکے لڑکیاں ذاتی اس کے دم سے کھلے کی شادیوں میں رونق لگ جاتی روپا کی شادی میں تو اس نے وہ دوسرے بھی کیا کر سارے بارہاں نکالے لیکن اس کی اپنی شادی۔۔۔ ڈھول کی ڈینڈیا بجانا نہ لڑکی نکھڑا۔۔۔
 ”دراصل حسن کی والدہ کا انتقال کچھ عرصہ پہلے ہی ہوا ہے تو اس لیے حسن نے منع کیا ہوگا۔“ روپا نے جواز پیش کیا اور گھر ہو ہلا کر چپ ہوئی۔ سپر کوہ بار چارے لگنے کو دل پر کھڑا لگایا پار سے سیدھا ہل چا تھا یہ گھر۔ یہ آگھیں۔۔۔ بچپن سے ہی ایک یاد۔۔۔ آج۔۔۔ رات پرانی ہوئے بھی کاشی۔ اس کا کمرہ۔۔۔ اس کی والدہ۔۔۔ والدہ کی شہر کے لیے شہر کھلنے۔۔۔ تجا کف۔
 یہ کسی کمرہ کو دیا ہے مجب یہ سلسلہ چاہے میرے سدا سے کچھ بھلا لیا۔ ابھی سا ہے یہاں کے کوئے نے کوئے سے میرا رشتہ پرانا ہے میں کیسے چھوڑ دوں یہ گھر میرا کیا شیان ہے میرے ہاں نے کھوکھلی بی بی ہاں میں ملایا ہے میری کہاں نے کچھ کیسے میں سے چھپایا ہے یہ کیسے کہت ہے یہ کیوں مجھ کو بھوک چھوڑ جانا ہے بچپن کی یادوں سے تاملے ڈر جانا ہے میرے ہاں سے کچھ لگا کر نڈا سادک کو لکھ کو میری لگاں دکاں اسے کفرانے نہ سوچ دو کھو میری بہناتھار اچھا کچھ کو لے کے جانا ہے نئی دنیا بھائی سے نیا رشتہ بنانا ہے میری آنکھوں سے عمل چلا بھی کر سدا سے ازل سے بھائی کی یاد تک یہ بھانا ہے (شاعرہ: زہرا تبین ضیاء)
 ڈھیروں ڈھیر دکاں، غدا شت، خوشگوار احساسات

لیے دو رخصت ہو کر حسن کے گھر آ گئی۔
 یہی عجیب رخصتی تھی، نہ لڑکیوں اور نہ لڑکوں کی چھیڑ
 چھاڑ، نہ گاڑی روک..... نہ کمرہ رکوائی..... سیدھی سادی
 طرح سے حسن کے ہر ہر چند لوگوں کی موجودگی میں رخصتی
 اور اب اس کے بیڑہ میں بیٹھی تھی حسن اسے کمرے میں
 پہنچا کر باہر نکل گیا تھا اس نے کمرے کا جائزہ لیا اچھا بڑا
 خوب صورت بیڑہ تھا نکست اور سٹاٹ سے حسن کے
 ذوق کا اندازہ ہو گیا جاسکتا ہے ہر چیز سو اور نیس تھی کمرے
 کے پینٹ سے لے کر پردے، کاشین، پورٹریوں پر لگی
 پیٹنگ، دال کا کاک، داڑ، سب چیزیں عیاں میں حسن اللہ
 پاک بس اچھری زندگی میں محبت اور انداز اسٹینڈنگ پیدا
 کر دیتا اس نے صدق دل سے دعا مانگی، حسن آ گیا تھا وہ
 لاکھ ہولڈر تھی..... مگر اس وقت تھوڑی سی خورش تھی کچھ شرابی
 کچھ گھروالی تھی حسن کو اچھی لگی، وہ آ کر پینے پر تک گیا،
 باتوں میں چوڑی خوب صورت کی بیرون کی ڈبیہ سامنے
 رکھ دی فحشہ نے غور سے ڈبیہ کو دیکھا حسن نے ڈبیہ کو دیکھا
 اس کے اندر خوب صورت ماسرین اور بزمگینوں (ڈزٹون)
 والا پانک سا طعنا لگن نکلا۔
 ”کمرے والہ..... بہت خوب صورت ہے۔“ فحشہ نے
 ساختہ تعریف کر بیٹھی۔
 ”یہ..... وہ کتنے ہے جو میری دادی الماں نے میری نما
 کو پہنائے تھے اور میری نمائے سرائوں اسے سنیاں
 سنیاں کر رکھا تھا کہ اسے انھوں سے اپنی ہو کو پہنا نہیں
 گی، لیکن اللہ پاک کو ان کی یہ خوشی ان کے ہاتھوں پہری
 نہیں کرنی تھی، وہ ہمیشہ اپنی گیس بی بی کی ہولی المانت ہے
 یہ اپنے تہجاری ملکیت ہے میری نمائی کی نشانی اسے ہمیشہ
 اس پہنے پاس رکھتا۔“ حسن کا لہجہ بے حد دگمی ہو گیا تھا اس کی
 آواز میں لڑکھائیت تھی۔
 ”لوو.....“ فحشہ بھی اسی ہو گئی۔ ایک لمحے کے لیے
 باحوال سوکار ہو گیا فحشہ نے کتنی ہم اللہ بڑھ کر اپنے
 سیدھے ہاتھ میں ہاتھ لیں، اس کی گھٹ میں نہیں آ رہا تھا
 کہ وہ اداسی کے من لہجہ میں کیا کہے حسن کو کیسے لگا وہ

معروف مصنف و کالم نگار مشاق احمد قریشی کے قلم سے ایک اور شاہکار

پیہم خیال

مشاق احمد قریشی

تالیف کی ہے

کا شہر تھا۔ اور زندگی کے سنے سڑکی رات کا جوہر ہے
 جو میرے انتہام ہو رہا تھا ایک مدت میں ہی عمر کو کاٹا سا
 ہو گیا تھا کہ ایک لڑکی کو دیکھنے سے سہراں تک کا سفر
 کر کے۔ لڑکی سے محبت بنے شریف حسن چھوٹوں کا
 فاصلہ ہوتا ہے اسے بات کا جو بھی خیال اندازہ ہو سکتا ہے
 کہ حسن کی زبان سے ہل ہل پاپ کی باتیں ہوتی تھیں
 اسے حسن کی زبان سے ہل ہل پاپ کی باتیں ہوتی تھیں

پرسن نے اخبار سے اٹھا کر لیا۔
 "اے یہ جتنی ڈانک اپ اسکا
 شاپر ہو چکا ہے۔ وہ
 یہ۔ یہ سوٹ کے ساتھ
 شنگ بنگ ایک ایرو سوئیٹ کی طرف
 "اف" جیسے جھڑک رہے
 ہیں میرے بولا۔

عزت رتی تھی، حج گھر کو آگے آگے دو دو گہری نیندیں تھا
گھر سے اسے بغور دیکھا سوئے میں معصوم لگ رہا تھا
کچھ بال چٹائی پر بکھرے ہوئے تھے وہ ملاشب چاہب نظر
تھا گھر وہ آپ نے آپ سکرادی وہ دھش دم سے آئی تو
حسن جاگ چکا تھا اور بول نہ کر مندی مندی کھنکھول
سے اسے دیکھ رہا تھا۔
”ملاشبہ کچھ زبردستی کی ہی فتح مہربان ہو“ گھر نے
عاجاز اس سوچ سے مہربان بارودی۔

[illegible][illegible]

آئیڈیل ❀ فروری ❀ ۲۰۱۸ء 126

ہوئی اسراجگ کافی اور لپائی کالا ہوا چکن کارن سوپ اس کی کمزوری تھا۔ سب سے اچھا تو اسے سٹے سال کی آمد کی تیزی کرنا تھا۔ گلاب تو ہر دوسرے پھل اور اس لگتا پیلے وہ بہت سخی تھی جب دوسرے بارے میں نہیں اس شاعری پرستی کو کہتی کہ لگتا ہے سارے شاعر حضرات کو ان کے محبوب نے دوسرے میں ہی صو کا دیا ہے تب ہی ہر کوئی دوسرے کو بہتر سمجھتا ہے۔ تاہم تو دوسرے بارے میں کیا ذرا ہے کسی کا لواب ہے لگتا کافی دوسرے کتنا اداس ہوتا ہے اسے اندر کی اداسیاں لے کر آتا ہے ہر چیز کو اس اور پر لگنے کی ہے۔

دوسرے جب آتے تھے
بازش کی ہوندوں سے
میرے سر کی کھڑکی کے
شیشے سارے بھگ جاتے ہیں
میرے گھن کے پودوں پر
اداسی کی تڑپ ہے
جہاں کبھی نہیں ہوں میں
مجھ کی تڑپ راتوں میں
اکیلے جب میں ہوتی ہوں
میرے سر کی کھڑکی
اجانک پر بھگتی ہیں
مجھ کی تڑپ جو جیسے تھے
دوختے پھول درخت
میرے تھیلے پر جو گئے ہیں
دوسرے بھگ جاتے ہیں
وہ چھپن یا تانے ہیں
وہ یاد تو رفتی ہیں
میرے گھن کی وہ خوشبو
مجھے جب یاد آتی ہے
وہ دیر کے تھے
بقیہ یاد کے منظر دوسرے بھگ جاتے ہیں
مجھے ”تم“ یاد آتا ہے ہوا

میرے کچا
میرے... تو آج!
میری چٹکوں کے کنارے!
بھگ جاتے ہیں...!!
(شاعر: سزیت جیساں)
آج وہ بہت زیادہ اداس... دن میں خوشی کی بات
نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ صبح کے بعد وہ دم خالی تو
پچھے سے خوشی مچ گئی۔
”میرے ایک بات پر چھوں؟“ چار سالہ خوشی نے
قریباً کرکس کے ہاتھ قلم کرکھا۔
”جی ہاں ضرور پوچھو“ عمر نے اسے گود میں اٹھا کر
مکراتے ہوئے کہا۔

”مما... لوگ تنہا بڑکیں نہیں مٹاتے؟ میری
ساری فریڈز کے مہاراد پاپا تو مٹاتے ہیں۔“ بکبک دھو
تھا جس کے لیے عمر وہ ہمیشہ سے ڈرتی تھی۔ خوشی اب
بڑی ہوئی تھی اسے اور گھر دوسرا اسکول کی بچیوں اور
نچیز سے اس عمر کے بچے بہت اچھے ہوتے ہیں اور ان
کی ایک ایک بات کو نوٹ کرتے ہیں خوشی بھی عمر کے
اس حصے میں تھی۔
”بچیاؤں خوش رہو! کرنا بھگنا۔ اگر اچھی بات تمہاری
ہوتی ہے۔ سٹے سال پر تو ہمیں اللہ پاک کا شکر دینا
چاہیے۔ ابھی ابھی دعا میں آئی جا رہی سلامتی کی بھلائی
کی۔“ عمر نے اسے گود سے اٹھا کر اٹھایا۔
”کیا کیا کر رہی ہو؟“ شہر تو ہم روز ادا کرتے ہیں
ماں نماز پڑھ کر... شکر کے ساتھ ساتھ تھوڑا بھلائے بھی
کرنا چاہیے۔ مجھے اچھا لگتا ہے تم اٹھیک ہے میں پاپا سے
کہوں گی۔“

”اے... نہیں نہیں۔“ عمر وہ جلدی سے بولی۔ ”پاپا
سے بکھرت کہنا دیکھو ان پاپا بھائی کے منت کرتے
ہیں کام کے ٹھک جاتے ہیں ان کو سٹے کام بھی ملتا
ہے تب ہی تو ہمیں اتنی تیزی میں ملتی ہے جیسا کہ تم
ہم فائدہ چیزوں میں پیچھے خانہ کریں، ہم کی عیب کی

ہیپ کر سکتے ہیں۔“ عمر وہ کی کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کن
لغظوں میں خوشی کو بھلائے سہلین کرے۔
”مما آپ، ہمیشہ کی جتنی باتیں مجھے پاپا سے بکھری
کہتے سنا کر رہتی ہیں۔ پاپا اچھے ہیں آپ کندی ہو۔“
خوشی کی بات پر عمر وہ کام کا ٹھک کر رہا تھا۔ وہ بھی
سمجھا کتنا مشکل تھا۔ وہ بات بھینس رہی تھی اور عمر
اسے مطمئن نہیں کر پائی تھی۔ خوشی اسکول جانے لگی تھی
اب اسے اپنے آس پاس ہونے والے چھوٹے چھوٹے
واقعات ٹریک کرنے لگے تھے۔

حسن قابل پچھلائے انہماک سے کام کر رہا تھا۔
”پارمن میں کھر جا رہا ہوں۔“ کوئیک عمر کی یاد پر
اس نے سر اٹھایا۔
”کیوں خیر عت تو ہے...؟ ابھی چھٹی میں کافی باقم
باقی ہے۔“ اپنی کھڑی پر نظر ڈال کر حسن نے حیرت سے
سوال کیا۔
”ہاں پارمن خیر ہے اس تہا رہا بھائی اور بچوں کا آج
آؤنگ پر ملے جانا ہے اور تھوڑی سی تیار کی رہی ہے۔
گوشہ دس سال سے ہمارا بھی معمول ہے۔“

”کسے بارانا سارا کام پڑا ہے اور تمہیں قریب سوچ
رہی ہے۔“ منچا ہے ہوئے کسی حسن کا لہجہ خوشحال ہو گیا۔
”یاد کام تو ساری زندگی چلتے رہے ہیں سارا سال
کام ہوتا ہے چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیمہ کے سر سے
بچوں کو خوشی خوشی کرتی ہے سبکی باتیں تو ہمارے بچے ہمارے
کے۔“ وہ کہہ کر چلا گیا اور حسن سر جھک کر گیا۔

”کیسے باقم سوچ ہے... اسے تعلیم بہتر کر دیت
اور بچوں کو اچھی زندگی دینا ہی ان کے مستقبل میں کام آئے
گا۔“ وہ بڑبڑایا۔ ابھی کافی کام پڑا تھا اور دیکھا تو ایک
فائل بھی مسک مٹی وہ فائل تو عمر کی کھڑی پر نظر ڈالی تو
بچنے والے تھے ابھی جب حسن نے کچھ نہیں کیا تھا اس
سے سوچا کہ جا کر کچھ کیوں گا اور فائل کی لے لے لے
گا۔ یہی سوچ کر وہ اٹھا گاڑی کی چابی میرے ہاتھ میں
ہاں آ گیا۔“ سڑکوں پر کافی دیر کی گاڑیوں میں تھوڑی

ہیپ کر سکتے ہیں۔“ عمر وہ کی کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کن
لغظوں میں خوشی کو بھلائے سہلین کرے۔
”مما آپ، ہمیشہ کی جتنی باتیں مجھے پاپا سے بکھری
کہتے سنا کر رہتی ہیں۔ پاپا اچھے ہیں آپ کندی ہو۔“
خوشی کی بات پر عمر وہ کام کا ٹھک کر رہا تھا۔ وہ بھی
سمجھا کتنا مشکل تھا۔ وہ بات بھینس رہی تھی اور عمر
اسے مطمئن نہیں کر پائی تھی۔ خوشی اسکول جانے لگی تھی
اب اسے اپنے آس پاس ہونے والے چھوٹے چھوٹے
واقعات ٹریک کرنے لگے تھے۔

”پاپا اچھے ہیں آپ کندی ہو...؟ آپ مجھ سے
بات نہیں کر سکتے دیکھیں۔“ وہ کسی دنیا میں رہنے والی
عاشق بنی تھی۔ جہاں آج کل کے دور میں ان چیزوں کو
بہت اہمیت دی جاتی ہے اور عمر وہ اسے جس طرح سے
منظر کر رہی تھی وہ خاصا مشکل کام تھا حسن کی طرف
سے کوئی برائی نہ تھی اسے اس لیے خود کو برا سمجھ کر رہی تھی
آج خوشی کی کل گود پر سے کسی اٹھا دھکی۔ وہ کب
تک بچوں کو کسی چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے روکنے کے
لیے تھکے تھے کہ نہ کر رہی تھی؟ وہ مصمم بنی حقیقت جان
لے کہ اس کا خیال ان چیزوں سے مختلف ہے۔ وہ کل
ماں کے ساتھ باقم کو کھینچ لے گئی۔ اگر ماں
باپ ہی بچوں کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال نہ رکھیں
تو پچھتتا ہوا رہا کہ خوشیاں تلاش کر کے...
اس اس بھڑکی خوشیاں دھکے ہیں... اور... خدا خواست
کوئی اٹھا سیدھا قدم اٹھاتے ہیں... وہ لوگوں میں
عیدوں کا سفر ہے کر چکا تھا واپس لوٹا تو دل دماغ میں
میں کشش جاری کی آفس جا کر کسی اس کا دل نہیں دکا
تھ کہ لڑا کہ کھانڈا جانا لڑا کی خوشیاں لڑا لڑا کی
ضرورتوں کا خیال باقم باقم کا فرض ہے تو کیا... وہ اپنی
لڑا کے ساتھ انصاف کر رہا ہے...؟ بچہ جی اور
بھڑکی عروج پر تھی۔ اپنے ہی سوالوں پر وہ جواب
تھا... آج ساری دیکھیں ساری باتیں اور اصول دم توڑ
رہے تھے... آج صرف دل میں مصمم بنی کی باتیں
گرش کر رہی تھیں... اس نے اپنی شادی شدہ پانچ سال

زندگی پر غور ڈالو! حیدر بقرہ جی، جشن آزادی کا بیانیہ اور کتنی سانگہ آئی میس مگر..... سوائے حیدر بقرہ جی کے موقع پر وہ ہزاروں کے چکر لگانے کے اور اس کے گھر وہ کی کوئی مری نہ چلنے کی تھی بے شک اس نے غم کی زندگی میں کسی چیز کی کمی نہ رہنے دی ہر چیز کا وقت سے پہلے خیال رکھا مریوں کے لئے سے پہلے لان کے جوڑے مریوں کی آمد سے پہلے کپڑوں کے سونے کھانا چڑھا کر سائیں گھر اس نے غم کو دل پر بدل دیا تھا۔ بارہ وقت چٹائی کی لڑکی کو دوسرے دن ہی سہاوردہ چھوڑ کر میں وصل جانے کا بیجر مل گیا تھا اس نے اپنی خواہشات کا کچھ خوف دیا..... ملنا ملنا تھا کہ کر دیا..... کتنا مشکل ہوا ہوا اسے کبھی بدل جانا..... کیا لذت سے گزری ہوگی دولڑکی..... اپنے آپ کو کتنا ملتا ہوا اس نے تب کہیں جا کر اس مقام تک آئی ہوگی..... اور میں..... اپنی فطرت کے آگے..... اپنے اصولوں کے سامنے..... کسی بھی اس لذت کو کبھی نہ کر سکا..... ظاہر محبت کرتا ہاں لیکن اس کے اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکا.....

”ہائے..... حسن نے دولڑکیاں ہاتھوں سے اپنا سہا رام لیا تو یہی سوچتے ہوئے شام ہوئی گی بے چہاں حد سے بڑھتے لیکن خود مار دیتے سمجھا.....

شاہینک سینٹر سے واپسی پر ایک سیٹ کس دیکھا کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ سائز سے گاڑی نکال لیتا لیکن آج..... سوچوں کا تار دور ہوا تھا..... وہ گاڑی سے اترا آیا بائیک والا درکار چلا گیا تھا ایک بوڑھا غریبے فروخت کرنے والا روڑ پر بیٹھا تھا اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا۔ بوڑھے کے گھر پر چوٹ لگی تھی اور خوں بہہ رہا تھا۔ وہ بوڑھے سال اور بچے لگاڑی میں تھا کہ ہسپتال لے گیا مگر ہم جی نہ روئی.....

”ہاں بوئی غم لے لو..... تجھڑے سے باقی رہ گئے ہیں.....“ بچے نے جا بڑی سے کہا تو اس نے سارے غم لے کر خیریت لیے قرب ہی مگر کتنی میں ان کی رہائش دہلی دلوں کو دل چھوڑ کر لگاؤات کے کس نہ بنے تھے آج.....

اس نے سامنے میں موجود ایک لکڑی کا بلور جائزہ لیا تھا اسے دنیا لگ رہی تھی اس کا دماغ اس کی سوچ کی تپیلی نے داخل کتبہ لکڑی کر دیا تھا وہ ہمیشہ سے ایسی ہی کی۔ اسے غمات محسوس ہو رہی تھی مگر وہ نہیں دیکھ سکتا کی گہما گہما بھی کھینچ کر رہا ہوا ہشتے جسے پہرے نے فروغ کرنے لگا خوش ہاں نہیں لیاں..... پھلنے کو تھے..... اپنے آپ میں گھن تھے دوسرے میں بھی ان پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اندر سے خوش تھے..... جوش اور جذبہ تھا۔ یہ سال کی تیاریاں تھیں اور گیارہ بجے کے بعد گھر میں داخل ہوا خوش ہو گئی تھی غم وہ اس کی منتظر تھی.....

”کھا لگاؤں.....؟“ غم نے پوچھا۔

”تم نے کھا لیا؟“ حسن نے پوچھا۔

”نہیں میں کبھی کھا لیا ہوں آپ کے بغیر.....“ لہجے میں شکایت تھی۔

”لو کہے گی غم لے لگاؤ اور خور“ حسن نے اسے بلایا وہ سامنے کو بیٹھ گیا دل ویسے آج اس تھا۔

”غم لے ایک بات جیج بتاؤ تم اپنی زندگی سے مطمئن ہو.....“

”اے یہ کیا سوال کر رہے ہیں آپ؟“ اوردلف میں خوش ہوں..... حسن کے بے شکے سوال پر وہ گڑبڑائی کہی۔

جلدی سے بولی۔

”اور وہ دیکھو میری طرف.....“ حسن نے اس کے گال چھوتے۔

”غم لے دیکھیں لو پراگیا میں.....“

”جی..... تم میری گھر..... شاید..... شاید..... میں اچھا شوہر اور صاحب ہوں میں بن سکا.....“ اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

”کیا ہو گیا ہے حسن.....“ ہائیز اور گھر سے کوئی شکایت ہے تو صاف کہہ دیں..... میں نے کچھ غلط کیا ہے؟“ غم لے

کاس کی ہاتھوں سے خوف ڈرا تھا۔

”نہیں میری جان تم نے تو بھی شکایت کا موقع ہی نہیں دیا۔ میرے سخت اصولوں پر میرے شاہلوں پر آگے بند کر رہا ہے کمال کیا اور اب..... اب میری بیٹی کوئی

انہی اصولوں پر چلا رہی ہو..... غم لے میں نے اپنی فطرت کے آگے کچھ سوچا ہی نہیں اور اب انجائے میں کتنی گھٹتی کرتا رہا..... مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ میں تمہارے ساتھ ساتھ کھائی لولا کے ساتھ بھی انجائے میں بیٹا رہا کرتا ہوں آج..... دن میں جب اس گھر سے جا رہی تھی جب میں آؤں گے کام سے گھر آیا تھا اور تمہاری اور خوشی کی باتیں سن کر میں..... تب مجھے احساس ہوا کہ میرے اصولوں پر چلنے ہوئے تو خوشی تو مانگی ہو..... لیکن.....

بیٹی کو سمجھانے کے لیے تمہیں کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے..... تم کسی طرح سے خوشی کو چننا لگتی ہو.....

اسے کچھ کھانے اور میرے اصولوں پر چلنے ہوئے کتنا تنگ جانی ہوئی غم لے..... مجھے آج اس بات کا احساس ہو گیا ہے..... لیکن آج کے بعد میں اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کروں گا..... اس زندگی کو تمہارے اور اپنے بچوں کے ساتھ ہم پر طرے سے انجائے کرنے کا وعدہ کرتا ہوں..... آج اس بات کا عزم کرتا ہوں کہ ہم ان شاء اللہ اللہ زندہ کی میں اپنی اولاد کو کبھی نہ کھائے گا کہ نہیں جوئے میں گئے..... وہ بول رہا تھا اور غم لے انھیں دیکھتے جرت اور خوشی سے اسے دیکھ کر غم لے حسن نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا۔ ساری محسوس ساری کوفت ساری تنہائیاں آنسوؤں کی شکل میں غم لے کی آنکھوں سے بہہ گئیں.....

”ہائیز! آؤ ہم لکڑی کے شیشے پر شیشہ مت کرو.....“ غم لے نے ہنگامے میں اٹھ کر حسن کو دیکھا..... باج میں اس نے آج پہلی بار اس کے چہرے پر مسکون ہائیں نظر آیا تھا اس کی آنکھوں میں اعتماد و ہمدردی تھی..... اسے چلو چلو جیے اٹھو شاید یہ سامان کالواڑ میں تم لوگوں کے لیے دھیر سارے تحائف بنوایں گی خوشی میں لیا ہوں! ساتھ میں غم لے غم لے اور سچاوت کا سامان بھی ہے اور ہاں کچھ کچھ کھانے پینے کی چیزیں بھی ہیں۔ جلدی سے خوشی کو چکا کچا بمسک ل کر اس خوشی کو آج ہم پر طرے سے سنا میں گھر کو شیشہ ساری تنہائیاں ختم ہو جائیں گی..... غم لے سامنے

دیکھنے لگی اور حسن خوشی کو چگانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ہی یہ گھڑی نے بارہ بجائے سارا محلہ جیسے ہڈی کے طور سے کوچ اٹھائی وہی رہنے میں کی آمد پر ان سلاطین اور خدیوؤں کے لیے دیائیں ناکی جاری تھیں ساری موسمی جنگ جگہ کر رہی تھی سمر اور سمر غازی بچوں کے ساتھ دیے جلا رہے تھے دسم اگل کے پوتے تپتیں کھولیاں جلا رہے تھے..... دسم اگل کے ہمارے گھر میں لو جو ان پہلی میڈرک پر بھگتاؤ دل رہی تھی..... سمر رابرٹ کلک کاٹ دی تھیں..... یہ ہنگامے تو کئی سالوں سے ہو رہے تھے آج..... غم لے کے ساتھ گھر کو بھی یہ سب کچھ بھلا لگ رہا تھا۔ وہ بھی خوشی کے ساتھ حسن کو بھی یہاں رہا تھا..... خوشی کے چہرے پر چٹکی اونچی ہوئی خوشی دیکھ کر حسن کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں وہ آج کتنی خوش تھی اپنی مری کے باوجود وہ کتنی فریٹ لگ رہی تھی..... غم لے تو حسن سے اور خوشی کوئی نہ دیکھ رہی تھی۔

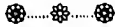
”کمال..... کمالیہ دیکھیں آج آپ کا چھوٹا چاند بڑا اور مکمل ہو گیا ہے..... آج چاند نہیں چاندنی بن کر اپنے چاند اور ستارے کے ساتھ زندگی کو انجائے کر رہی ہوں.....“ خوشی کے من کھات میں ایک سے ایک کے لیے چہرے کو دیکھ رہا تھا وہ دودھ آگے آیا اور اس کی کپلوں پہ چپکتے موتیوں کا پتہ پڑوں پر چن لیا۔



گزشتہ قسط کا خلاصہ

زاوایا لندن سے واپس آتا ہے تو عالمکسا سے مرہ کی خراب طبیعت کا بتاتی ہے زاوایا فوراً ہسپتال پہنچ جاتا ہے۔ دوسری طرف ہوزان مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد عمر عباس کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے عمر عباس کے دل کو مرہ ورجان کی جی محبت نے جکڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے وہ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ہوزان عمر عباس کو ہسپتال جانے سے منع کرتی ہے مگر عمر عباس مرہ کی طبیعت کا سوچ کر چلا جاتا ہے۔ پر ہیان اپنی کوساویز کے حوالے سے بتاتی ہے وہ اپنے گزشتہ رویہ پر شرمندہ ہونے کے ساتھ معافی کا طلب گار ہوتا ہے اور دوبارہ پر ہیان کی زندگی میں شامل ہونا چاہتا تھا اپنی بات کرتے پر ہیان اپنی کی خاموشی محسوس نہیں کر پاتی۔ اپنی مسر چلا جاتا ہے تب ساویز پر ہیان نے ملے اس کے فیس آتا ہے اور اسے اپنی سے دور رہنے کا کہتا ہے۔ ساویز پر ہیان کو واپس پاکستان چلنے کا کہتا ہے جس پر ہیان سارا بیگ کے لندن آئے کا بتاتی ہے۔ شیر دل کی کانیں شیر زاد کے خالی کان پر جی رہ جاتی ہیں اس کی آنکھوں اور چہرے کا رنگ بھی بدل جاتا ہے اس سے پہلے کہ شیر زاد اپنے بھائے کے لیے کوئی کہاں بنا کر شیر دل کو سنائی وہ خود بات بنا کر اسے ایران کرنا اپنے عتاب کا نشانہ بناتا ہے۔ شیر زاد بولٹا جاتی ہے شیر دل اس کو رشتی سے بانہہ کر حبیب میں ڈال کر دوسری جگہ ہے تب عبدالہادی اپنے دوست ڈی ایس بی ٹیم ہانا کے ساتھ ٹی کراس کا راستہ روکتا ہے اسے شیر زاد کو چھوڑنے کا کہتا ہے ڈی ایس بی ٹیم ہانا شیر دل پر فائر کرتا اسے ادبی خنڈ سلا دیتا ہے۔ شیر زاد خوش گئی کہ اس نے نئی جہلی کے سہولتوں سے اپنے پر محلوں کا بدلہ لے لیا تھا۔ عالمکسا مدیکو خواب میں دیکھتی اس کو پکار کر خنڈ سے جاگ جاتی ہے زاوایا جو پیچیدہ پر کام کر رہا ہوتا ہے اس کی پیچ کن کو متوجہ ہوتا ہے مصدق حسن پچھلے تین دن سے گھر نہیں آئے تھے مجبوراً عالمکسا کو زاوایا کے کمرے میں سونا پر رہا تھا۔ شیر زاد گھر واپس آ جاتی ہے اس کا ارادہ ہوزان کے ساتھ مرہ کو دیکھنے ہسپتال جانے کا ہوتا ہے دور کھن کا فیس جا چکی ہوئی ہے تب زاوایا گھر میں داخل ہوتا ہے اور شیر زاد کو دیکھ کر چونک جاتا ہے۔ زاوایا شیر زاد کو دیکھ کر اپنی پہلی عی ملاقات میں کھو جاتا ہے اور شیر زاد کو ہسپتال ساتھ چلنے کی آفر کرتا ہے۔ شیر دل وہ دن کا تعارف کرواتی ہیں ہسپتال آ کر شیر زاد مرہ کو دیکھ کر رو پڑتی ہے تب زاوایا مرہ کا ہاتھ حجام کے رشتہ کی طرف لوٹ آئے کا کہتا عد تو ذلے کی بات کرتا ہے اور مرہ کے گاتھ میں جنٹلمن محسوس کرتا ڈاکٹر کو زور دے پکارتا ہے۔

اب آگے بڑھیے



مجھے آواز مت دینا
کبھی پتھر توڑ، مسمول میں
کبھی رگسین شاموں میں
کبھی خوابیدہ راتوں میں
مجھے آواز مت دینا

کہ صدمت و حرف کے تھے تعلق تم سے قائم تھے
وہ سب، مستحضر طہرے
محبت کی جنوں تیزی تو بس اک عارضی شے تھے
قبائے شوق کے سہرے تھے کچے تھے

شب چہر کی پہلی بارش نازیہ کنول نازی

دل اس قدر اداس بھی پہلے کبھی نہ تھا
غم میرا اک ریٹن تو تھا زندگی نہ تھا
بکھری ہوئی تھی شہر میں چروں کی بارگشت
جس شخص کی تلاش تھی بس اک وہی نہ تھا



سوس نے اپڈیوٹے کی پلڈے

کوئی بھی گرهائی نہیں رہی
کوئی خواہش کوئی چاہت کوئی حسرت نہیں رہی

جو کوئی کاچ کا کلرا

کی وعدے کا پورہ یقین

یا کوئی اسید کا اکٹیل

تمہارے پاس رکھا ہو

”تو لوٹاؤ“

مجھسا یاٹا یا ہے

کے خروبو ہو تھا

بچو آخیں ہوتا ہے

”زاویار“ ڈاکٹر اسداوران کے دور پیش ابھی کرے میں داخل ہوئے تھے جب مجھے کی طرح ساکت لپٹی میری

رجان کے لبوں نے بے نام کی جنش کی۔ زاداری کی آنکھوں کے گوشے ہم کو مجھے یہ اس کی زندگی کی نوید تھی اس نے

ڈاکٹر کی موجودگی میں شدت سے میری ہاتھ اپنے ہاتھ میں دیا۔

”مما..... ممما آکھیں کوئیں پلیریں میں نہیں ہوں آپ کا زیاد آپ کا گناہ گار“ اس کی آواز میٹھی تھی۔ برف

کے مجھے کی ابتدا کچھ سے ایک سو پچاس کل گراؤں کو محکوم تارگا اور اوروں کے جذب ہو گیا۔

ڈاکٹر خوشترک ہو گئے تھے عمر عباس کو لگا اس کے تن مردہ میں پھرے جان آگئی ہو۔ میری رجان کو سہ سے

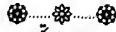
Vegetative State میں آگئی اور بلاشبہ یہ کہ مجھ سے کم نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے بعد خوش اور حیران تھے ذاتی

ڈاکٹر نے ڈاکٹر کے پاس کوئی بھی مرض نہ تھا بلکہ شفا نہیں۔

زادار نے مصید حسن کو کمال کی تو پتا چلا کہ وہ بیانی جماعت کے ساتھ بیرونی مالک کے دورے پر ہیں۔ اس نے

ایک گہری سانس لی اور ایک عجیب سے سکون کو اپنے اندر تار تار محسوس کیا بلاشبہ اس بار مصید حسن جس راہ پر تھے وہ

خسارے کی راہ نہیں تھی۔



میری وہ ضمن Minimally Consciousness تھی جس میں زادار بنا کر کسی کو تائے ہسپتال سے نکلے یا۔

باہر بارش ہو رہی تھی سردی کے اور جو اس کے گاڑی کے استعمال کی بجائے سرک پر پیدل چلنے کو ترجیح دیتی تھی۔

برف پڑی سردیوں میں پورے پورے جیمیل۔ وقت وہ صبح پانچ بجے اس کا ایک ایک عضو جیسے اپنے خالق کا نکتات سے حضور

میر ہر ہو رہا تھا۔ یہ شک اس کے رب نے اسے پائیں نہیں لونا تھا۔

اس نے بعد عاجزی کے ساتھ اس باک پر درکار کے حضور اس کے چہرے پر عجیب و غریب عملی الشعلہ و سلم کے

صد نے میں اپنی اس کی زندگی آگئی تھی اسے ہمیں کئی تھی۔ جس۔ ہر گز سے بھی غریب اس شخص اور جسم نے اس کا دل

ٹوٹنے سے بچا تھا وہ بھی دیر بعد سے میں چار دن تار تار میری وہ شخص کی زندگی اب خطرے سے باہر تھی وہ اس حالت

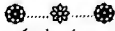
میں سکون محسوس کرتا ہے ایک دیکھ کر اس کا دل تار تار۔

ہسپتال سے عمر عباس کی کال آئی تھی وہ رات نظر انداز کرتا رہا وہ نہیں چاہتا تھا کہ میری وہ اسے پھر سے سامنے

دیکھا وہ اس کے دماغ پر کوئی برا اثر نہ دے وہ اب زندگی میں کچھ بھی برائیاں چاہتا تھا۔ اگلے چوبیس گھنٹوں کے دوران
میری کا کافی لیٹر پنا کر آئی سی یو سے گھر میں شفٹ کر دیا گیا۔ سب سے پہلے جب اس نے آگے کوئی درمکن کا
چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا وہ اگلے ہی بل پھر سے پلٹیں موند گئی۔ اس کا سر بے حد بھاری ہو رہا تھا اور دماغ
کے ایک حصے میں شدید تکلیف کا بھی احساس تھا مگر ڈاکٹر اس کے بارے میں زیادہ مگر موند نہیں تھے ان کا کہنا تھا کہ
یہ تکلیف دلت کے ساتھ ساتھ خود ہی دور ہو جائے گی۔

درمکن بے حد خوش تھی شہزاد اور ہوزان کو اب عمر عباس نے گھر بھیج دیا تھا شہزادوں نے اپنی نندوں کے لیے نکت
مزید ایک ہفتہ کے کردلی۔ میری رجان کی زندگی کی خوشی میں عمر عباس نے شہزاد کو بھی مسافہ کر کے گئے گئے گئے تھا
اس کی زندگی جو فرماں کی صورت اجڑ کر رہ گئی اب پھر سے چار کا لبادہ اوڑھ کر گھر گئی۔ میری رجان نے آگے کیا
کوئی اسے گاڑی کی ہے آگے کو کوئی ہو۔

زادار کے نزدیک شہزاد کی ذات خوش قسمت تھی اس کے لیے کیونکہ جوئی اس نے ہسپتال میں قدم رکھے زندگی
نے اس کی اس کا آج کل تمام لپٹا تھا۔ وہ جو پہلے ہی دل و جان سے اس پر نذا ہو چکا تھا اب دل میں اس کی قدر وید
بڑھ گئی تھی۔



عالم اس روز گھر کے کچھ ساز و سامان کی خریداری کے لیے مارکیٹ آئی تھی جب اس کی آنکھ نے وہ منظر دیکھا۔
مڑک کے اس پار ایک ٹھیکری رنگ روپ کی لڑکی ایک چوڑے سے بڑے گود میں اٹھائے کچھ بول رہی تھی اور اس
کے سامنے کرے شکر اور سوت میں بیٹوں کھڑا اور لڑکا ہوئے اسے سرکار تھا۔ جانے کیوں اسے دیکھ کر اس کا دل بے
ساختہ درد سے ہڑکا تھا۔ اسے گاڑہ چہرہ جیسے اس کا شہزاد ہو گئی وہ خریداری بھول کر قہر یا بھانگے ہوئے اس کے
قہر یہ پتھی تھی۔

”معدیہ.....“ ہڑتے دل کے ساتھ اس نے اسے لپکا تھا جواب میں وہ گردن پھیر کر اسے دیکھنے لگا۔

”مجھے سے کچھ کیا آپ نے؟“ وہ پوچھ رہا تھا کالوں کا جیسے اس کے سر پر سانپ گرا ہو۔

وہ جس کی ذات کے ساتھ اس کی سائیں چلی گئیں وہ زندہ تھا تھا کراس کا نہیں تھا اس کی آنکھوں اور لیے میں

اجنبیت تھی۔ وہ پتھر کی مڑی رہی اس کے برابر میں کڑی ٹھیکری نفوس والی اور لڑکی اب بہت توجہ سے اس کی طرف

دیکھ رہی تھی شاید بھی اس نے پوچھا تھا۔

”کیا آپ انہیں جانتی ہیں؟“ اپنے لب دلچسپ سے بھی وہ ٹھیکری لگتی تھی عالم کا کراسا نٹا میں ہلا۔

”ہوں۔“

”میں ان کی بیوی ہوں نا طرہ بنت اندھاریہ۔“ میری آپ سے ملنا جا ہوں گی اگر آپ تھوڑا وقت دے سکیں۔ ایک

آسان تھوڑی دیر پہلے میری گھر کا قصور اب گریا گیا تھا۔ وہ ہونٹیں بنی اس کا منہ دھمتی رہی۔

”بھانگہ زنی۔“ لڑکی اس کی آنکھوں کے سامنے کھڑی رہی اس نے جلدی سے آنکھوں کی پٹی چھائی۔

”مجھ سے یہ میرا لڑکھ سے میں ہنتر ہوں گی۔“ جانے کس دل سے کاغذ پر پنا لڑکھ کر کے تھا

وہ اس نے کہا تھا سامنے کڑی لڑکی نے اچھ بڑا کاغذ پڑا لیا۔

”شکر یہ۔“ عالم وہیں کڑی رہ کر گرد لڑکی کے آگے بڑھی تھی۔ اس نے سانس دیا اس لڑکی سے کہہ رہا تھا۔

”اس نے کہا کہ وہ مجھے جانتی ہے اور تم نے اس کی بات پر یقین کر لیا تم بھی ان کا طرہ بہت سادہ ہو۔“ وہ وہیں

تہیل کے پیر کے قریب فنٹ پانچہ رنجشیں چلی گئی۔

ہاتھوں میں حریزون سہارنے کی ہمت نہیں رہی تھی اس کا دماغ جیسے عدویوں کی زد میں آ گیا تھا۔ گزے ہوئے وقت میں سہیل کے ساتھ بیٹے پر لے کر یاداس کے دل میں ابھرتی رہی آتے جاتے لوگ اسے روتا دیکھ کر گزر رہے تھے کمرے سے جیسے کسی کی ہواؤں میں شہر دل اجڑ چکا تھا وہ فنٹ پانچہ رنجشیں رو رہی تھی۔

ابھی طرح دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد وہ مگر اپنا رکتی تو لڑا نہ دے سکا چلا کر میر کی زندگی اب خطرے سے باہر ہے لہذا وہ اپنی ممکن اور حالت کی برادری کے بغیر اس وقت و شوکر کے جانے نماز پر کھڑی ہو گئی۔

اگلے روز صبح کے قریب وہ ابھی بچے سے فارغ ہی ہوئی تھی جب دروازے پر کتل ہوئی۔ مگر ہر وقت اس کے سوا کوئی نہیں تھا لہذا وہ بیٹا کی طرح سر پریش کر کے جو بھی اس نے دروازہ کھولا سامنے کھڑی فاطمہ بنت اللہ پھر کو دیکھ کر ایک دم سے اس کے دل میں یس لگئی۔

”السلام علیہا“ اس سے پہلے کہ کچھ کہے اس نے سلامتی بھیجی تاکہ عاقلہ کا چارہ راستہ بن جائے۔

”وعلیکم السلام آگے“ اس کا دل سنساں ہو کر رہ گیا تھا مگر ابھی یہ بات فاطمہ بنت اللہ پار کو مکمل نہیں تھی جسے گیسٹ روم میں بیٹھا کر وہ جانے بھی لگتی۔

”کل“ جیسوں آپ نے مارکٹ میں میر سے ساتھ دیکھ کر پکارا ان کا نام مدینہ ہے کچھ سال شادی ہوئی ہے ہماری۔ ابھی کے خوالے سے شہر آپ سے کچھ معلومات لینے آئی وہاں امید ہے آپ مجھ سے تعاون کریں گی۔“

”تعاون؟“

”ہوئے تعاون.....“ اس کے تعجب سے پوچھنے پر فاطمہ نے اثبات میں سر ہلا کر بے حد مطمئن ہے کہا مگر بولی۔

”اصل میں میں اپنے شوہر کے بارے میں کچھ نہیں جانتی سوائے اس کے کہ کچھ مریضی وہ لے جانے کی مشین کے سلسلے میں شہر آئے اور ہمارے گھر ٹھہرے تھے پھر چلے گئے۔ انہوں نے اپنا نام مدینہ بتایا تھا میر نے بھی اصل نام سے باخبر نہیں تھا حال وہ ایک عمارت کا دفکار ہوئے جس میں ان کی یادداشت کو نقصان پہنچا ہے اس لیے میں آپ سے ان کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ آپ انہیں کیسے جانتی ہیں؟“

”ہوں۔“ اس کے قصصی جواب پر عاقلہ نے فحشی سانس بھرے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

”میر سے فیاض رہیے جیسے ہیں وہ اب دوبارہ بھی مسدیع طوی اصل میں ہے ان کا۔ ایک آری میں جناب کر رہے تھے جب دل میں شہادت کی نشانی اپنے اٹھنے میں پردہ نہ ہوئے کچھ مریضی ان کی یونٹ اور افسران کی طرف سے ان کی

شہادت کی اطلاع ملی تھی مگر میر سے دل نے اسے تسلیم نہیں کیا تھا۔“

”اور.....“ تو بہت غلط ہو گیا مگر یہ اس کا طوطا کہ عاقلہ کا مریض جب تک کہ اس کی آنکھیں بھرا رہتی تھیں۔

”بہنا جھٹا گروہا سا بھی ان کی بچوں کی زندگی کے بارے میں کچھ معلوم ہوا تو میں ہرگز میرے قدم نہ اٹھائی اصل میں مجھے خود بہت مجبوری میں میں تعلق نہیں پڑا۔ میرا سارا خاندان بھاری فوج کی برہمت کی بیعت چڑھ گیا۔ ایک جانا کر منہ

بولے بھائی نے ہماری شادی کر دیا کہ برزدی کشمیر سے درونج دیا تاکہ میرے غمخوار نہ آں۔ زاد فضا بھی بہت بڑی نعمت ہے میرے سوا کسی تجربہ ریزی ایک دشمن کی خالہ یہاں دفن ہیں پاکستان میں ابھی کے پاس رافقی میں ہوں اور میر سے شوہر اب میر سے ایک بیٹے کے باپ بھی ہیں اور میری کے بیٹوں کے ساتھ کل کاروبار کرتے ہیں۔“ اب وہ اسے

اپنے بارے میں بتا رہی تھی۔

”میں جانتی ہوں آپ کے ساتھ بہت غلط ہوا ہے مگر بخدا یہ سب میر سے آپ کی طرف سے ہے کسی انسان کا

اس کوئی نہیں قصور نہیں۔ میں آپ کی تکلیف کو سمجھتی ہوں مگر پھر بھی میری آپ سے ایک التجا ہے اگر آپ پوری کر سکتی ہیں.....“ اس کے عاجز انداز میں بے ساختہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

”میں نے زندگی میں بہت دکھ دیکھے ہیں مجھ میں اب مزید کسی التجا سے گزرنے کی است نہیں ہے لہذا پابلیز دوبارہ میرے شوہر کے سامنے آئے گا۔ ہم دونوں نے بہت مشکل سے ایک دوسرے کے ساتھ گھر رہا سیکھا ہے لہذا میری زندگی کو بھرے کی مشکل کی خدمت کیجیے گا آپ کا ماضی جیسا بھی ہے اسے ایک خواب سمجھ کر بھول جائیں گا۔“ اس نے اب عاقلہ کے سامنے پانچہ ہز دے دیے۔

”وہ خالی خالی کھوں کے ساتھ اسے دیکھ کر کیا کہی کہ اس کا ہنر تو مت دل نکال کر دینا اتنا بھی آسان ہوتا ہے جتنا کہ فاطمہ بنت اللہ یار نے سمجھا تھا؟“

”شاید نہیں..... کراس کے پاس کوئی اور راستہ بھی تو نہیں تھا؟ مسدیع طوی اب اس کا مسدیع نہیں رہا تھا؟ اس کی یادداشت کے ساتھ ہی اس کی ساری خوشیاں اور خواب بھی کٹی کا مگر جبر میں کچھ تھے بھی اس نے بایں ہاتھ کی پشت سے اپنا گلہ رگڑ ڈالا۔

”ٹھیک ہے نہیں آؤں گی سامنے“ جیسا آپ نے کہا وہ ایسا ہی ہوگا۔ وہ یہی کہہ سکتی تھی۔ فاطمہ بنت اللہ یار نے خوشی سے اس کا ہاتھ دھکے پھوڑ دیا۔

”وہ ٹھیک کی جیٹی اور عاقلہ نے اپنا دل نکال کر اس کے سر کو دیا تھا؟ کشمیری جیٹی کے لیے وہ اس سے بڑھ کر کوئی اور قریبی خوش کر بھی نہیں سکتی تھی۔

اگلے روز عاقلہ تیر بخاری لپیٹ میں آ گئی تھی۔ زناوہ پار ہسپتال سے گھر آیا تو وہ ہسٹریڈ حال پڑی تھی اور اس کا پورا جسم آگ کی مانند کھ رہا تھا۔ جانے وہ کب سے اس حال میں تھی۔ اس نے فخر کا پابلیز سے بخار چپک کیا ایک ستین ہزار تھا اسے کمان ہی نہیں تھا کہ وہ اس کی گھر کر ہی اس کی صورت حال سے بھی دوچار ہو سکتی ہے کسی فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتلی نکال کر اس میں درمال بھونکایا اور جلدی سے عاقلہ کی پیشانی پر رکھ دیا۔

اس کی مجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس صورت حال میں ایسا کیا کرے کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ اس کے کمرے میں بخار کی دوامو جو جی وہ چل کر پکال کر جلدی سے پانی کا کاس بھرا اور پیلہ پر عاقلہ کے قریب بیٹھ کر اسے اپنے بازو کا سہارا دیتے ہوئے گویاں اس کے منہ میں ڈال دیں۔ عاقلہ کے وجود میں اتنی ہی سکت تھی جس کی کہ وہ خود سے اٹھ کر بیٹھ رہی تھی۔

زناوہ نے اس سے اسے دو کمرے کا سہارا لیا اور اس پر کھل بیٹھ گیا پھر اس کے اہول اور پاؤں کو سلاکھ بھارتھا کہ کسی طوطا گم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اس کی گاڑی رینکوں کے استعمال میں کی جبکہ پابلیز پر وہ اس حال میں عاقلہ کو ہاہرے لگا کر جانتی مسکن تھا کہ وہ اسے فوری کسی فحش ٹیکٹ پر ضرور دے جاتا۔ دروا کھانے کے بعد عاقلہ کو سوتی تھی وہ بیڈ کے سر پر ایک لگا کر وہاں اس کے قریب بیٹھ گیا۔ عاقلہ کے چہرے پر بزدلی تھی جبکہ انھوں کے نیچے

مٹھے کمرے سے اب بے تحاشے سے جانے لگیں اس سادہ سا لڑکی پر حد ہز آئی۔ زندگی کی بھاگ دوڑ میں خود اپنی ذات کا بھر پور رکھنے ہوئے وہ کتنی تنگ کی تھی وہ گئی کا ہمدردی سے کافی رینک دیکھا۔ ہسپتال سے اب رینکوں کی کال آ رہی تھی وہ جانے ہوئے تھے نظر انداز نہ کر سکا۔

”بیکو“

”بھائی آپ کہاں ہیں؟“ ماما کو ہوا آگیا ہے کیا آپ ان سے نہیں ملیں گے؟“ وہ بڑے جوش و خروش سے زادیار نے آگئیں مود کر سر پیچھے کر نکال دیا۔

”جیہیں“ ”کیا...“ ”مگر کیوں؟“ اسے شاید تعجب ہوا تھا زادیار پلٹکے سونے سے بٹھا رہا۔ کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے درختوں کو بتایا۔

”کیونکہ ساری جو حالت دہی سے اس کا ذہن میں ہوں شاید میری وجہ سے ہی ان کا ایکسٹینٹ ہوا ہے بات میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اسی لیے میں ان کے سامنے نہیں آ سکا درہی میں نہیں جاتا مجھے اچانک سے سامنے دیکھ کر نہیں کوئی گڑب بات پاتا ہے اور ان کے ماموں کا اثر بڑے بڑے فی الحال ان کا دماغ کسی بھی شے کے کھلنے کا عمل نہیں ہو سکتا۔“ اس کا جواب اتنا غیر متوقع مگر جامع تھا کہ درختوں میں مزید ایک لفظ تک نہیں کہہ سکی زادیار اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا جب اس نے پچھلے سال ڈن کلکٹ کر دی تھی۔

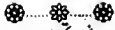
جانکو کو پسند آ رہا تھا زادیار نے اس کے کال پر ہاتھ رکھ کر چار پندرہ کی بجائے کچھ کم تھا وہ مکمل دو بارہ بیٹ کر خود بھی وہیں لیٹ گیا۔ بہت دنوں کی ٹھنک میں لیٹنے ہی کی نیند غالب آ گئی تھی نہیں چلا۔ رات کا نچانے کوں سا پھر تھا جب عالم کی آکھ کھلی۔ کمرے میں مکمل اندھیرا تھا اور اس کے ساتھ جیسے کسی موجود تھا اس نے بعد گھبراہٹ کے عالم میں ہاتھ بڑھا کر جلدی سے تیلی لیپ آٹا لیا تو وہ دیکھنا پھر زادیار پر غرور ہوا تھا اس کا دل بے ساختہ زور سے دھڑکا اٹھا۔

اللہ جانے وہ کب اور کیوں وہاں آ کر لیٹ گیا تھا اس کا دو پند بھی اسی کے بازو کے نیچے رہا تھا وہ دھڑکنے وال کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔ کھڑے کھڑے نیچے تو خوں کا حال ہو پانی لپوٹا سادہ جس بلا شہر حسن کا شاہکار تھا عالم اس سے چٹکی ادر جب تک کسی۔ اب اس کا دل اتنا ہی اس کی خوں کا شہر متصرف ہو چکا تھا۔ وہ اسے ایک تک دیکھ رہی تھی جب پھر سے اسے سدھری پاتا گیا ماما اس کی آکھیں پھر سے بھرا آئیں۔

پچھلے دو دن سے درود کر تک جتنی بھی کوئی ایسا پل نہیں تھا جس میں اس کی آکھیں خشک رہی ہوں۔ زدیاری اس کے ساتھ اتنا برا ہاتھ کرے کی اس کے دہم و لگان میں کی نہیں تھا۔ وہ جیسے بھول جاتی اس شخص کو جو بچپن کا ساتھی تھا بچپن سے اس کے کہہ ہانسنے والا تھا جو اس کے سراج کے سارے سوئوں سے شام تھا۔ جتنا وہ اسے بھولنے کی کوشش کرتی تھی اتنا ہی وہ در شدت سے پاتا تھا اسی کوشش نے اسے بھلا میں جتلا کر دیا تھا۔

ابھی بھی اس کا جواز جوڑ دکھ رہا تھا سائز پھیل سے جب تھا کہ اس نے گلاس ہرا اور ایک ہی سانس میں پی گئی۔ کمرے میں بچپنی خاصی سردی تھی مگر اس کا تن کس میں نہ تھا۔ کچھ شے نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے زادیار کے چہرے پر کھنک رہی تھی وہ اس سے نڈر سے فاصلہ رکھ کر وہیں لیٹ گئی۔ زدیاری کے اس موڑ پر اس کے لیے جیسے سارے راستے ہی بند ہو گئے تھے یعنی ہی بازو پر سر رکھ کر روٹ کے مل لیتی وہ انہی سوچوں میں کہ ہونے کی کوشش کر رہی تھی جب زادیار کا ہاتھ اس کے اوپر آنا بھرا۔

وہ نیند میں تھا اس نے دانستہ ایسا نہیں کیا تھا مگر وہ پوری جان سے لرز گئی تھی۔ اس کے پہلو میں لینا وہ شخص اس پر مکمل حق رکھتا تھا کہ اس کی خواہش جاگ اٹھی؟ اس نے سوچا اور فرمایا وہ اپنے سے اس کا ہاتھ بنایا مگر اس کی یہ حرکت خود اس کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوئی کیونکہ جو بھی اس نے زادیار کا ہاتھ بنایا اس نے نیند میں اسے ہاتھ بڑھا کر اپنی طرف کھینچ لیا جانکو کھینچنے کا سوچ ہی نہیں ملا۔



وکی کج زادیار کی آکھ کھلی تو عالم کرے میں نہیں تھی وہ بالوں میں ہاتھ بھیر کر رہ گیا۔ تقریباً دس بجے کے قریب جس وقت وہ فریض ہو کر کمرے سے باہر آیا عالم ڈانٹنگ بیکل پر بیٹھی خاموشی سے ناشتا کر رہی تھی وہ اس کے قریب آ بیٹھا۔

”السلام علیکم آج بخیر۔“

”وعلیکم السلام۔“

”اراض ہو؟“ وہ اس کی خاموشی کو ناراضگی سمجھ رہا تھا۔ عالم نے زنی میں سر ہلایا۔

”جیہیں۔“

”فکر ہے مجھے لگا شاید تم مجھ سے ناراض ہو؟“ اس میں اپنی رات والی حرکت پر بے حد شرمندہ ہوں۔ میرا یقین کر دیا کہ ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا تاہمیں ایک دم سے اچانک کیا ہو گیا تھا۔ ”وہ وضاحت دے رہا تھا“ عالم کا سر جھک گیا۔

”کوئی بات نہیں۔“

”اب کسی طبیعت ہے؟“ اپنی شرمندگی زائل کرنے کے لیے شاید وہ اس کا دھیان بنانا چاہتا تھا جانکو اس میں دل میں ہنس دی۔

”نیک ہے۔“

”اپنا خیال رکھا کرو ہائیر۔“

”کس کے لیے؟“ اس کے ذہن میں سدھری کی شبیر تھی بھی بھائی آکھوں کے ساتھ پوچھا تو وہ بے ساختہ نظر چر گیا۔ کچھ لمے خاموشی کی نذر ہو گئے جب اس نے بتایا۔

”ماما کو کوئی آگیا ہے الحمد للہ وہ اب پہلے سے بہت بہتر ہیں۔“

”شکر ہے میرے مالک کا کہ کمرے میں؟“

”ابھی کچھ دقت لگے کا مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟“

”میں ان کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں اس لیے۔“

”نیک ہے ماما کہ آ جا میں تو جلی جانان کے پاس۔“

”ناشتا لاؤں آپ کے لیے؟“

”نہیں میں لے رہی لیٹ ہو چکا ہوں ابھی سیدھا آفس جاؤں گا پھر وہاں سے ہسپتال۔“

”مجھے ساتھ لیتے ہوئے جائے گا میں ملنا چاہتی ہوں اس سے آؤں دیکھنا چاہتی ہوں۔“

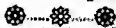
”نیک ہے میں بے تک تیار رہنا آ جاؤں گا لینے۔“

”شکر ہے۔“ انھوں نے ناخوش سے کہا کہ وہ سر جھکا کر بیٹھی رہی پھر زادیار کا ہاتھ کر گیا۔

ان کا رشتہ کا خندا اور جدوری کا رشتہ تھا مگر پھر بھی زادیار نے اسے اپنا اپنا تمام حقوق کے ساتھ اور اسے اس پر کوئی شرمندگی کا پتہ نہ تھا۔ بہت دنوں کے بعد وہ پہلی بار بھی جب وہ سدھری طوی اور کرل صاحب سے ہٹ کر کچھ اور سوچ رہی تھی اس گھر میں اپنی حیثیت اور مقام کو سوچ رہی تھی۔

اس نے سدھری طوی کو چاہا تھا مگر اللہ نے اس کے نصیب میں زادیار حسن کا ساتھ رکھ دیا جو اس کی چاہت تھی اس پر

رب کی چاہت غالب آگئی اور یقیناً اس کے پاک رب نے بہتر ہی کیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ سدید علوی کی ہر یاد کو کھریج دے گا اگر اس کے رب کو وہ اس کی زندگی میں پسند نہیں تھا تو وہ بھی اسے بھول جائے گی چاہے اس کے لیے اسے خود اپنے آپ کو اپنے اندر مار کر دفن کرنا پڑے۔
کچھ عہد خود سے گزرا مشکل ہوتے ہیں اور یقیناً اس سے بھی مشکل عالمہ علوی نے بھی اپنی کھسی ہوئی ”عمر“ کو ”پورا“ کرنے کے لیے خود سے ایسا ہی ایک عہد کر لیا تھا۔



مریرہ رحمن کی میڈیکل تحریکیں مکمل ہو گئی تھیں۔ صد شکر کہ کوہ نے اسے مفلوک نہیں کیا تھا اس کی یادداشت سلامت تھی، نظر اور سماعت کو بھی کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا تھا جیسی میڈیکل تحریکیں مکمل ہوتے ہی وہ ہسپتال سے گھر شفٹ ہو گئی۔

زاویار اس دوران لکھنؤ میں تھا اس کے پاس موجود رہا مگر دانستہ سانسے نہیں آیا۔ مریرہ زیادہ وقت خاموش رہتی تھی مگر ان سب کے لیے اس کا زندہ ہونا ایک نعمت تھی۔ زاویار نے مریرہ کا بزنس اپنی گمرانی میں لیا تو ابھی حالات بہتر ہونے شروع ہو گئے درمکون اب زیادہ وقت گھر پر ہی رہتی تھی۔ زاویار نے پریشان کو کال کر کے مریرہ کی موجودہ حالات کے بارے میں مطلع کر دیا جس پر وہ بے حد خوش تھی۔ عمر نے اپنے آفس میں شہر زاد کو نیجری سیٹ پر رکھ لیا۔ زاویار کے ساتھ اس کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی دونوں کے درمیان بڑی ایئر راسینڈنگ تھی۔ مریرہ کی حالت رفتہ رفتہ بالکل نارمل ہو گئی تھی اس روز عمر آفس سے سیدھا اس کی طرف آیا تو اس نے اسے گھیر لیا۔

”عمر.....“

”ہوں۔“

”کیا مجھے تم سے یہ پوچھنے کی ضرورت ہے کہ تم نے مجھ سے کتنی محبت کی؟“

”نہیں۔“

”اگر میں کہوں کہ تم میری ہر خواہش اور خوشی کا مالک رکھنے والے ہو تو کیا میں غلط ہوں۔“

”نہیں۔“

”تم جانتے ہو ناں عمر..... میں نے زندگی میں کبھی تم سے کچھ نہیں مانگا اگر میں مانگتی تو کیا تم مجھے مایوس ہوتا تے؟“

”نہیں، مگر تم یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو؟“ وہ اس کے زیادہ بولنے پر حیران تھا مریرہ نے سر کیچے پر نکا دیا۔

”میں تمہارا دل میں اپنی محبت کی گہرائی آزمانے کے لیے تم سے کچھ منواتا چاہتی ہوں۔“

”کیا؟“

”پہلے وعدہ کرو جو میں کہوں گی تم کرو گے۔“

”وعدہ کی ضرورت نہیں، تم کہہ کر تو دیکھو عمر جان بھی دے سکتا ہے تمہارے لیے۔“

”اگر ایسی بات ہے تو میری بات رد نہیں ہونی چاہیے۔“

”تم اب نیچے فضول میں الجھا رہی ہو میری.....“ وہ اس کے لیے پھل کاٹ رہا تھا مریرہ نے آنکھیں کھول کر

اسے دیکھا وہ بہت کمزور ہو چکا تھا اس شخص نے اس کے عشق میں اپنی ہر خوشی تیاگ دی تھی۔

اپنی ساری جوانی اور جذبے رول دینے والے تھے اور اب وہ بڑھاپے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا مریرہ نہیں چاہتی تھی وہ لاوارث مرنے بھی جب شہر ہالو نے اپنی لندن فلائٹ سے ایک روز قبل اسے ہوزان کی محبت کے بارے میں مطلع کیا

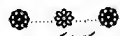
کے ساتھ دربارہ پڑھا پھر بار پڑھا اور خوشی سے جہم اٹھا۔ اگلے دس منٹ کے بعد اس کی گاڑی عمر عباس کے گھر کے راستوں کی طرف فرارے پھر رہی تھی۔



”مما ٹھیک تو ہیں؟“ وہ کورڈیلر میں تھا جب میری نے اس کی آواز کی اور اس کا دل بے قرار ہوا تھا۔
 ”ہوں ٹھیک ہیں۔“ عائشہ نے جواب دیا تھا وہ وہیں رک گیا۔
 ”پھر مجھے نہیں بلایا تمہیں نے میرا کس نے بتایا انیس؟“
 ”یہ تو وہی بتا سکتی ہیں۔“
 ”تمہیں بھی تو کچھ پتا ہوگا کہ بات تو ہوتی ہوگی۔“
 ”میرے سامنے تو کوئی بات نہیں ہوئی۔“
 ”بات تو ہوئی ہوگی یا اور بات تم پتا نہ جاوے۔ وہ چڑھا عائشہ کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔
 ”آپ بل نہیں پھوپھو سے ذکر کیے۔ بے چین؟“
 ”ذکر نہیں رہا بہت نہیں ہوئی پتا نہیں ماما کیسا سلوک کریں۔“
 ”کیا مطلب کیسا سلوک کریں وہ آپ کی ماں ہیں پیاری کریں گی۔“
 ”خیر ماما کو کی مجھے۔“ ہاؤں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ میری طرف سے کمرے کی طرف آیا پھر دلیز پر گ گیا۔
 ”مما کی طبیعت تو بالکل ٹھیک ہے ناں؟“
 ”جی ہاں الحمد للہ ناں کی طبیعت بھی بالکل ٹھیک ہے اور یادداشت بھی۔“

”اسی کا تو ڈر ہے۔“ دھیمی بڑبڑاہٹ کے ساتھ وہ آگے بڑھا سامنے بیڈ پر لگیوں کے سہارے بیٹھی سر رہا سی کی یاد دیکھ رہی تھی کہ وہ بیڈ پر جیسے جیسے سناکتا ہو گیا۔
 ایک مرتبے تک وہ اس وجود کو سناکتے ہی طرح بے حس و حرکت دیکھا رہا تھا اب جو زندہ جاوید صحت مند دیکھا تو آگے نہیں بے یقینی سی ہو گئیں اس میں اتنی ہی تھکن تھی کہ وہ آگے بڑھ کر اس کی پیش گوئی میں منہ چھپا لیتا بھی چھوٹے بچے کی طرح دروازہ کھلا کر کھڑا یا بیٹاں تک کہ خود میری ہی آنکھوں سے انسپیکٹر لک کر بیان میں جذب ہو گئے۔
 ”یہاں ڈیوائس لائن خبروں میں تمہاری۔“ بلا خراس نے لبوں کو زحمت دی زانو پٹیاں کھنکھوں کے ساتھ آگے بڑھ کر ان سے پٹ گیا۔
 ”مما۔۔۔۔۔۔ اہم سوری ماما۔۔۔۔۔۔ آپ تو زندگی میں میری ہی نہیں بھلا آپ سے دور کیسے دور کیا ہوں۔“ اب اس کا لہجہ بھرا رہا تھا۔ میری ہر اس کا چہرہ دونوں آنکھوں کے نیچے ملتا تھا کہ میری ہی نہیں تھا کہ میری ہی نہیں تھا۔
 ”کوئی بات نہیں جاؤ سارے ضرور معاف کیے تمہارے۔“ ایک ہی لمبے میں ایک ماں نے اپنے بیٹے کو مستر کر دیا تھا زانو پٹیاں اپنا چہرہ ان کے سینے میں چھپا لیا۔
 ”میں بہت برا ہوں ماما۔۔۔۔۔۔ بہت تکلیف دی ہے میں نے آپ کو اپنا ایک گھر سے لے کر ہزار بار پوچھا تھا ہوں میں۔ بہت دریا ہوا ہوں۔“ بہت گھبراہٹ سے وہ میری طرف سے بڑھ کر آگے بڑھ کر میری آنکھوں کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں۔“ میری ہر اس کے آنکھوں کو چوتے ہوئے وہ آگے بڑھ کر ہاتھ بھی در کھنکھن پاس بیٹھی۔
 ”نزی انڈسٹریل بلیک سٹینگ۔“

”مجھ میں زیادہ پتا ہے۔“ لپٹ کر در کھنکھن کو دیکھتے ہوئے وہ دھڑکا۔ وہ سکرامی۔
 ”مجھے زیادہ کچھ پتا ہے آپ کا بتاؤں گی میں ماما کیسے مجھے ڈانٹتے دیتے رہے ہیں آپ۔“
 ”تو نہیں کہو ناں دل کے پھوپھو نے پھوپھو دہی ہو میرے جذبات کی تو تو قسمت کرو۔“ اس نے پھر ڈانٹا در کھنکھن۔
 ”نہ چڑا کر رہی۔“
 ”آج سے ماما صرف میری ماما ہیں تم اپنے ناؤ زخموں کے لیے کوئی اور بندوبست کرو۔“ اپنے بازو میری ہر اس کے گرد حائل کرتے ہوئے اس نے لاڈ سے کہا جب وہ بولی۔
 ”ماما میں ہمیشہ بیٹیوں کی ہوتی ہیں بے ناں ماما۔۔۔۔۔۔ بیٹوں کا کیا ہے وہ تو بیویوں کے پیچھے لگ کر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔“
 ”ہاں جیسے ساری عمر ماما سے جتنی بیٹی ہوئی ناں بیٹیاں جاتی ہیں کچھ سنوں میں ماں باپ کو چھوڑ کر۔“ میری تو دلیس بھی میری ہی تھا کہ ساتھ سے پتا نہیں سارا دل کیا کیا کہہ کر غلامی راتی ہو میرے خلاف۔“
 ”مما سن رہی ہیں آپ بھائی کی نہیں۔“ در کھنکھن نے اس کے اصرار پر احتجاج کیا میری ہر اس کی مسکراہٹ اور گہری ہوتی گئی۔
 اس کی زندگی میں حادثے تو بے شمار ہوئے تھے مگر اس بار وہ حادثے نے جیسے اس کی ساری عمر میں اور کھنکھوں کو لنگر کراس پر خوشیوں کے درد اور کرپے تھے۔ زندگی کے اسے بڑے صاحبان پر وہ جتنی دیر بھی اپنے پاک پروردگار کے حضور مجبور رہی ہوئی تھی۔



جس کا دل آہنچا تھا عمر عباس نے جی جی میری کو کال کر دی۔
 ”جی جی ضروری کام سے چھوڑ کے لیے شہر سے باہر جا ہوں میرا انتظار مت کرو۔“
 ”مجھے انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ناں اسات پتے تک سامے کا گھر چھوڑ کر چلے جانا مولوی صاحب زیادہ دیر نہیں دیکھیں گے۔“ اس کا لہجہ میرے زیادہ پیچیدہ تھا۔
 ”میں کوئی کٹاں نہیں کرنا سنا تم نے۔“
 ”بہنیں میری قوت سماعت بڑھ چکی کا نہیں کر رہی۔“
 ”کیوں ہاتھ دھر کر پیچھے پر گئی ہو میرے وہی ایک نہیں تھا کہ فضل کام کے لیے۔“
 ”فضل کا نہیں نہیں۔“ فضل نے رول لکھتے۔ ”اس نے کچھ کرنا ضروری تھا وہاں چڑا۔“
 ”میں کچھ نہیں جانتا میں نہیں آؤں گا۔“
 ”تمہارے تو اچھے ہیں میں کے عمر عباس۔۔۔۔۔۔ سات تو بچتے روز دیکھتی ہوں کیسے نہیں آتے تم۔“
 ”سات نہیں آئے آئے تھے میرے پرانا نہیں اللہ حافظ۔“ کہنے کے ساتھ ہی اس نے کھانکا کے فون بند کر دیا تھا در کھنکھن جو ساتھ بڑھ کر بیٹھی تھی وہ مجھے بغیر نہ دیکھی۔
 ”کیا کیا ہوا بالکل نے؟“
 ”کچھ نہیں۔“ ابھی انکار کر رہی تھی مگر میں جانتی ہوں وہ ضرور آئے گا۔“
 ”نہیں اگر وہ نہ آئے تو؟“
 ”سوال ہی کیا نہیں ہوتا۔“

”اتنا یقین ہے آپ کو ہر اکل پر؟“

”عمر بیکس اس کے دل میں جو بڑا پی نہ درادرجت پر یقین ہے مجھے۔“

”آہم کاش عمر اکل کی آپ سے شادی ہو جاتی ماما تو آج حالات ایسے نہ ہوتے۔“ دیکھوں نے گمبیری سانس بھر کر کہا مرید کو پچ لگ گئی۔

”ہوزان کیا کر رہی ہے؟“ چنچروں کی خاموشی کے بعد اس نے پھر جواب عائد نہ دیا۔

”عمر اکل کے کرے کی صفائی کر رہی ہے۔“

”میرے پاس ہلا کر لاؤ سے ضروری بات کرتی ہے۔“

”لوگ ہے۔“ اثبات میں ہلا کر لگے پانچ منٹ کے بعد وہ ہوزان کو بلا لائی۔

”السلام علیکم یحییٰ..... آپ نے بلا لیا مجھے۔“

”ہاں یہاں بیٹھو ضروری بات کرتی ہے تم سے۔“

”خیریت؟“

”خیریت ہی سمجھو۔“

”جی ہاں نہیں۔“ وہ بیڈ کے کونے پر بک گئی تھی مرید نے قہر پروردی سمجھی۔

”عمر عباس کے بارے میں جاننا ہو تو کیا انسان ہے؟“

”آپ یہ سوال مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں؟“ وہ چوکی ہوئی مرید نے احتیاط سے کام لیا۔

”فردوسی ہے اس لیے۔“

”بہت اچھے انسان ہیں بالکل فکوں کہا نہیں کے ہیرہ جیسے۔“

”ہمسر کی حیثیت سے پسند کر دی اے؟“ ایک دم سے جیسے ہم بلاست ہوا تھا بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا وہ چرانی سے مرید کو دیکھنے لگی۔

”کیسے ممکن ہے؟“ دل کی بات زبان پر بھی آ گئی تھی مرید ہو لائی۔

”دیکھن تا مکن کو چھوڑ دے یا تو اگر عمر عباس کے ساتھ تمہاری شادی طے کر دی جائے تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔“

”نہیں..... گھر وہ ایسا نہیں کریں گے، کبھی نہیں بھی کریں گے۔“

”اس کی چھوڑ تو اپنی تپاری کرنا دیکھیں عائد اور درسی لک کر نہیں پار لے جائیں گی رات تو بیٹے نکاح ہے تمہارا عمر عباس کے ساتھ۔“ مرید مرین کا بوجہ بنیدہ تھا ہوزان نے یقین لگا ہوں کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔

”واقعی؟“

”ہاں..... واقعی۔“ وہ اسے یقین دلانا رہی تھی ہوزان نے شدت جذبات میں لپک کر اس کا منہ چوم لیا۔

”سینک بے..... سینک بے سوچو۔“ آپ واقعی غم میں ہیں۔“ اس کا سن نہ چل رہا تھا وہ ہواؤں میں اڑنے لگے مرید

اسے خوش دیکر خود بھی مطمئن ہو گئی۔ دوسری واقعی عمر عباس جیسے بے مثال شخص کا ساتھ دینا ضروری تھی۔



رات کے آدھے بج چکے تھے ہوزان پار سے تیار ہو کر دن میں بھی کسی گھر کے باقی لوگ بھی تیار تھے مولوی

صاحب کا انتظام بھی ہو گیا تھا عمر عباس کا دور در تک نہیں ہوا نشان بھی نہیں تھا۔ مرید کی نظریں مسلسل وال کلاک

پر تھیں تاکہ کب کرنی گزری کی سوچیں کے ساتھ اس کا دل بھی شدت سے دھڑک رہا تھا وہ یہ فرض بھی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ عمر بیکس آئے گا۔

جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا جا رہا تھا دوا دوا رنگوں کا عائد اور شہر ہوا جو تھوڑی دیر پہلے ہی پاکستان بگنی جنس میں

بلائی ہو جاتی تھی عمر عباس کی زندگی انسان تھا وہ وہ سب اس کی خدمت سے بخوبی واقف تھے۔ مرید نے آج

کی تقریب کے لیے جسے حسن کوگی خصوص طور پر مدعو کیا تھا قیاد یہ عمر پر تھا کہ وہ اسے سارے لوگوں میں مرید کی

عزت دکھائے یا اس کا کافرا بخواتین۔

سب شدت سے اس وقت صرف اسی کے منتظر تھے وقت آگے بڑھا جا رہا تھا گھڑیاں نے ساڑھے آٹھ کا اعلان

بجایا ہوزان کی ساری خوشی باندھ کر لے دی تھی عمر اس سے شادی کے لیے کسی راسخی نہیں ہو گا اور اس کا بڑا خدشہ

ثابت ہو رہا تھا وہ دن میں بھی چپ چاپ آسو بھائی رہی یہ خدشہ گرجا میں سن پر مرید کی اپنی ہو گئی تھانہ

یقین تو نہ ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خود کو ہوزان کی مجرم سمجھ رہی تھی کوئی حق نہیں تھا اسے صرف اسے یقین کی بساط پر کسی

کے خاص جذبات کے ساتھ کھیلنے کا۔ عائد اسے معلوم نہ کیا کہ اس کے پاس جلی آئی جبکہ دیگر رنگوں نے ہوزان کے

ہاتھ تھام لیے۔

”وصلہ رکھو ہوزان..... میرا دل کہتا ہے عمر اکل ضرور آپس کے ہو سکتا ہے وہ کسی مشکل میں پھنس گئے ہوں۔“

وہ اس کی خوشی کا ذریعہ نہیں دیکھ سکتی تھی مگر ہوزان کو اب کسی کسلی پر یقین نہیں تھا بھی جیسے ہی گھڑیاں نے نو بجائے

وہ اندر کمرے میں چلی گئی اس کے پانچ منٹ میں بلند آواز سے روتے ہوئے اس نے اپنا چہرہ چھایا تھا۔

مرید کو امید نہیں تھی کہ وہ زندگی میں پہلی بار اس کا یقین توڑنے کا شے اسے لوگوں کے سامنے شرمندگی الگ محسوس

ہو رہی تھی۔ مولوی صاحب بھی اب مسلسل انتظار سے آگاہ تھے جی عمر مرید نے بناء نکاح کے انہیں اپنی طرف سے

پیسے دے کر دوا دوا کر دے دیا کہ وہ انہیں ان کے گھر یا مسجد چھوڑ آئے اس نے سہانوں کے لیے ہونٹ سے جو کھانا

منگوا رکھا تھا وہ بھی رکھا رہ گیا تھا۔

مولوی صاحب ابھی اپنی چیزیں سینٹ رہے تھے جب گیٹ پر عمر کی گاڑی کا بارن سنائی دیا۔ نیچے چروں کے

چراغ ٹپک دم سے ملے اٹھے تھے۔ عمر گاڑی پارک کر کے اندر آیا تو یہ منظر دیکھ کر لپک لپک ہو گیا۔ مرید کی انہیں

اسے دیکھتے ہی ہجر آئی تھیں۔

”تو بے طے کہ تم اپنی زندگی میں جوڑ دی میری.....“ وہ کھانا ہاتھ مرید پر پھٹ پڑی۔

”بھائی! میں جاؤں گے کوئی ضرورت نہیں ہے تمہاری زندگی کے بارے میں سوچنے کی۔“ وہ شروع سے ایسے ہی

جذباتی تھی عمر کو مجبور ہاتھ اڑا دلنے پڑے۔

”میں شادی کے لیے تیار ہوں۔“ خفا تھا وہ اداس دم میں گھس گیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد فریش ہو کر

واپس آیا تو آواز دیا اسے ڈانگہ۔ دم میں لپک گیا تھا مولوی صاحب بیٹھے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔

فک بڑھ گئے تھے بلکہ ان کی تقریب سے انتظام کو پہنچے تو حد تک کوزا دیکر کے ساتھ اس کے گھر روانہ کر دے

مرید کے قریب بیٹھا۔

”چھانکنا کیا تم نے میرے ساتھ میری..... جتا رہا ہوں میں تمہیں۔“

”سن لیا ہے۔ اب جاؤ ہوزان انتظار کر رہی ہو گی پہلے ہی بہت برٹ کر چکے ہو تم اسے خیردار جو ایک

لفظ بھی کہا تو۔“

”ہوزان بالی فٹ“ ہے حد فکری کے ساتھ کہتے ہوئے وہ فوراً ہی اٹھ گیا اندر کمرے میں ہوزان اپنا چیزیں سمیٹ کر الماری میں رکھ رہی تھی وہ اس پر چند دھڑا۔

”کیا ضرورت تھی مجھیں سر پر کوئی نہانی کر کے میرے پلے پلے کرنے کی۔“

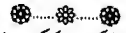
”میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔“ وہ بھی خفا خفا کسی کی دوسرے پر بھیہم کردہ گیا۔

”اسے خواب نہیں آیا ہو گا کہ میری شادی تمہارے ساتھ ہوئی جاوے۔“

”یہ آپ ان سے ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔“

”اس سے کیوں پوچھوں وہ تو سدا کی دوسری ہے میری تمہارا تو کچھ نہیں لگا دیا میں نے بھرم کیوں اس کے ساتھ مل کر سکون حرام کرنے پر تل گئیں میرا۔“ وہ اس پر اپنی فرط عین لگاں ہاتھ ہوزان کا دل بھر آیا وہ فکری اور بھرائی آنکھوں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔

”ابن کر سر عمر عباس..... آج کے لیے اتنی بے عزتی کافی ہے۔“ کہنے کے ساتھ ہی وہ کمرے سے باہر نکلی گئی تھی عمر اپنی آنکھیں پر مکار سید کر کے رہ گیا۔



موسم نے حد درجہ ناگوار بڑی کی تو کسی اکمرہ کے کمرے میں لگائی۔ زواہر اور درکون دونوں آنکھیں گئے ہوئے تھے۔ مریم نے ہاتھ میں سو جوڑاں پاک بند کر کے الماری پر رکھ دیا۔

”عمر اکل کے غصے کا درجہ حرارت کچھ کم ہوا کہیں؟“ اس نے پوچھا جب مریم ہوئی۔

”ہو جانے گا آج ہشتاد ہشتاد یوں انکر کر رہے والا شخص نہیں ہے وہ۔“

”اللہ کرے ایسا ہی ہو ہوزان بہت چہرہ ہے مگر ہے۔“

”آج سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا میں جانتی ہوں عمر کو تم پریشان مت ہو۔“ وہ تسلی دے رہی تھی۔

”زواہر کیا رہتا ہے تمہارے ساتھ؟“

”ٹھیک ہے۔“

”مگر تمہیں دیکھ کر مجھے کیوں لگتا ہے جیسے ٹھیک نہیں ہے جہاں تک مجھے یاد رہتا ہے تمہاری نسبت کسی اور

لو کے کے ساتھ تھے فکری جو کرل صاحب کے ساتھ رہتا تھا بعد میں شہید ہو گیا ہے ناں۔“

”جی ہاں مگر وہ شہید نہیں ہوا زندہ ہے۔“

”مگر میں نے تو سنا تھا کہ وہ شہید ہو گیا ہے۔“

”جی سب نے یہی سنا تھا مگر یہ سچ نہیں تھا جیسا کیا تھا وہ۔“

”اوہ کہاں ہوتا ہے اب وہ؟“

”پتا نہیں شادی کر لی ہے اس نے کسی عسیری لڑکی سے۔“

”تمہیں کیسے پتا چلا؟“

”ایک روز مارکیٹ میں دیکھا تھا اسے اس کی بیوی کے ساتھ بعد میں وہ مگر چلی آئی۔“

”ہم..... زواہر کے ساتھ شادی کیسے ہوئی پھر؟“

”مسئد اکل اور بابائے آپس میں بات کر کے زبردستی ہی شادی کرادی کیونکہ تک بے زواہر میری ہل دیکھ کر ماضی

تھا نہ میں اس کی۔“

”تایا اب کی موت کے ہوئی..... مجھے یاد آیا کبھی؟“

”آپ کو وہ بھی بولے ہی نہیں تھے مرنے سے پہلے میں ان کی آخری خواہش یہی تھی کہ وہ ایک ہاتھ سے لی لیں آپ کو دیکھیں۔“ ایک ہاتھ بائیں ہاتھ اور..... سب ختم ہو گیا۔“ بات کرتے ہوئے اس کا چہرہ بھر

افسردہ ہو گیا تھا مریم نے انکس منہ نہ لیں۔

”مریم یہ کچھ بوجھ کیا ضرورت کی بات کرتی تھی آپ سے۔“

”ہوں کہ۔“

”درکون کی شادی کے لیے کیا سوچا ہے آپ؟“

”کھل کر کہو بھائی..... کیا بات ہے میں نے ابھی انکس الحال اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔“

”اب سوچیں۔“

”میں بھی نہیں۔“

”میں سمجھا دیتی ہوں دیکھئے ایک لڑکا ہے صبا..... شاید آپ جانتی ہوں اسے آپ کے فاس میں کام کرتا تھا۔

دری اسے پسند کرتی ہے شاید وہ بھی پسند کرتا ہووری تو مجھے وہ لڑکا بہت پسند ہے درمی کے حوالے سے۔“ ای لیے میں

جانتی ہوں آپ اس سے نہیں لڑا دیتی تھی کے سنبھل کے بارے میں کوئی بہتر فیصلہ کریں۔“

”ہوں یہ تو بہت اہم بات بتائی ہے تم نے شاید آج ہی زواہر سے بات کرتی ہوں۔“

”دھکرے مگر بغیر خیال رکھیے گا کہ انکس الحال درکون تک بات نہ پہنچے۔“

”ایسا ہی ہو گا تم کو امت کر۔“ ناگوار کھل دے کہ وہ درکون کے حوالے سے سوچنے لگی تھی شاید اللہ نے اسے

وہ بارہ زندگی ہی اس لیے دی تھی کہ وہ اپنے رشتوں کی سچ منہ حار میں ڈونٹی کشاں پار لگ سکے۔

شہر بارہ نوکلینڈ وائس چلی کی تھیں مریم روز سے مزد کرتی کہ وہ اس کو رٹل صاحب کی قبر پر لے جائے مگر وہ ہر

روز دیتا تھا اب تو اس نے زواہر کو بھی تھی سے منع کر دیا تھا کہ جب تک مریم کی حالت بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتی

اسے کہیں لے کر نہیں جانا۔ اس روز شام میں مریم نے صبا کو مگر بلایا تھا۔ درکون کی ضروری شینگھی اس نے کال

کر کے اپنے دوسرے کی اطلاع دی۔ صبا نے جو مریم کا فیسر دیکھا وہ جی سے پھوٹے نہ ہلایا اگر وہ عدینہ

کے ساتھ ملک سے باہر نہ گیا ہوتا تو وہی طور پر اسے مریم کے ساتھ رہنے کی خبر مل جاتی۔

ابھی کل رات وہ دن وائس پہنچا تھا اور آج مریم کی طرف سے کال آئی تھی وہ بستر سے نکلا اور جلدی جلدی تیار

ہو کر عمر عباس کے کمرہ پہنچ گیا۔

”السلام علیکم! دروازہ مائل نہ کھولا تھا صبا کو کچھ تسلی ہوئی۔“

”وہ کیا سلام ایسے ہیں آپ؟“

”اللہم اللہ مریم وہ جی کی کال آئی تھی بلایا تھا انہوں نے مجھے۔“

”ہاں وہ اندر داخل کر دی ہیں آپ چلے میں چائے سلاتی ہیں۔“ وہ درجے شکر تھا کہ اللہ جانے مریم نے

ایک کچن میں بلایا ہے اور اب کلاس کے چل دیں ہوں یہ دل میں سن کر ادھی۔

اسے اس کا پرائیڈ تھا وہ جانتی تھی کہ صبا اس کے لیے تو دل کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اس نے یہ تکلیف ہی

تھی مگر وہ اپنے پیارے رشتوں کو اس تکلیف سے بچانا چاہتی تھی کیا بنا درکون کے علم میں لائے اس نے یہ قدم

اٹھایا تھا۔



مریہ ابھی مغرب کی نماز سے فارغ ہوئی تھی جب اسے صیام کٹانے کی اطلاع ملی۔ مگر بے سُرُمی سوٹ میں بلیوں اور چچا لبا خوب صورت تو جوان ہمیشہ سے اسے پسند رہا تھا۔ مگر وہ جانتی تھی کہ شہر زاد کی شادی اس سے ہو جائے مگر ایسا نہیں ہوا تھا اسے دجہو معلوم نہیں تھی مگر اب عالمک کی زبانی ساری حقیقت جان کر دلی اطمینان ضرور ہوا تھا۔
 ”السلام علیکم“ صیام کے آنکھوں میں اسے زبردہ سلامت دیکھ کر جو خوشی چمکی تھی وہ مریہ سے پوشیدہ نہ رہ سکی تھی۔
 ”علیکم السلام! آؤ بیٹھو۔“

”مجھے آپ کو بالکل صحت مند دیکھ کر یقین جاننے بہت خوشی ہو رہی ہے۔“
 ”جانتی ہوں مگر وائے سب کیسے ہیں؟“

”اللہ بڑے سب ٹھیک ہیں ان میں ملک سے باہر تھا اس لیے آپ کی صحت یابی کا فوری پتہ نہ چل سکا اور نہ ہی کو سا تھ لانا وہ بہت دعا میں کرتی ہیں آپ کے لیے۔“

”اللہ انہیں زندگی اور صحت دے اللہ رب العزت کے کرم کے بعد یہ دعائیں ہی تھیں جو مجھے موت کے منہ سے نکال کر زندگی کی طرف واپس لائیں۔ خیر چھوڑو یہ بتاؤ جا ب کیسی چل رہی ہے؟ عالمک بتا رہی تھی تم نے کوئی اور کہنی جو ان کر لی ہے۔“

”جی۔“ سامنے بیٹھا وہ شرمندہ سا سر جھکا گیا تھا تو یہ بات تھی جس کے لیے مریہ نے اسے طلب کیا تھا۔ البتہ مریہ کے شفیق لہجے میں کوئی کی نہیں آئی تھی۔

”کیوں۔۔۔ کیا دہری کے ساتھ کوئی مسئلہ ہو گیا تھا یا کوئی اور بات تھی؟“
 ”مسئلہ تو کوئی نہیں تھا ساری اور ذی صم نے مجھے کہا کہ انہوں نے میری جگہ پر عالمک صاحبہ کو سیٹ دے دی ہے لہذا میں کہیں اور اپنا بندوبست کر لوں اسی لیے چھوڑا آپ کی کچنی چھوڑی پڑی۔“
 ”چلو کوئی بات نہیں یہ بتاؤ شادی کے کیا ارادے ہیں کہیں بات طے ہوئی؟“
 ”بات تو بیچن سے طے تھی مگر میں نے ختم کر دی۔“

”کیوں؟“

”کیونکہ مجھے دہلا کی پسند نہیں تھی۔“

”صرف دہلا کی پسند نہیں تھی یا کوئی اور لڑکی پسند تھی؟“

”دو لوں ہی باتیں تھیں۔“

”پھر اب کیا سوچا ہے تم نے؟“

”کچھ نہیں تھا میں نے کیا سوچتا ہے بس زندگی جیسی گزر رہی ہے بہتر ہے۔“

”میں سمجھی نہیں کیا تم شادی نہیں کرنا چاہتے۔“

”نہیں۔“

”کیوں؟“ اس کے صاف انکار پر وہ عجوب ہوئی تھی صیام خاموش رہا۔

”دیکھو بیٹے جو بھی بات ہے تم کھل کر مجھ سے شیئر کر سکتے ہو میں ماں جیسی ہوں تمہاری ماؤں سے کچھ بھی چھپاتا

نہیں چاہیے۔“
 ”ایسی بات نہیں ہے اللہ آپ کو زندگی اور صحت دے اصل میں میں جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اس کا

ایٹنٹس میری اوقات سے بہت بڑھ کر پہا اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ میں خود اس کے برابر لاسوں۔“

”یو کوئی اتنی بڑی باتیں نہیں۔“ مریم نے کہا بھی عالم چاہے لے کر آئی۔
 ”آپ صاحب حیثیت ہیں آپ کے لیے بڑی بات ہوگی میں ابھی ناساعد حالات کا شکار ہوں میرے لیے بہت بڑی بات ہے۔“ وہ دوسرے دیر داشتہ تھامریہ مسکرا دی۔

”ایسا مت سوچو صبر۔۔۔ تم بڑے لکھے بہتر مند قابل انسان ہو جو کسی لڑکی تمہاری زندگی میں آئے گی۔ مجھے یقین ہے تم اسے ناخوش نہیں رکھو گے۔ میری بہت پہلے سے خواہش تھی کہ تم میرے دلدارہ و خجاء کی فریق کو اہیت دینے کو میں صرف اپنی خواہش کے لیے تمہاری خوش فہمیوں کو دلاؤ نہیں کہہ سکتی۔ اس نے سچا پیر کا تعاقب یہ صبر پر تھا کہ وہ اس بچے سے بڑی حیت جانے لگا رہا جائے۔ عالم نے چاہے کہ آپ کا سامنے رکھ دیا۔

”آپ میرے لیے میری مائی جی ہیں اور مائیں اپنے بچوں کے دل کا حال ان کے کہے بغیر بھی جانتی ہیں مگر آپ کی نظر میں اب میری فریبی کا فرق کو اہیت نہیں رکھتا تو پہلے میرے درمیان کا ساتھ بخش دیں میری شہادت پ سے وعدہ کرنا ہوں زندگی کے کسی سوز پر بھی اپنی وجہ سے کسی ایک کھم شہادت کو نہ کرے گا۔“ وہ صبح صبح نکلتی کرتا چاہتا تھا مریم کو دل میں اطمینان نہ کر گیا۔

”اللہ کرے ایسا ہی ہوا بی والدہ سے کہا وہ پر پوزل لے کر آ جائیں میں انہیں ہاؤس نہیں لوٹاؤں گی۔“ لہذا اچانک کیسے مہربان ہوتا ہے صبر کو اس وقت چاہتا تھا۔ اس کا سن نہ چل رہا تھا کہ وہ دواؤں میں ماؤں نے گلے مریم کے ہاتھ چوم لے بھی سرور لے کر بچے میں بولا۔

”دو شہادہ راضی نہ ہوں ان سے بات ہوئی آپ کی؟“

”اس کی تم لگ کر نہ کرو وہ میری بیٹی ہے میری رضا اور حکم سے باہر نہیں جائے گی۔“

”بہت شکر میری آپ کی لڑاؤ زندگی کی آخری سانس تک یاد رکھوں گا۔“

”کیسے کوئی بات نہیں انہم دونوں کو خوش ادا نہ ہاؤ رکھے آئیں۔ میں میری بیٹی کو کسی تکلیف مت دینا صبر بہت دیکھتا ہے اس نے زندگی میں۔“

”میں سمجھتا ہوں آپ مجھ پر ہتھار رکھیں میں آپ کے اعتقاد کو نہیں چنچاؤں گا۔“ وہ یقین دلا رہا تھا مریم نہال ہوئی۔

”صبر چٹا ہوں مگر چاہتا ہوں مریم آپ آج آپ نے مجھے وہ خوشی دی ہے کہ جس کا کوئی نعم الہی نہیں

ایرا لگتا ہے جیسا کہ بے ساری دنیا کی رانیں اٹھ کر میری جمولی میں ڈال دی ہوں۔“ سرور سادہ کبر ہاتھ نہ دینی کہتا صبر میری مریم اس کی آنکھوں اور چہرے کی چمک سے اس کے اندر کی خوشی کا انداز دیکھ سکتی تھی۔

صبر کے جانے کے بعد راسم کی فرس سے دل لیت آئے ساتھ صبر وقت دیکھ کر صبر مریم اور زوایا سے بات کر لی تھی بلکہ کچھ کا بندہ بہت سی بات تھا۔ اس کے روز وہ مریم اس کے گھر سے مریم بیکس شفٹ ہوئی تھی۔



وہ کسی تو ساتھ ہی لے گیا۔ کیا رنگ اتار کے شہر کا کوئی شخص تھا میرے شہر میں کسی دور پار کے شہر کا چلو کوئی دل تو اس چلو چلو کوئی آکھ تو تم ری چلو کوئی در تو کھلا رہا شہر انتظار کے شہر کا

سو متار چال کو لیے ہوئے پلٹ آئے تیرے گرفتہ دل کیسے پیچھے کر ملا نہیں کوئی اعتبار کے شہر کا مری طرز فہم سرائی سے کوئی باطن بھی تو خوش نہ تھا یہ میرا مزاج ہے کیا کر رہی ہوں بہار کے شہر کی کسی اور دلیں کی اور کو مٹا ہے فراز چلا گیا سبھی تم سب سے شہر کے سبھی قرض اتار کے شہر کا

نغمہ شندگ کا راج تھا عالم نے جن سینہ کربس وقت پیکل پر زوایا کے لیے رات کا کھانا لگا یا شب کے ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔ درمیان مریم کے ساتھ سونے جا چکی تھی زوایا فرس ہو کر کھانے کی طرف چلا آیا۔

”بچہ جاؤ۔“ نیز پر کھانا کر کہ وہ پلٹ رہی تھی جب زوایا نے تو رومہ کے کونے کا ڈھکن اٹھا تو ہوئے آہستہ سے عالم کھینچ کر آئی۔
 ”فریت ہے؟“

”ہوں نہ فریت ہے؟“ تھوڑا سا قورمائی پلٹ میں نکلتے ہوئے وہ مجھے خود کو کوئی خاص بات کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ عالم خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی زوایا نے روئی کا مٹا لہو تو ذکر منہ میں رکھا۔

”مجھ ضروری بات کرنی ہے تم سے۔“ اسے خاموشی سے اپنی طرف دیکھتے پا کر اس نے وضاحت دی عالم متوجہ رہی۔ کچھ لمبے پھر خاموشی کی نذر ہو گئے تھے جب وہ بولا۔

”تم جانتی ہو عالم ہماری شادی کی حالات میں بڑوں کی رضا ہے ہوئی نہ تم اس شادی کے لیے خوشی تم میں نہ

میں۔ یہ صرف بچہ میری جی جس میں پاپا نے میرے سامنے یہ عہد رکھا تھا کہ انہیں جب بھی تمہارے لیے مجھ سے بہتر کوئی فکر کا نظر آئے گا وہ انہیں مجھ سے ڈانڈیں دلاؤں میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کریں گے۔ بد قسمتی سے ابھی تک ایسا

کوئی لاکھ سامنے نہیں آ یا شاید اپنا خود صوبہ بنا بھی نہ جاوے ہوں بہر حال میں اپنی اور تمہاری زندگی کو زبردستی کے رشتے کی بجائے نہیں چڑھنے دوں گا اسی لیے میں نے آپ کی فیصلہ کیا ہے۔“

”کیسا فیصلہ؟“ عالم کی نظر اس کے چہرے پر لگی تھی زوایا نے ایک دھتوروں کے بعد کھانے سے ہاتھ

دور کیا۔

”ہیں۔۔۔ میں تمہیں طلاق دینا چاہتا ہوں عالم۔۔۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر نہیں رہا تھا مگر نہ عالم کے چہرے کا

فنی ہوتا مگر ضرور دیکھ لیتا۔

”کیا۔۔۔؟“ وہ تیراں ہوئی تھی جیسے یقین ہی نہ آیا ہو۔ زوایا نے نیکیوں سے ہاتھ صاف کر لیے۔

”ہاں عالم۔۔۔ بہت ضروری ہے کہ میں کسی لڑکی کو اپنی خوشی اور مرضی سے گزارا کروں اور تم بھی۔“ صاف مگر

خضر کچھ میں کہنے کے بعد وہاں شہر انہیں تھا عالم چھری دی تھی بھی روئی تھی۔

ان شاء اللہ باقی آئندہ شمار سے میں



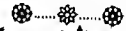
گرم پٹے ریحانہ آفتاب

بے خبر سا تھا مگر سب کی خبر رکھتا تھا
چاہے جانے کے سببی عیب و بہر رکھتا تھا
اس کی نفرت کا بھی معیار جدا ہے سب سے
وہ الگ اپنا اک اندازِ نظر رکھتا تھا



الوینہ تیز رفتاری سے گاڑی دوڑا رہی تھی کہ
اچانک اسے پوری قوت سے بریک لگانا پڑے۔ وجہ
ساہتے جانے والی ہنگامی جادو سالہ بچی بے فکری سے
چلتی ہوئی اچانک سامنے آگئی تھی کسی سے اسے ہال
برش سے سنوارے شاید برش کیے گی برسوں ہو گئے
تھے بانچل کے کسلی کی فراک اور کندھے سے چہرے
سمیت اس بچی کو وہ تقریباً پہچان گئی تھی۔
بچی کی ماں تیزی سے آئی اور ہاتھ کچھ کیے ایک
نظر الوینہ پر ڈالتی بچی کو پکڑ لے گئی۔ اس کا حلیہ
بھی کم دیش بچی جیسا ہی تھا۔ تین پرتیوں پکڑے ہی
رنگ پر گئے تھے۔ سڑک کی فٹ پاتھ پر خیرہ لگائے
یہ لوگ کچھ مرسے سے یہاں قیام تھے۔ جس میں ایک
عورت ایک مرد اور کئی بچے تھے۔ اینٹوں کا چولہا
بنائے اس میں لکڑی پھونکی عورت بھی کچھ پکانی نظر
آتی تھی۔ بچے بے فکری سے سڑک پر دوڑتے رہتے
اور اچانک کسی تیز رفتاری گاڑی کی آمد پر کھم جاتے۔
نیم کے بیڑ کے عین نیچے انہوں نے اپنا آشیانہ بنا رکھا
تھا اور نیچے کی ڈوریاں بھی نیم کے مضبوط پیر سے
باندھ رکھی تھیں جس کے سامنے میں ان کی زندگی بسر
ہو رہی تھی۔ اور گرد لائن سے بیٹھے ہی بیٹھے بنے تھے
یہ پش علاقہ تھا جس میں خاندان بدوش لوگ عجیب نظر
پیش کر رہے تھے۔
”جانے انہیں یہاں سے کوئی ہٹاتا کیوں نہیں۔“
الوینہ ممکنہ مادے سے بچنے کے بعد غصے سے سوچ
کے رہ گئی اس نے ایک بار گھر گاڑی کا رخ اپنے بیٹے
کی طرف کر دیا تھا۔
وہ گھر میں داخل ہوئی تھی کہ وائٹ جہی اسے
دیکھتے ہی بھاگا چلا آیا۔ اس نے جھک کر اسے اٹھا کر
اس کی پیٹھ پہلانا شروع کر دی۔ زور سگار سلگائے
بیٹھے تھے تو سمجھ اپنے ٹھکانے پر نہیں گئے ان کے
سوالوں سے جوابات دے رہی تھیں۔
”کیا تمیں چل رہی ہیں مام ڈیٹی؟“ وہ ان کے
سامنے والے سوئے پر براجمان ہوئی۔
”موسم بدل رہا ہے سردیاں آنے والی ہیں میں
شاہک کے لیے دہلی جا رہی ہوں تم چلو گی؟“ جمع
لے اس سے استفسار کیا۔
”کیوں نہیں مام۔“ وہ تیار ہو گئی۔
”پچھلے سال ہی تم دونوں نے سردی کی ڈیبر
ساری شاہک کی مگی میری مالو تو پچھلے سال کی چیزوں
سے ہی کا کام چلا۔ لو۔ شاہک کی اور چیز کے لیے کرلو۔“
زوار صاحب نے اپنی ادنیٰ سی رائے دی تھی جمع نے
ناک چڑھائی۔
”کچھ مگی ہو لیکن شاہک تو کرنے جا میں گے ہی
اب کیا دوست احباب میں پرانے سردی کے پکڑے
دکھاؤں؟“ الوینہ نے بھی ماں کی حمایت میں سر ہلایا۔
”اور پرانے پکڑوں کے لیے یقیناً تم نے نیازوار
روپ بھی لیا ہوگا۔“ زوار صاحب نے پڑایا۔
”اب پورے گھر کو دارڈ روپ سے تو نہیں بھر
سکتی۔ سوچ رہی ہوں کچھ پکڑے کسی ویلفیئر فرسٹ کو
دے دوں۔“ جمع نے خیال ظاہر کیا تو الوینہ کی نظر میں
خیرہ میں موجود بچے محو گئے اس کی شارٹ جینکس
جینز سموٹر یا آسانی ان بچوں کو پورے آسکتے تھے اس
بارہ سے چار سال کی عمر تک کے بچوں کو دیکھتا تھا۔
”ڈیٹی۔ یہ اچانک ہماری اسٹریٹ میں خیرہ
کہاں سے آ گیا؟“ اس نے اپنی حیرت کو زبان دی۔
”خاندان بدوش ہیں، لوگوں کی نظر نہیں پڑی ابھی
شاید وہ خیرہ کھانڈ پٹیکس کے۔“
”ہاں کچھ بد نما سا لگ رہا ہے علاقہ کے لوگ
کھلیں نہیں کر رہے تو آپ کر دیں۔“ جمع نے
راہ دکھائی۔
”چھوڑو کیوں خیرہوں کے سر سے چھت
چھینوں۔ سڑک پر ہی بڑے ہیں ناں۔“ زوار صاحب
کو خیرہ بچوں کی بدحواسوں سے بڑاؤ لگتا تھا کھلے ان سے
دعا لینے کا کوئی عمل کریں یا نہ کریں بدوعا سے ضرور

ڈرتے تھے۔
 ”خیر جانے دو اس ذکر کو تمہارے نام پر ایک نیا
 پتھر خرید رہا ہوں وہی جو تمہیں بہت پسند آیا تھا۔“ شیخ
 کسی دوسرے کے سر سے چھت چھیننے کا کبھی نہیں
 اور ان کے شریک سرائیں ایک اور نئی چھت کی لوید
 دے رہے تھے۔



اگلے ہی دن الوینہ شیخ کے ہمراہ شاہک کے لیے
 وہی چلی گئی تھی یہی جی اس کے ہمراہ تھا۔ سونل لاک
 کوٹ، گرم اسراف، شارب، چیلنس، کوٹ شو کی
 خریداری کے ساتھ ہی کے لیے یہی اس نے دل کو مل
 کر شاہک کی تھی۔ یہاں کا موسم بگڑنا بل محسوس ہو رہا
 تھا، گلے ہاتھوں انہوں نے دوستوں اور رشتہ داروں
 کے ساتھ کئی چند دن گزار لیے۔

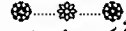
دو دن واپس آئیں تو شہر میں سردی کی لہر پھیل گئی
 تھی اس بار توقع کے برخلاف سردی بڑھنے کی پیشانی
 کوئی تھی۔ انٹیر پورٹ سے ٹھہر کر کے سر میں الوینہ
 پر کپڑی طاری ہوئی تھی وہ بار بار ہاتھوں کو آٹھ نہیں ملا
 رڈ کی بری تھی گاڑی کا بیڑ خراب تھا جس کی وجہ سے
 ڈرائیور اس کے عتاب کی زد میں تھا۔ گاڑی ان کی
 اسٹریٹ میں داخل ہوئی تو اس کی نظر پرے سائڈ واہن
 طرف خیرہ پر پڑی نہ رہا وہاں سے خیرہ بھیجی کی طرح
 پلڑا پہرا ہوا تھا۔ الوینہ کو ایک لمحے کے لیے اس خیرہ
 کے لیے یاد آئے۔

یہی کھلی پھیلے سال کے گرم کپڑے انہیں
 دے دوں گی۔“ وہ بھی کسی اتنی دریا دل نہیں رہی تھی
 لیکن جانے کیوں اس کھڑی اس کے اندر یہ خیال جز
 پکڑنے لگا۔ اس نے اپنی گود میں بیٹھے یہی کو ایک نظر
 دیکھا، سونل پھانے کے باجود اس نے اسے چھوئے
 سے کھل لیٹ رکھا تھا، غصہ سے بچتا یہی بھی
 سردی سے کچھ ناخوش لگ رہا تھا۔

”اُف سردی تو غصہ کی ہوئی ان چند دنوں

کے وجود میں جیسے کونٹ دوڑ گیا تھا، وہی بری کر لڑ
 رہی تھی۔
 تیز ہوا کے سبب ان کا خیرہ پھل پڑا ہوا تھا، نیم
 کے مضبوط پیر سے ڈوری ہاتھ کے باوجود
 بڑے پتھر سے خیرہ کو ہاتھ کاٹنا پھیلائی گئی راتوں
 سے خیرہ ان بریلی سرد ہواؤں کا مقابلہ کرتے
 کرتے اب جگہ جگہ سے پھنی ہو گیا تھا۔ چاروں
 طرف سے آتی سرد ہوا میں خیرہ کے سین کو گھس رہی
 تھیں۔ عورت و مرد اپنی اپنی جگہ پر سنے ہوئے
 مسلسل گئی راتوں سے اس سرد موسم کا مقابلہ کرتے
 ہوئے اب جیسے گھسنے لگے تھے۔

بچی کی پکار پر ماں نے اسے اپنے مزید قریب
 محبت لپٹا لیا تھا کہ شاید اس کے سر دم کی ٹھوڑی سی بھی
 حرارت سے بچی کی کیکپاٹ نہ ہو جائے۔ وہ سب
 جلد از جلد رات بیتنے کی دعا کر رہے تھے تاکہ ان منہ
 زور ہواؤں کا زور تو ٹوٹا۔ باہر سے جن کر لائی گئی
 چلا کر کئی دنوں سے حرارت کا سامان کر رہے تھے لیکن
 سردی تھی کہ گودوں میں خون جمانے دے رہی تھی۔ تیز
 ہوا کی بدولت آگ بھگ سی مسلسل چلتے سے لگا رہی تھی۔



سردی اتنی تھی کہ اس نے دم میں ہی اپنا تنہا سٹنگوا
 لپٹا تھا، بچی کو بھی ہاتھ کر دیا کہ اس نے دوبارہ کھل میں
 لپٹ لیا تھا۔

الوینہ بے نیوٹی جی جانے کے لیے لپٹی تو فرنیٹ سیٹ
 پر گرم کپڑوں کے ڈیمپر کو دیکھ کر اس کے چہرے پر
 آسودہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ہلا خاں جی وہ اپنی سوچ
 کو ملے جا رہے پھانے میں کا سبب ہو ہی گئی تھی لیکن
 اسٹریٹ میں سے خاصا نظر آ رہا تھا، میو سٹائی کی
 گاڑیاں اور ایبوسٹس کو دیکھ کر اس کی گاڑی کو پر کیم
 لگ گئے تھے۔ وہ بے ساختہ اتاری کی تھی خیرہ سے
 نظر نہیں آیا تھا۔ سرد ہواؤں کا مقابلہ کرتے ہوئے
 جانے کس پہریم کے مضبوط پیر سے ڈوری پھلنا سرد

الگوینہ کی گرفت سے نکل چکا تھا اور اب سات لائیں
 ایک دوسرے سے چٹی لڑی پڑی تھیں الوینہ کے قدم
 جیسے ڈرنے لگے تھے۔

”اسیروں کے لیے ہر موسم کے کپڑے ہیں اور
 بڑی دافر تعداد میں۔ سردی کے لیے لاک کوٹ، شوڈا
 بوسے کتے ہیں کتے کے لیے گرم کپڑوں کی شاہک
 یو ب وئی سے کرتے ہیں۔ سردی سے بچنے کے لیے
 ہیز والے کپڑے میں کھل تلے بیٹھ کر ڈرائیو فرمیں اور
 کافی سے مخلوط ہوتے انہیں فرصت نہیں ہوتی کہ
 کوئی کھول کر ایک لمحے کے لیے سرد ہوا میں باہرگی
 میں جھاک میں کھڑی سردی سے ٹھکر کر سنے سے
 پہلے جینے کے لیے اڑیں یا مارا رہا ہو۔“ ایبوسٹس
 میں موجود ایک رضا کار تھی سے کہہ رہا تھا وہ بہت یک
 تھا اور شاید ہی جی اور شاید۔۔۔ لڑی لائیں، اٹھانے کا
 اس کا پہلا سوچ تھا یہی وہ ہزاروں کنال پر مشتمل
 بچوں کو فٹ بھری نظر سے دیکھتے کہہ رہا تھا۔

کتے بلیوں کو اہمیت دینے والوں کی نظر میں آج
 انسانیت کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ خیرہ اٹھا کر انہیں
 رد پر کرنے والے ان کے لیے جھٹ سہا نہیں کر سکتے
 تھے اور اب وہ دوندہ لوگ لاشوں میں بدل کر ایبوسٹس
 کا سفر طے کر رہے تھے۔ اس لڑکے کے جینے الوینہ کی
 روح تک کو منتشر کر کے تھے۔
 ”کاش۔۔۔ کاش کہ میں نہ رہا تھا انہیں گرم کپڑے دے
 آتی۔“ الوینہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا تھا۔



ابھی تو پھول کھلنے ہیں شبائے شکوت

اس کے یوں ترکیب محبت کا سبب ہوگا کوئی
جی نہیں مانتا وہ بے وفا پہلے سے تھا
تیرے آنے سے تو بس زنجیر ہی بدلی گئی
ہم اسیروں پر جفا کا باب' وا پہلے سے تھا



”..... یہ کیا ہو رہا ہے؟“ ان کے لبوں سے بے
اعتبار یہ فقرہ ادا ہوا تھا۔ سلوٹی نے جیکے سے منکھلے سے
گاڑی روک دی۔ سامنے لوگوں کا ٹھکھکا کا ہوا تھا۔ یقیناً
کوئی حادثہ؟
”جیہا..... اتر کر دیکھو کہا ہوا ہے؟“ ان کے کہنے پر
سلوٹی انہماک میں سر ہلاتی ہوئی گاڑی سے اتری اور کبھی
دیر میں واپس بھی آ گئی۔
”وہ گاڑیوں کا ایکسٹرن ہو گیا ہے ایک گاڑی کے لئے
بچ گئے ہیں دوسری گاڑی والے کو کافی چرچس آئی ہیں۔“
اس نے تفصیل بتائی۔
”اللہ رحم کرے..... میں دیکھ لو؟“ اجازت طلب
نظروں سے سلوٹی کو دیکھا جس نے سر کو یوں ہانپ لیا
ہلا جیسے کھڑکی ہو تو آپ نہیں دیریں کچھ دیکھ لے اور دیکھ
اپنی جو طبیعت خراب کریں گی گفت.....“
وہ قریب پہنچیں وہاں دو تین مردوں کس دی کو گاڑی
میں ڈال رہے تھے۔ بس ایک لمبی کوس کا چہرہ ان کے
سامنے ہوا اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا وہ بے ہوش
تھا کر انہیں ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا اسے پہچاننے میں وہ
کرت کھا کر پیچھے ہوئی تھیں۔
..... ○
”میں حسن دن بھلا دوں تیرا یہاں سے
وہ دن آخری ہو میری زندگی کا
یہ کھیں ماسی رات ہو جائیں مادی
جود میں سوا تیرے پہنا کی؟“
وہ چکن کے کام کرتے ہوئے مسلسل منکھل دیتی تھیں۔
”ابوہو..... یہاں ہمارے بلیے گائے گائے جا رہے
ہیں اور ہم برصوں کی طرح آفس میں بیٹھے بس کام ہی
کئے پہلے جا رہے ہیں۔“ ولید اپنا کب آ یا اور وہ تیزی سے
چلتی گئی۔
”کوئی نہیں میں تو بس یونی اور آپ بھی آفس میں
نہیں بلکہ گھر کے بچن میں موجود ہیں۔“ وہ ہنستا ہوا
قریب آیا۔
”گھر میں کی غلطیاں نکالنے کے بجائے اس جھگڑے
پیچھے چھپی ہوئی محبت کو کھسکے ڈارنگ“
”وہ مجھے پتا ہے اب زیادہ فریک ہونے کے بجائے
اندر چلیں میں جائے لا رہی ہوں۔“ اس نے ولید کے
شائوں پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کیا وہ ہنستا ہوا لاؤنج میں چلا
گیا وہ جائے کے ساتھ تھوڑا بہت استراحت پر درگزی گئی سو
اس وقت بھی براؤنیز اور سینڈرو جو تھے۔ وہ رالی لے
کر لاؤنج میں آئی ٹرائی کے پیچھے سے ایک ٹرسے نکال کر
ایک پلیٹ میں براؤنیز اور دوسری میں سینڈرو کے کچھ کچھ
پینا میں کچھ لگائی اور ساتھ ہی کب میں جائے ڈال کر
ٹرسے تیار کر کے حد پیکر کے سامنے آ گئی وہ کبھی نہیں مانتا کھو
تھا یا اسے دیکھ کر ہو گیا تھا وہ جان نہ پائی سمیڑہ نے
مسکراتے ہوئے ٹرسے اس کے کبھی پیکر کے ساتھ رکھی۔
”جیہا.....“ حد پیکر نے نگاہ ملا بھی اس پر نہیں ڈالی
وہ پلیٹ کی آئینہ اندھ چکا تھا اس کا ہاتھ منہ دھلا کر باہر لے
آئی وہ اہلانا نہ باپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔
”میری جان.....“ ولید نے اسے گود میں اٹھایا
سمیڑہ مسکراتے ہوئے ولید کو پلیٹ میں سینڈرو رکھ کر
دیسے لگی وہ خود بھی کھا رہا تھا اور سد پیکر بھی چھوٹے چھوٹے
پانس دس رہا تھا۔ ہنستے مسکراتے یہاں بیوی ٹھکسلا تاج پڑ
گئی نے بڑی سرعت سے یہ خرگوش منظر دیکھا تھا۔
..... ○
”سلوٹی پلیز اس کے بارے میں معلوم کر وہ ٹھیک تو
ہے ناں۔ اسے زیادہ چرچس تو نہیں آئیں میرا دم گھٹ رہا
ہے سلوٹی بیٹا جلد ہی پتا کر دیا گا۔“
”اسی لیے ام میں آپ کو منع کرتی ہوں کہ آپ نہ
دیکھا کریں ایسے سناں آپ میں برداشت تو ہے نہیں۔“
سلوٹی کو فیس کے ساتھ ہاں پر ہنسی آ رہا تھا جو کسی کو دیکھی
تیار ہو گئی تھیں بکھجکتی تھیں۔
”میری بیٹی مجھے بس اتنا پتا ہے کہ بتا دو کہ وہ ٹھیک تو
ہے ناں اسے کوئی بڑی جوت نہ ٹھیک آئی ہے ناں۔ واللہ
اسے اپنے حفظ دامن میں رکھنا اسے سب کچھ کم کرنا فرماؤم

فرامیرے مالک۔ وہ گڑبڑا کر دعائیں مانگ رہی تھیں۔
سلوٹی نے اچھکرائیں دیکھا۔

”نام تو کچھ یاد ہی اللہ فضل ہو رہی ہیں۔۔۔۔۔ اب اس
کا پتا کرنے کے لیے ہاسٹل جانا پڑے گا۔“

”تو تم اگر کو ساتھ لے کر چلی جاؤ۔“ مشورہ حاضر تھا وہ
گہری سانس لیتی اصرار بولانے چلی گئی۔

.....○●○.....

بلو چیک والی شرٹ اور بلو ہی پیٹ میں بلبوس وہ کالج
جانے کے لیے تیار تھا۔ عینہ نے نظر بھر کر اسے دیکھا وہ

بہت خوب صورت تھا بلاشبہ بڑی بڑی آنکھوں میں
مناطیس ٹی سی کشش تھی گھنی بھنوریں ٹیکسی ناک اور

چوٹے سے ہانے میں عقیدہ خوب صورت ہونٹ صاف
رنگت مگر ایسی جلاہیت جو گورے رنگ میں بھی نہ ہو عینہ

کو وہ بہت اچھا لگتا تھا بہت پیارا حالانکہ وہ اس سے بہت
اکڑ کر بات کرتا تھا مگر پھر بھی اس کا دل اس کی طرف کھینچتا

تھا جیسے لوہا منطیس کی طرف وہ ابھی طرح جاتی تھی کردہ
اسے پسند نہیں کرتا مگر پھر بھی وہ جان بوجھ کر اس سے

مخاطب ہوتی آگے بڑھ کر اس کے کام کرنے کی کوشش
کرتی وہ اگر اسے پسند کرتا بھی تھا تو بھی اس کے ساتھ

کوئی بد چیز ہی نہیں کرتا تھا، بس اسے دیکھ کر کسی اور طرف
متوجہ ہو جاتا تھا سدید سے بھی بات نہیں کرتا تھا وہ کوئی

بات کرتا بھی تو مختصر جواب دے کر ادھر ادھر ہو جاتا۔۔۔۔۔
موقع ہی نہیں دیتا تھا کہ کوئی اس سے فری ہو پائے صرف

دلیدر سے وہ بہت احترام ٹوب سے مخاطب ہوتا تھا وہ ناشتہ
نیمیل پر لگا دیتی وہ آ کر چپ چاپ بیٹھ کر ناشتہ کرتا اور کالج

چلا جاتا اس طرح کھانا چاہے رات کا ہو یا دن کا وہ بہت
خاموشی سے کھا کر اپنے کمرے میں چلا جاتا عینہ

بالکل مخاطب نہیں ہوتا تھا دلیدر اور عینہ اگر ساتھ بیٹھے
ہوتے یا کھانا چائے وغیرہ نوش کر رہے ہوتے وہ اپنے

کمرے میں رہنا پسند کرتا مگر ان کے ساتھ کبھی شامل نہیں
ہوتا تھا پہلے پہل تو عینہ وہ اسے بلانے کے لیے اس کے

کمرے میں جایا کرتی تھی مگر اس کی پیشانی کے تل اس

کے چہرے کے ناگوار تاثرات نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ
اپنی حد میں رہے تو بہتر ہے پھر اس نے اسے اس کے محل
پر چھوڑ دیا سدید کی پیدائش سے اس کا دھیان بھی بٹ گیا
تھا اور اب تو سدید بھی نین سہل کا ہو گیا تھا۔

.....○●○.....

”ان کی دونوں ٹانگیں ریشمی ہوئی ہیں اور ہاتھیں بازو پر
چوٹ آئی ہے ابھی کچھ دن انہیں ہاسٹل ٹرڈ رہنا ہو گا مگر

ابھی بات یہ ہے کہ جو ٹیس زیادہ سیریس نہیں ہیں۔“ سلوٹی
نے ہاسٹل سے آ کر انہیں پوری رپورٹ دی۔ انہوں نے

اثبات میں سر ہلایا۔
”صبح مجھے بھی لے چلنا اور ناشتہ وغیرہ بھی لے چلیں

گے۔“ سلوٹی کا دل چاہا پتا نہر بیٹ لے۔
”مجھے یاد ہو جائے گی ماں۔“ وہ جھنجھلائی۔

”تو ایک دن دیر ہو جانے سے کیا ہوتا ہے بیٹا اللہ
تعالیٰ اجرو سے کما نہیں ایک بیمار کی عیادت کتنا ثواب کا کام

ہے۔ پھر وہ تو ہے بھی دوسرے شہر کا۔“ رولانی سے کہتے
ہوئے انہیں اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ کیا کہہ چکی ہیں یہ تو

سلوٹی کے حیرت سے کلمے منہ اور پھیلی ہوئی آنکھوں کو
دیکھ کر وہ ایک دم چپ ہوئیں۔

”آپ کو کیسے پتا مام کہ وہ دوسرے شہر سے ہیں آپ
ان کو جانتی ہیں یا۔“ لیت آپ اتنی بے چین ہیں۔“ وہ پیدر

بے سوال کر رہی تھی اور وہ صرف ٹی میں سر ہلا رہی تھیں ان
کی آواز بند ہو گئی تھی۔

.....○●○.....

نذر میں صفائی کر رہی تھی اس کی بیٹی ریشمی نے
مشین لگائی ہوئی تھی۔ عینہ وہ کھانے کی تیاری میں لگی

ہوئی تھی۔ کال ٹیل کی آواز پر ریشمی نے دروازہ کھولا اور
عالیہ اندر آ گئیں۔

”عالیہ! آئیے آئیے۔“ وہ محبت سے من کے گلے
لگی ان کے ساتھ سوا بھی تھی اور شیخ لورریڈ کنٹر اسٹ کے

جدید لباس میں ہلکا پھلکا میک اپ کیے بہاروں کی ساری
تازگی اپنے اندر سموئے وہ چند روز سال لڑکی جس کی جوبلی

[illegible]

جاوے گی۔ ولید کی آنکھیں خون چھلکا رہی تھیں اور لہجہ بہت
ٹھنکین تھا۔ عہدوڑ پ کر رونے لگی۔
”تمہیں ولید پلے اپنا سزا کرے میں نے کچھ نہیں کیا۔“
ولید بغیر کچھ کہے دوڑاڑے سے باہر نکل گیا۔
”کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا کیا پکاڑا تھا
میں نے تمہارا؟“ وہ حدید کی طرف دیکھ کر رو رہے
ہوئے تھیں۔ وہ بہیم سا مسکرا ہوا اس کی خوب صورت
مقتضی اسی آنکھوں کی چمک ہوئی۔ موصوم
چہرے پر خرابیات کی خفاہت تھی۔
”صبر!.....“ باہر کمرے سے ولید کی آواز اس کی رو
منش ہوئی سیدہ کیا تھا؟ شاید ولید کے ساتھ وہ تیزی
سے لاؤنج کرس کر کے پورے بیٹھ آئی۔
”سیدہ کہاں ہے؟“
”تم گاڑی میں بیٹھو۔“ سر آواز بے مہر لہجہ۔
”بہر سدا کلاڑ آنے دیں۔“
”وہ نہیں آئے گا۔“ ولید اس کی طرف دیکھے بغیر
دوڑا کر میں سے باہر دیکھتا رہا اس نے بے یقینی سے
اسے دیکھا۔
”کیوں نہیں آئے گا وہ میرے بغیر کیسے وہ سکا ہے ہمار
میں اس کے بغیر؟“
”جب حدید اپنی ماں کے بغیر رہ لیا تو سیدہ بھی رہ
جائے گا میرے بچوں کے نصب میں میں مل نہیں ہے۔“
لہجے سے کرب جھٹکا تھا۔ ولید اس سے دور ہو گئی۔
”میں اسے بچے کے بغیر نہیں جاؤں گی۔“
”میں تمہیں بھلا کر رخصت کے حوالے اسے نہیں
کرؤں گا خدا کرے تو بہت برا ہوگا۔“ اس نے نفی میں
گمراہ ہلائی۔ عہدوڑ کو لوگ رہا تھا کراچ اس کے لیے
قیامت جا ہو چکی ہے اس کے افسانہ پھرنے کی شکل میں
نگہدار کی گرد ہے ہیں از میں آسمان پوٹ ہیں چپے ہیں اس
کے کوئی کلاڑ نہیں رکھی۔

پاکستان کی جتنی مسلمانوں خوش گویوں اور مہمان داری میں شریک ہو کر
گیا تھا۔ وہ دونوں بے ساختہ مصروف و مصروف ہیں۔ ان کی بات کو گھر و باہر
آج کل تو کچھ نہیں کہے گئے۔ یہ تو کچھ کہہ کر دیکھو کہ وہ کیا باتا گیا۔
”سولہویں جیسا کہ طبیعت میں بھی ہے“
”بہتر تمام“ اس نے بکھر کر دیکھ کر کہا۔
”بیسویں وہ ان کی طرف سے اس سوال کی منتظر ہے۔“
”کچھ کہا تو نہیں، ناشیہ دیکھ کر“ وہ کچھ ہنسی کا
استیفاء سے پوچھ رہی تھی۔
”گھر سے تھے آپ؟“
”جہاں میں تھے وہاں پر چھاپا کہ کون ہیں اور کچھ
کیسے جانتی ہیں؟“ وہ اسی بے پرواہ انداز میں بتا رہی تھی۔
”پھر تم نے کیا کہا؟“
”میں نے کہا کہ میں اور میری ماں گھر سے تھے تو ہم
نے آپ کو کوئی حالت میں دیکھا تو باہر چل کر آئے۔
چل کر گیا تھا، ماں بھی ایک صاحب نے آپ کے کسی ڈی
کارڈ سے پوچھ کر کون جانتا تھا تو ہم نے دیکھا کہ
میری ماں آپ کے لیے بہت گھر میں تھیں تو انہوں نے یہ
ناشیہ دیکھنے سے انھوں نے تیار کر کے بھیجا تھا۔
”کون کیا کہا؟“ اس نے پوچھا تو وہ بکھر کر
”جس کا کہہ کر میرا کئی شکی کی گئی وہ وہ ہیں میں
باتیں کرنے کے گھر ہم دونوں چلے آئے۔“ وہ بھی شاید
اس کی شکی کی تفصیل بھی پوچھتا جا رہی تھی۔
اساتفہ ہانے کے لیے اٹھ کر گئی۔

جنتا سب گھرا ہوا گیا۔ چنانچہ من گھڑتوں کو سنی پانے
دن کو سکون پھر تیسرا چھ سال سے زیادہ کا عمر بھر گیا
تھا۔ سید جیسے وہ اسے چاہتے تھے کھانا کھلائی تھی
اپنے ساتھ سلائی کی اور اب اس کے بغیر اس کا کچھ نہیں
آتا تھا کسی بے خبری کے دل چاہتا تھے باؤں دوسری
کڑی کھائے اور اب سید سے ملنے کے مگر بھر بھر کی مٹی کی
طرح ڈھے جاتی کھانا سامنے رکھا جاتا ہے وہ تو نہیں
ہوتا تھا کہ وہ کھائے اس کی بازی بردتی کھائی تو وہ چند
نفلوں کے بعد کھانے کو کھینے کرتی چند دنوں سے وہ آدمی
ہوئی کی روپا کی ہو جائیں۔
”صبر ہو“ خود پر قابو پاؤ ایسے کیسے زندگی
گزرے گی؟“
”بھئی تو مجھ سے تانی اپنی تو مجھ نہیں ہے تاکہ کب سے
باؤں کی میں اسے بچے کے بغیر کیسے چوں گی؟“ میری
آنکھوں کے آگے سے وہ جہاں تھی نہیں اس کے آنسو
رہائی سے بہہ نکلے تھے۔
”نماز پڑھو میری بیٹی“ دیکھو قرآن پاک میں اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”فک دلوں کا سکون اللہ کی
عبادت میں ہے تم اس کی عبادت میں لگ جاؤ گی تو
سکون بھی کا جائے گا“
”پڑھوں گی نماز لیکن آپ بھائی سے کہہ کر
دیکھیں واپس سے ہر اچھے لمحے دل میں اُن سے کہیں کر میں
ایسی نہیں ہوں میں ایسی کیسے ہو سکتی ہوں! انہیں یقین
دلانی تو وہ میرے سر پر اس قدر بھروسہ ہے کہ۔“ وہ ان کی
منت کر رہی تھی ان کی آواز میں کہ میں کسی کی زبانی
ہے بے پروا دلانی خدا ہی کو اللہ کے لیے توڑے ہوئے بھول
جاتی تھی کہ وہ ان کی لڑا ہے اور وہ اسے بھول بے چین
دیکھ کر خوشی ہے میں نے فریاد ہو جاتی ہیں ان کے دلوں
بچے کے واپس کے پاس کے تھر س کا کادو ہے بے گشت تھا وہ
عزیز کو دل دے دینے کے لیے تیار تھی خدا ہی کو اللہ
ہے وہی چکا تھا اب اور جو کہیں دیا تھا اسے کبھی نہیں
عزیز کا جینا کا سامان اس کی چھوٹی سب سے چھانڈی

لیکن ایک لال مل سکا تھا کہ کسی کو بھی نہیں ان کی کی محسوس نہیں ہوئی تھی کسی کے چہرے پر کوئی افسوس کوئی حسرت نہیں نظر نہیں آتی تھی تو سیدہ کو بھی یقیناً خوش ہوگا بچہ کو تو خوشی جہان سے لگ ہوا تھا تو اب تو بڑے کو اس کی اور سختی بنی جب پاس ہوں گی جن میں میں اس سے ماں کی کہاں پادری ہوگی اور آتی بھی کیوں بدکردار میں جیسے اس کے باپ نے اس کی گراہی کی بنا پر صرف کر کے نکال دیا بلکہ غلطی بھی دے دی وہ اس نے غصے اسے کیا کیا تاہم دیا ہوگا وہ تو کسی ماں کا ذکر بھی سننا نہیں چاہتا ہوگا سیدہ اور سوہا کی شادی ہوئی یعنی سیدہ تو بے صورت ہی چاہا گیا سوہا نے بخوبی گھر سنیا لیا اس کے بچوں نے گھر میں چکاراں پھیر دیں تو ان کی محسوس کی بھی کیے جانے لگا۔ وہ خوش چمک کر رہ گئے تھے عمر کا بھی تقاضا تھا حدیہ دیا گیا تھا۔

شاہد خوب صورت اور مفرود سوہا کی کشتی میں اس سے کم بزرگ نہیں تھے یعنی بھی بہت چارے سے سرفراز سوہا کو دیکھنا غصہ نہیں ہو پایا ان کا خرچہ دل کیلے تو خوش پاتا تھا اس ایک جھک سیدہ کی دیکھنے کی آواز پر کسی کدوہرے ملے بے گل رہی تھی آسو تو اسے تنگے میں چلے جا کر دھڑے سے بھونکے تھیں وہ ہاتھ لگا کر اس کی ہاتھ پکڑے۔

”جہاں آ جاؤ میرا کیا ہے کچھ اور کرو اللہ نے چاہا تو تمہاری یہ لکائی ثابت ہو کر رہے گی ہم جا کر مل بھی لیں تو فائدہ نہ پہلے ہو قاف نام ہوگا۔“ چائیں وہ سیدہ کے دل میں تمہارے غلاف کتنا زہر پھریکے ہوں کہ وہ تم سے ملنے کو تیار نہ ہو پھر سوچو تمہارا کیا حال ہوگا جس کی دعا ہی کر سکتے ہیں۔“ یہی سوچ تو عزیز کو روکے ہوئے کسی دردناک سے ان کا اندر دیکھ کر آج بھی یاد تھا کہ ایک بار دل چاہا کہ ہر چند بندگی تو ذرا ہے سیدہ سے لڑائی نہیں مگر پھر اس کے روئے سوچ کر دہریں ڈھے جاتی تھیں۔ بہت دور آکر بھائی اسے سمجھاتے رہے جب فون بزدیا تو ایک بچہ تھا ”سلوٹی“ نے ایک شعلہ لپٹا کر پانی ان کے گالے کیا انہوں نے سگراتے ہوئے کوئی لگی لگا لیا۔ ایک بے سکون نیند کی بہت ضرورت تھی انہیں اس

وقت۔ وہ ہر اس سے بچھا چمڑا کر سو جاتا تھا جتنی تھیں انہیں لگا کر سلوٹی ان کا سر دبا رہی جب تک کہ وہ سو نہ گئیں۔ ان کے سو جانے کے بعد اس نے ان کے اوپر چادر درست کی اور خوشی لیت کرتا تھیں سو نہ لیں۔

”سیدہ۔“ ولید لاؤ گے اس کے خنجر پیٹھے تھے۔ وہ حدیہ کے گھر شرف ہوئے تھے واپس آگئے تھے انہیں سیدہ کی لگسی۔ وہ اکیدہ سے واپس آقا تھا وہ ان کی آواز پر ان کے پاس گیا۔

”سلام علیکم“

”ولیم سلام کیسے ہو؟“ انہوں نے محبت سے اسے دیکھا۔

”فیک ہوں۔“ مختصر جواب مختصر کہاں کہ کب فون ملے اور وہ اس کے سرے میں چلے۔

”حدیہ کا نہیں بلکہ چھو کہہ کر دیکھا ہے اب؟“ ان کی آواز میں نرمی تھی اس کے چہرے کے عضلات میں تناؤ آ گیا۔

”فیک ہی ہوں گے تب ہی تو آپ واپس آئے ہیں۔“ وہ گئی تھی دریا سے کہتے رہے۔

”بھائی ہے تمہارا۔“

”جی اطلاع ہے۔“ اس کا لہجہ استہزا تھا ولید کو ضبط کر کے زور سے ملے گزرا پڑا۔

”فریڈل ہو کر جاؤ پھر دونوں کہنا تھیں گے۔“ وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا ولید نے سر ہونے پر ایک پرکھ لیا تو انہیں سو نہ لیں۔ بنڈا کھوں میں پھر سے میز پر گئیں۔ کل سے ہوا تھا کہ اس کی طرح انہیں جھک نہیں پارے تھے۔ یک کان کے سوٹ میں ہر رنگ اس کا رنگ چہرے کے گرد لپٹے شانوں پر پلٹے سے دوپٹہ بچھانے دیسی کی خوب صورت نرم جراثم والے چہرے کے ساتھ تھی کہ وہ مصروفیت جو ان کا خاصہ ہو کر تھی وہ بھی اس طرح کا فون کی ولید کو پتہ نہیں تھا کہ اس کے لیے کیا تھا اپنے

بچہ کو کس نے اس کی ازاد کی زندگی چاہا وہ بڑا کدی خودی تھا انہیں دیکھ کر فوراً وہاں سے چلی گئی مگر وہ تادیر سوچوں میں ڈوبے پورے حدیہ اور سوہا کی کیفیت کچھ کرنا تو خود ہی رہے تھے۔ میز پر غلطی کا دے کر اس سے سیدہ جھپٹ کر اپنے تیش انہوں نے خود سے گئی اس کی بے وفائی کا انتقام لے لیا تھا۔ سیدہ بہت بری طرح روتا بلکا بلکا ہوا کہ کرتا انہوں نے خالی آقا کو کھونڈ کے لیے بلایا وہ اپنی سی کوشش کرتی رہی مگر میں پھر وہ بچہ قابو نہیں تھا آقا سیدہ نے اسے اپنے ساتھ لگائے رکھا۔ سیدہ پہلے بھی بلاتا بھی نہ تھا اس پر اپنا سارا گھر بھانڈا لے کر لاؤ رنڈ وہ کھل گیا مگر خود ولید بہت چپ تھا پھر رہنے لگے۔ ان کی پہلی شادی بہت کم عمر کی تھی اس کی نزن بہت جلد سے ہوئی تھی۔ حدیہ دو سال کا تھا کراسے بریٹ کینسر ہوا اور چار سال حدیہ کو چھوڑ کر وہ اپنی زندگی سوگند کرکنا عرصہ ولید کی اپنے کام میں گن نہ سہ کہ انہوں کو گاہ شادی کر کے کسی نہیں کر انہوں نے خود ان کے گھر سے عزیمت کا نام پیش کیا وہ انہی کے آگے میں کام کر رہی تھیں جب ان کی اور عزیزہ کی شادی ہوئی تو حدیہ چار برس کا ہو چکا تھا وہ ولید کی اناجیت کا مخمور مرکز تھا اس نے ان کی جڑا کیے تیش کی حالت وہ بھی تھی پھر یہ عورت اس کے بعد اس کا چہرہ دونوں اس کے باپ کی محبت میں شرکت دار بن گئے تھے جب بھی ولید سیدہ کو کوئی شغل آتا اسے بیار تا حدیہ کے اندر شیطانی بھڑکتے تھے اس کا بس نہیں چلنا تھا وہ عزیزہ اور سیدہ کو اپنے گھر سے اپنے باپ کی زندگی سے ہر گاہ لپکتا وہ ہندی پڑھ کر کھاتا کہ وہ ان کو لوکل کے پاس نہ بیٹھے پانچویں پندرہ سنفر نہ دیکھو تو دیکھو نہ دوسروں پر اپنی پابندی نہ ظاہر کرے نہ زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی رہتا تھا عزیزہ اس کی بچپنی کے خائف اور اپنی پہلی کوششوں میں ناکامی کے بعد اسے اب باپ بلانے کے بجائے کمرے میں ہی سب بچہ بچھا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں لاوے پکڑے رہتے پکڑتے سوچ لیں ہی کیا سب بچہ اس کی مرضی کے مطابق ہوا تھا اس کا شکر کا سیاب ہر تھا وہ

بہت خوش تھا مگر ایک چیز غلط ہوگئی تھی ولید نے سدید کو اپنے پاس رکھا تھا سدید کو نہیں سمجھا تھا کہ وہ بھی عمیرہ کے ساتھ چلا جائے گا مگر جبہوں کی ایسی سے اس کی اور سوہا کی شادی جلد ہی کرنی پڑی عورت کے نہ ہونے کی وجہ سے پورا گھر اُڑسب ہو چکا تھا سوہا سوہا اس کی کو پورا کر سکتی تھی سوہا نے خوش اسلوبی سے گھر سنبھالا تھا بلکہ وہ سدید کا بھی بہت خیال رکھتی تھی اس کا بڑا بیٹا عبدالمعید بیٹا اہل و عاقل علیہ اس کے پاس آکر سیکر پاس کی اور سید کے دیکھ کر بھیانک گھر کے کام سب خوش اسلوبی سے بھارتی تھی اس وقت وہ سوہا کے پاس بیٹھیں تھیں کھنگے ہارے ولید اپنے کمرے میں جبکہ سدید کو کچنگ میں اور حدید آفس میں پورے گھر پر صرف اور صرف سوہا کا راج تھا انہوں نے سڑکی سے سو جا وہ بھی وہ جانتی تھیں کہ اس گھر میں واحد صلی ان کی سوہا کی وہ حدید کی مسلسل برین ڈاشنگ کن "عمیرہ" کے متعلق ولید سے کچھ نہ کچھ غلط ہوگئی تھی سوہا کا حدید کو بھڑکاتے رہتا ان سب چیزوں کا بھی تو ادھیام تھا تھا آج ان کی بیٹی ملائش کٹر غیرے ہر چیز کی مالک تھی وہ سیاہ کرے یا سفید کوئی روکنے کو نہ سکتے ولید انیں تھا۔

"تو بہت بڑے شاہک سے تھی مگر پڑاؤ اندر تک چل جاتا تھا سب اسے پیش کرتے دیکھتی تھی" اور اب بھائی کی دیران زندگی وہ کوئی غلطی بھی پیدا نہیں ہوتی تھی۔

وقت گزرتا تھا حدید اور سوہا کے منہ بیچے ہوئے اور بڑے بھی ہو گئے سدید بھی اب چوبیس سال کا ہو چکا تھا وہ اہم کام کر رہا تھا اس شام وہ درحال سلائیو ہوا تھا کڑی بی بی نہیں کیا۔

"بھائی پانی دے دیں۔" اس نے کہا۔

"آپ نے سدید۔" وہ بچوں کے لیے فریج فرار تیار بناتی تھی چھانڈ کر کے پانی گلاس سے کمرے میں آئی تو وہ لیٹا ہوا تھا۔

"کیا وہ سدید؟" اس نے سائے میں بیٹھ کر گلاس رکھا اور اس سے پوچھا۔

"سر میں بہت درد ہے۔" اس کی آواز بھاری

ہو رہی تھی۔

"خلیفہ لاادوں؟" سوہا کو تشویش ہوئی۔ وہ مڑی تاکہ جس سے اس کے لیے خلیفہ ملے کہ مرنے کے سدید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ حیرت سے مڑی کہ سدید نے جھکا دے کر اسے قریب کر لیا۔ وہ اس کے سینے سے جا لکرائی۔ وہ دھڑکا اور پکا تھا اس کے سینے سے پہلے اس نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ حیرت و مدد سے زیادتی نے سوہا کو لکڑھ کر رکھا تھا۔

"سدید؟" وہ حواسوں میں آ کر جھکی۔ "کیا کر رہے ہو؟"

"جنت کر رہا ہوں آپ سے۔" اس میں غصے کی کیا بات ہے؟ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا دیکھتی آواز میں ہلکا ہوا کہ وہ کاتب تھی۔

"بکواس کر رہے ہو؟" چھوڑ دو مجھے۔" وہ اور زور سے جھکی۔

"تجلیں اور تجلیں۔" عجیب فرمائش تھی۔ سوہا کے پاس تو جرجان ہونے کا بھی وقت تھا وہ بچ بچ بری طرح پیچھے لگی تھی ولید اسے کمرے سے دوڑتے ہوئے آئے تھے۔

"نہانے کے شاہک سے تھی مگر پڑاؤ اندر تک چل جاتا تھا سب اسے پیش کرتے دیکھتی تھی" اور اب بھائی کی دیران زندگی وہ کوئی غلطی بھی پیدا نہیں ہوتی تھی۔

وقت گزرتا تھا حدید اور سوہا کے منہ بیچے ہوئے اور بڑے بھی ہو گئے سدید بھی اب چوبیس سال کا ہو چکا تھا وہ اہم کام کر رہا تھا اس شام وہ درحال سلائیو ہوا تھا کڑی بی بی نہیں کیا۔

"تم غیبت انسان کرتا کر گئے ہو تمہیں اپنے اور اس کے شے کی حرمت کا پاس بھی نہیں رہا۔" اس نے جھنگے سے سوہا کو لکھ کر کہا سوہا پھر پھنچ سدید کے منہ پر دے مارے تھے۔

"یہ خود آگئی تھیں میرے کمرے میں۔" اس نے جھنگے سے خود کو چھڑا لیا۔

"بکواس نہیں کر سدید؟" سوہا جھکی۔

"میں کچھ کہہ رہا ہوں یہ خود آگئی تھیں میرے پاس یہ بہت دیر سے تھیں۔"

"سدید۔" اس کی آواز بھاری

تھماری بھائی سے تمہارے بھائی کی بیوی کو تمہارے ساتھ ایسا کیوں کر سگے؟ تمہیں شرم نہیں آتی کیا؟"

"آپ کو آتی تھی؟" یہ سوال تھا جا چک تھا حدید نے ساختہ بیچے ہوا۔ "جب ایک عورت ماں ہو کر اپنے سوتیلے بچے کو دھلائی ہے تو ایک بھائی اپنے دیہوڑ کیوں نہیں دھلائی؟" ولید تو بس پوچھتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے وہ کچھ ہونے کے قابل نہیں رہتے۔

سوہا کو لکھ رہا تھا صحت اس پر گری ہوا دل تلتے سے سانس لینا دشوار ہو رہا وہ حدید سے سخت دلے اسے دیکھ رہا تھا ایک تک۔

"آپ اب بھی انہیں غلطی دے کر کمرے نکال دیں۔" اپنے پاس رکھ لیں کیونکہ جس عورت کا اپنا کردار ٹھیک نہیں وہ بچوں کی کیا تربیت کرے گی آپ کیوں خاموش کھڑے ہیں؟ کیا سوچ رہے ہیں؟"

سدید نے حدید کو غائب کیا تو انی دیر میں اس نے ایک لمبی سانس لے ڈالی تھی۔

"تو تم نے جان بوجھ کر یہ سب کیا انتقام لینے کے لیے؟" اس پر اس کی آواز بھاری اور بچہ مضبوط سدید کا دھجک تھیل ہوا۔

"تمہیں پک کی بیوی مجھے استعمال کرنا پڑی تھی۔"

"الہ کے کہنے سے سدید نے تمہارا کیا کیا کرنا ہے جو تم میرے ساتھ یہ سب کر رہے ہو؟" سوہا بلبل کر دے ہوئے تھیں۔

"اللہ ہی سے ڈرتا ہوں اور کسی سے نہیں۔ میرا جو بگاڑ تھا آپ سب نے ہی کھڑا کیا۔ اب مجھے کسی پر دانیس ہے۔"

"سدید بڑبڑی مت کرو کسی نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا کون تمہارے ذہن میں یہ بکواس ڈالتا رہتا ہے؟" ولید آگے بڑھتا اس نے غصے سے انیں دیکھا۔

"آپ کو کچھ سے سوال جواب کا کوئی حق نہیں اس گھر میں پہلے ہی تصور دار عورت غمخوئی کی گئی تو اب مرد سے پوچھ کر حدید کیوں ہو رہی ہے اب وہی موصول دہرایا جاتا

چاہیے ہیں۔" ولید کچھ کہنے کے گدے حدید پہلے بول اٹھا۔ "میں تم جانتے ہو کہ میں سوہا کو ملاؤں گے۔" وہ اس نے "ہونا تو نہیں چاہیے؟" اس نے کندھے سے۔

"گھر میں نہیں دوں گا کیونکہ مجھے ہے کہ میری بیوی بے گناہ ہے جو کچھ بھی ہے وہ صرف تمہاری ایک گھٹیا سازش ہے۔" حدید کی بات پر سدید کا چہرہ سیاہی مائل ہوا۔ "میرے ماں بھی بے گناہ ہیں مگر وہ آپ کی گھٹیا سازش کی حیثیت چڑھ چکی آپ کو اپنی بیوی کی بے گناہی کا اس لیے یقین ہے کیونکہ صرف آپ کو ہی ہے چاہے کسے یہاں بھی بے گناہ کی۔" اس کی زبان کوڑے سے برساتی ہوئی نہ دکھائی دینے والے کوڑے جو حدید کے جسم بھی نہیں ہوئے نہ بڑی کڑی کر رہے تھے یہ وہ نہ کہ لکھنا تھڑپ سکتا تھا ہر دو موصول میں ہی کی رسوا تھی۔

"تو تم سب کی طرح زہر اپنے اندر جمع کرتے رہے جسے ان ہم برا کھاتے ہیں۔" سوہا جھکی۔

"آپ کو اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے آپ کو تو آپ کے شوہر نے اپنا پورا اعتماد دیا ہے آپ کو تو کچھ سے سزا دیا کر رہتا تھا آپ کو تو آپ کو کچھ سے مل کر میری ماں کو گھر سے نکالنے کا کام سب سازش کی اور آج بھی ایک دوسرے پر اعتبار رہا کیا گویا ہم اعتماد تھا انہوں نے بغیر وقت ضائع کیے انہیں ناراض کر دیا نہ میرا سوا نہ میری ماں کی وفاداری نہ نظر کرانی کی اور صرف ان کے کہنے پر۔" اس نے حدید کی طرف اٹکی سے اشارہ کیا۔

"صرف ان کے کڈا سے پرہیز کر کے میری کو ملاؤں گے دے دیں اور دیا آپ پر غلٹ تک نہیں کرے تھے شاطر کہتے مگر ان کی بے خبری چاہیں جسے چاہیں برباد کر دیں اور اسے گھر کی طرف سے اس کو طوفان کا جیسے چاہیں مردوں دینے پر دراصل کام سب کچھ چاہ کر سکتے ہیں یا دوسرے ان کا بچہ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔"

"آپ کتے ہیں یا براعزاف کر رہا ہے کہ اس نے یہ سب جان بوجھ کر کیا ہے۔" حدید نے باپ کو غائب کیا پوچھ کر حدید کیوں ہو رہی ہے اب وہی موصول دہرایا جاتا

حال بچہ کفر سے سدید کو دیکھ رہے تھے۔
 ”پاپا کے دونوں بیٹوں سے ایک جی جرم دو بار سرد ہوا
 ہے انہوں نے ایک کوسر انہیں دی دوسرے کو کیسے دوسرے
 سے“ سدید کے لہجے کی کاٹ نے وادی کو اندر گڑی
 کر دیا تھا۔
 اس بات سے کسی نے کھنکھائی نہیں کھائی حد یہ لوہاں
 کی قطبی ایسے کمرے میں تو سدید ایسے کمرے میں بند تھا
 وادی کی ایسے ہیڈروم میں کڑکٹ گئے۔ انہوں نے کسی چا
 ہی نہیں چاہا کہ سدید اپنے اعتدالی جنم فتح کر رہا تھا
 پہاں کی بدلتی نے اسے نئے اشارات مرتب کیے ہیں کہ وہ
 اعتدالی اندر انتقامی منصوبے بنا رہا تھا انہیں بس یوں لگتا تھا
 کہ وہ ان بدلتی خاصوں کو جادو جادو ہے یہ کیوں وہاں جاتا تھا
 قاتل ٹھیک ہی کہہ رہا تھا کہ انہوں نے بغیر تحقیق کے عزم و
 کوشاں سے دیکھی اور سدید نے سب سے سوا ہر شک
 کرنے سے ہی انکار کر دیا تھا اگر وہ بھی ان کی طرح
 جذباتی ہو کر انتقامی قدم اٹھا لیتا تو اس کے تو میں بچے تھے
 ان کی زندگی کسی بھی طرح ستار ہوئی۔ جسے سدید کی ہوئی
 جیسے ان کی اپنی ہوئی تھی فیس میں طلاق دینے کے بعد کچھ ہی
 عرصے میں انہیں تاج محل گیا کہ زندگی خصوصاً گھریلو زندگی
 عزیز کو بغیر کسی مشکل بن گئی تھی ان دنوں کا قصور کا تھانہ
 راتوں کا چین و اشتعال میں سے سوچے سمجھے کیے گئے
 اقدام نے ان کی زندگی کو ایک بوجھ بنالیا کہ سہر کر دیا تھا
 لیکن انہوں نے بھی حد یہ کو تصور اور نہیں جانا تھا انہیں وہ
 بچہ لگتا تھا عزم و ہمت سے وہ غلاما بھگتا یہ خیال ہی بدل
 وادی میں آگ لگا دیا تھا وہ جو ایک ککسی سدید کو
 دلتے تھے تو دیکھ کر پیرا بچی ہوئی تو ان خیال سے کہاتے
 ہی انی موت آپ سرجانی بھی پڑ جائے..... آج سدید نے
 ان کی آنکھیں کھول دی جس غفلت کی آنکھیں ان کی
 آنکھوں پر بند تھیں انہوں کی ایک ہمت کے کھول دی گئی کیا
 وادی حد یہ نے دوسرا کیا تھا وہ عزم و ہمت سے انی نفرت کرتا تھا
 کہ ہر حد سے ہی گزرتا تھا۔ آف ہو جتے ہوئے انہیں لگ
 رہا تھا کہ دماغ کی سرس چھٹ جائیں گی وہ تو شکر کہ
 پائے تھے۔

”نہیں میری تو کوئی بات نہیں ہوئی ان سے۔“
 ”لوہہ“ اس کا سامنا جوش تھا کہ کی طرح چڑھ گیا۔
 ”ہو سکتا ہے حد یہ کو علم نہیں میں اس سے پوچھ کر
 جہیں بتاؤں گا۔“ انہوں نے اسے تسلی دی۔
 ”آپ ابھی پوچھ میں پاپا پاپا۔“ اس نے منت
 بھرے لہجے میں کہا۔ وہ بے بسی ہوئے۔ ”اس کی طبیعت
 ٹھیک نہیں ہے آرام کر رہا ہوگا۔“
 ”پاپا پاپا۔“..... مجھے اپنی ماں سے ملنا ہے بلوئے۔“ اس
 کے لہجے میں بے چینی تھپ تھپ ملنے کی تھی۔
 انہوں نے فون اٹھا کر حد یہ کا نمبر لایا دوسری ہی تیل پر
 کال بریڈ ہو گئی۔
 ”جھلو پاپا۔“
 ”اس بیٹا کسی طبیعت ہے اب؟“
 ”ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟“
 ”میں ہائل ٹھیک۔“ وہ ایک ماں کا قلم سے کچھ
 پوچھتا تھا۔ ”ان کے لہجے میں جھگڑ محسوس کر کے وہ
 بے چین سا ہوا۔
 ”کیا پوچھنا ہے پاپا؟“
 ”وہ عزم و ہمت سے ملنے کی صحت تو اپنا کوئی کوئیٹ نمبر
 ایڈریس بتا کر گئی۔“ وہ کچھ پر غور کیا۔
 ”میلے نہیں کمرے میں وہاں جب میں ڈسٹ جانچ گیا
 جا رہا تھا تو آپ کا دفتر پر ملے ہوئے کمرے میں اس طرح
 سلب جانا گئے ہوئے تھے تو وہ میرے پاس آئی تھیں
 اور اپنا نمبر ایڈریس بھی دیا اور سدید بھی بھرے گئے
 سدید کی تصویر میں دکھانے کے لیے کہ کمرے پر پاس کی
 ہی نہیں۔“ وہ بھی تیار تھا سدید کی آنکھوں میں
 دیکھو توں ہو رہے تھا وہ دایرہ میں بتا رہا تھا۔
 ”حد یہ جینٹلمین میں مایہ نرس لکھ کر لے دو۔“
 ”لوگے“ پاپا۔“ انہوں نے فون بند کر کے سدید کو
 دیکھا اس کا چہرہ ہنس رہا تھا۔
 ”پاپا میں ہی ان سے ملنے جاؤں گا۔ میں اپنی ماں
 سے ملوں گا وہ ان دن میرے خوابوں میں ہی ہیں میں

ان سے بچ کر ملنا چاہتا ہوں۔“
 ”میں نہیں دیکھ رہی (خیر) کے ساتھ مجھ لوں کا تم
 جاری کر لوں گے میں بچے کل جانا۔“
 ”پاپا میں ریت۔“ وہ ان سے لپٹ گیا وہ لگا سا
 مسکراتے والی کیفیت تھی عجب ہو رہی تھی کہ مسکرا بھی
 ایک مشکل مرحلہ ہی کیا تھا۔
 ○ ○ ○
 وہ کب سے فون اٹھ میں لیے اسے گھر میں جی رہی تھی دل
 میں کیسے کیسے خیال آ رہے تھے جب سے وہ حد یہ سے اس
 کا نمبر لایا جس کو فون کی سیٹاں کی کڑکڑ مگر کچھ ہی اس
 سے بات کر کے اس کی جھنجھکی آواز میں کی اسے اپنی بے
 قراری کے قصے سنائیں کی مگر فون اٹھ میں لیے ہی ایک
 خوف نے ان پر حملہ کر دیا سدید ان کے بارے میں جانے
 کیا جا چکا ہو؟ ان سے ان کے تعلق کیا بتایا گیا ہو وہ ان سے
 نفرت ہی نہ کرتا ہو انہیں ایک بری ماں نہ سمجھتا ہو وہ ان
 سے بات کر کے بھی پسند نہ کرے تو؟..... متضاد خیالات
 نے انہیں بے دم سا کر دیا تھا نگل وہ اسے فون کرنے کا
 حوصلہ کر پائی تھی ”آج وہ فون نہیں کریں
 مسلسل فون اٹھ میں لیے ایک گھنٹے سے زائد ہو گیا تھا۔
 ایسے کاموں میں کی ہوئی تھیں۔ کاتل کی کڑکڑ کوئی اور
 درجہ تھی ہی ہی کوئی تیل پہاں لکھ کر اٹھا ہوا مل گیا تھا۔
 ”کوئی آگ کیا؟“ انہوں نے کوفت سے سوچا عقلت
 کے بولنے کی آواز آئی وہ تو جہنم ہو گئی فون پر
 موجود سدید کے ہر کلمہ پر گہرائی پھیر رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد
 انہیں احساس ہوا کہ کوئی اور کی یہاں موجود ہے انہوں
 نے فون سے نظر اٹھا کر بائیں جانب دیکھا چمک کر
 کھڑے ہوئے ہوئے انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا اتنا
 خوب صورت چہرہ جوش سے تھمتا ہوا چمکتی ہوئی خوب
 صورت آ نکھیں کوں تھا وہ؟ انہیں کسی سے پوچھنے کی
 ضرورت نہیں تھی۔ ان کا ان لگتا تھا یہ کسی کو بتانے کی
 ضرورت نہیں تھی۔ ان کے ہونٹ لرز رہے۔

"تم... تم...!" فون ان کے ہاتھ سے گرنا نہیں سکی چیز کا ہوش نہیں تھا ان کے سر سے خواص تو اس چاند چپے کے طواف میں مصروف تھے وہ مسکراتا ہوا مزید قریب ہوا۔

"اما... میں سدہ۔"

"یا اللہ یہ خواب ہے تو مجھے کبھی جاگنا نصیب نہ ہوئے حقیقت ہے تو مجھے یقین تھا کہ یہ حقیقت تھی ہے، وہ اب شدت جذبات سے کاٹ رہی ہیں جس سے دیکھنے کے لیے اٹھارہ سالوں سے تپ کر اللہ تعالیٰ سے دعا میں مانگیں ہیں وہ سامنے پاؤں سے ہلا کر تپ کر جا رہا تھا کہ وہ اس سے لپٹ ہی جائیں اس کا لمس کر لیں! سدہ آگے کر فون سے لپٹ گیا۔

"اما... انہوں نے اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔ وہ ان کی پیشانی کو چوم رہا تھا پھر ان کی برقی آنکھوں کا پھر ان کے سر پر اپنا ہانکا لگا کر انکس مزید خود میں بھیج کر بار بار رفته رفته انکس بغیر انے لگا کہ وہ جی جی ان کے پاس سے ان کے وجود کو اپنے سینے سے لگائے کڑا ان کے اپنے وجود کا حصار کا پانا ان کا سدہ ہی ہے انہوں نے ان کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھا اور بے تحاشا چنے لگیں۔

"میری جان میرا بچہ..." وہ نرم آنکھوں سے مسکراتا رہا۔

"آمین اما بیٹھے ہیں..." اس نے کندھوں سے قائم کر لیں، بھلا یا اور خود کسی چیز کا ہوش نہیں تھا وہ ان کے جذبات میں استعمال آیا تھا خواص بحال ہوئے تو انکس گھر ہوئی۔

"تم سسر سے آ رہے ہو، وہیں تو بھوک لگی ہوگی" اوہ مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔" وہ اٹھ کھڑے گئیں کہ اس نے پھر بٹھا دیا۔

"ابھی کچھ بھی نہیں ابھی وہ دونوں ہاتھیں کر رہی گے ابھی کچھ بھی نہیں ابھی ابھی..." وہ اٹھ کر کچن میں آئیں پھر کھانا پینا سب ہوا جائے گا۔

"میں نہیں ابھی میں ابھی آئی..." وہ اٹھ کر کچن میں آئیں

فرید سے کہا، "بھگس اور دروازے کا لنگر اور رنگت سب گھر میں موجود تھا انہوں نے عظمت کو سب سمجھا اور خود سدہ کے پاس آ بیٹھیں۔ سلوٹی نے بندش کی تھی تو لاؤنج کا سٹرو کچھ دور چوں دروازے میں ہی جمی ہوئی۔ مام کے ساتھ بیٹھا لڑکا کالوں تھا جسے وہ اپنی مسکراتا کر اور نوالے بنا بنا کر کھلا رہی تھیں اور وہ کسی ان سے شے نہیں کر باتیں کر رہا تھا۔

"سلوٹی آؤ چلا آؤ... وہاں کیوں رک گئیں؟" عزیز کی نظر سلوٹی پر پڑی تو پکارا سدہ نے کسی سڑکار سے دیکھا اور کچھ دیر کے بعد بھٹی رہ گیا۔

"اسلام! یہاں ہم..." وہاں کے بڑے بڑے۔

"ہام..." سدہ نے انتہائی استعجاب سے پہلے اسے پھر عزیز کو دیکھا اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے شادی کر لی تھی عزیز وہ اس کی سوچوں سے بے خبر اس شفقت سے سگرا بیٹھ ہوئی انکس اور اس کے کندھے پر بازو پکڑا کر سدہ کے قریب لے گیا۔

"سدہ یہ سلوٹی ہے تمہارے کورم میں کی بیٹی۔"

"اوہ..." سدہ کے ہونے اور انکس ایک دم ڈھیلے ہوئے۔

"مائے کدو نہیں..."

"سلوٹی یہ سدہ ہے..." کتنی عمل کثرت تھا اس کا کہ سدہ سے سدہ پر سدہ جان کا بیٹا تھا سب۔" وہ بڑے چاہے کہ سدہ پر بس ایک ہی ہے جو عزیز کو دیکھتا ہے اور اس... سلوٹی عمل کر سکتی۔

"اسلام! یہ کب سے قریب پ..."

"بھگدشت آپ سنیں، میں اور آپ کے گھر والے سب ٹھیک ہیں..." اس کی بھلائی بھلائی۔

"جی ہاں، یہاں جی میں مام کے پاس ہوئی اور وہ سو سسر سے میں ہوتے ہیں..."

"سہما... سہما..." وہ مسکرایا۔

"سلوٹی تم قریب ہو جاؤ تو عمارتوں اور بھائی کو سدہ کے ساتھ لے جانا..."

"اوکے اما..." وہ اپنے سر سے چٹائی کی ڈھکے سے

سدہ سے باتیں کر رہے تھیں۔ سلوٹی نے عام راکل کالوں کیا وہ آکس سے تھا کسیدہ ہو چکا تھے۔

"آئی اور اپنے کسی آگے آگے عطر روٹی عطر اور ستر سب نے فون پر سدہ سے بات کی ہے پہلہ خوشی کی جو سب کے رویوں سے چروں سے ظاہر ہو رہی تھی سب نے باہر باری عزیز کو مبارکبادی کی ان کی بہن کی آواز میں فون کی گئی تھی جس نے کے لیے وہ توجہ میں وہ آن تھا۔ رات کو سب ملے گئے سلوٹی کو سونے کے لیے چلی گئی مگر ان میں سے کسی نے باہر میں کھینچ کر نہیں۔ نماز پڑھ کر سدہ کو سوا کر کمرہ میں لے گئے۔ سدہ نے چڑا ان انکھوں کی پاس ایک دن رات میں بیٹھے ان کی بہن کی وہ دونوں باہر ان کا بس نہیں مل رہا تھا کہ وہ اس کے لیے کیا کیا کر ڈائش دونوں وہ اب پر نہیں گئیں۔ پھر جتنے دن وہ اس کے لیے بیٹھا تھا ان کے ایک بہرہ بہرہ تھے مگر مل نہ سکیں تھے۔

"سب دیکھو کب تمہارا پکار لگا ہے؟"

"جلدی ایلن شام اللہ..." وہ غم سے مسکرایا۔

"آج کل وہ میں زبردستی میں سلوٹی نے اپنے ہوش میں نہیں انکس اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔

"جس میں ایک بار سدہ سے معافی مانگ لی جاوے۔"

تم نے اچھا نہیں کیا؟" لایڈ نے اسے اپنے گم میں دیکھ کر بات کی۔

"نہیں مجھے کوئی فکس نہیں ہے انہوں نے جو کچھ میری ماں کے ساتھ کیا..." وہ معافی کے لالچ میں نہیں اسے کھول دیا وہ کسی بھلا پاؤں کا گا۔ اس کو کچھ نہیں دیکھ "تو دونوں بھائیوں میں یہ نفرت بھی ختم نہیں ہوئی ایسے ہی دو گندوں رنگ الگ۔"

"آپ بے فکر رہیں وہ یہاں وہاں تو ضرور آئیں گے جس گھر پر حکومت کرنے کے لیے وہ یہاں اور علیا کی نے حد یہ بھائی کے ساتھ لکنا بڑی سادش کی اور اما کو نکال کر سدہ کے گھر کی ماں بننے کا منصوبہ کیا سب بتایا اس

گھر کو وہ ایسے تو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اس کے زہر خندہ ہے انکس بھوکا پیاس کی اس کے انکشاف ہے وہ سمجھیں گے۔

"کم ہر کسی سے بدگمان ہو چکے ہو ہر کسی کے خلاف..."

"میں نہیں نے اپنے کانوں سے علیا کی اور بھائی کی باتیں کی ہیں۔ میرے کانوں میں بھلا ہوا سسہ۔ اظہار جاتا تو بھی اتنی تکلیف نہ ہوتی، جتنی ان دونوں کی باتیں ان کی خوشی سے پہنچی آوازوں سے ہوتی۔ میں نے ان دونوں کی تکلیف سے گڑھا تھا کر دیا۔ جسے سوچا لپٹا کر میں ایک بار ان سب کو بتی ضرور کھائوں گا۔ انکس پتا تو چلے کہ کسی کی زدگی برادر کسی کا گھر جہا کر کے اس کے لیے گھر پر اپنا خوشیوں بھر گئی تھی بتایا جاتا ہے۔ اس کا بچہ تو دماغی زہر خندہ۔

"خفا خفا سدہ یہ کوئی غلط قدم اٹھا لیتا تو..." انہوں نے اس کا سر پیاس سے اسے دیکھا اس کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"مجھے پتا تھا کہ وہ اپنا کچھ نہیں کریں گے کیونکہ ان سے زبردستی کو پتا نہیں ہو سکتا تھا کہ سو با بھائی بے گناہ ہیں۔"

"جب ہمیں سب پتا چل گیا تو بھائی کے متعلق تو دل صاف کر لیا اس نے خود تو یہ سب نہیں کیا ماں اس سے باقاعدہ پلاننگ کر کے..." حلاک وہ خود اندر سے ڈھے گئے تھے یہ جان کر کہ میں اور بھائی ان کی اور وہاں کی زدگی کی تاج کی ان ڈسے ہیں سب گمراہ اور بے مہربان بنی تھا یہی وقت تھا کہ وہ گھر کے آشیانے کو سنبھال لیتے" وہ نہ جانی تو سامنے نظر آ رہی تھی۔ ایک سڑک مسکراہٹ سدہ کے لبوں پر بھٹی۔

"ان کے اندر اتنی نفرت تھی کہ صرف راستہ دکھانے کی وہ نہیں دور دور ساری نفرت انہوں نے اس راستے سے باہر نکال دی ان کے کے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ میری ماں نہیں سے تو اب نہیں میں ایک کے پاس رہوں تو دوسرے کی یاد

چہن نہیں لینے دیتی ہر بل کی پیٹنی اذیت اور اس پر طرہ یہ کہ اپنے کیے پر کوئی ندامت بھی نہیں کسی سے کوئی معذرت بھی نہیں۔

”کسک“..... کیسا..... اعزاز..... لگ..... کس غلطی کی معافی؟“ سوہا اٹھ کر ان کے قدموں میں اٹھ بیٹھی ان کے منوں پر ہاتھ کر دے اور اعانہ میں اکر کڑائی۔
”ای کیلیز ہم دونوں کو صاف کر دیں ہم نے جو گناہ کیا آپ کے ساتھ جو ظلم کیا اس کے لیے میں معاف کر دیں گا۔“ سوہا نے اس سے کہتا ہوا اپنے سر سے چلا کر اس کی تھلی کی طرف جھک کر گایا ہوا تھا اس کی تھلی کی آواز سن کر ہی وہ ہاں سے اٹھا۔ دوسری جانب معینہ بھی انہوں نے جو بات اسے بتائی اسے سن کر وہ کہہ سکتے تھے کیا رہا۔



”ہام کچھ لوگ آئے ہیں آپ سے ملنے۔“ معینہ سلوئی کے لیے بچان چاؤس بنادی تھیں کبھی کبھی وہ یوپی اس کے لاڈ اٹھتی تھیں وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بکس میں آئی کسی اس کی پھولی ہوئی آنکھوں سے حیرت غاہر ہو رہی تھی وہ کچھ نہیں کون سی پھولی کون سے لوگ وہ سمجھتا تھا؟

”کیسے ہو؟“ کھتا ہے پھر اچھل کر تھیں۔“ اس نے اپنے دلہا پر معینہ کے ہاتھ سے کچھ پھوٹ گیا۔
”حدید ہور اور سو؟“ انہیں یقین نہیں آیا۔ اماں وغیرہ ذرا رنگ دم میں داخل ہوئیں اور سانسے بلاشہ دونوں موجود تھے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی احترازا اٹھ کھڑے ہوئے۔

”کیسے ہو؟“ کھتا ہے کسی طبیعت ہے؟“ پیٹنے کے بعد انہوں نے حدید سے پہلا سوال کیا۔
”تھک ہوں اب آپ کسی ہیں؟“
”ابھی کھانا کھا رہی تھی۔“
”کچھ ضروری باتیں کرنی تھیں ان کی موجودگی مناسب نہیں تھی۔“ وہ دیر لپٹی بچہ تھا۔
”ضروری باتیں..... ایسی ضروری باتیں؟“

”اپنے کاموں کا اعتراف اپنی غلطیوں کی معافی محسوس کر کے شرم کی سے سکریلا۔

”ہاں اسے سب پر چل چکا ہے سب جان گیا ہے وہ۔“
”کس نے اس سے یہ سب شکر کیا اور کیا ضرورت تھی یہ نفرت کی بجلی لگانے کی؟“

”جانتیں صبح چھ بجے تھی تو نہیں ہے اب بھی زندگی تو اسے بچا دیا تھا۔“ سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔
”کیا سزا دی اس نے تمہیں اور وہ کون ہوتا ہے جس میں سزا دیے والا۔“ سوہا نے اس سے بات کرتی ہوں۔“
ان کا کسم پتیر ہوا تھا۔
”پتیں آپ اس سے نہیں کہیں گی وہ ٹھک کر رہا ہے اسے یہی کرنا چاہیے۔ بس آپ مجھے میرے کیے کی معاف دے دیں شاید میری ذہنی اذیت میں کچھ کی آجائے۔“ اس کی آواز میں کسب تھا سوہا کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے سلوئی جو اندھ جائے کی نالی لیے آتی تھی وہیں جگہ جگہ وہ دونوں میاں بیوی جیٹیں اس نے مغرور کا خطاب دیا تھا وہ اس وقت کس طرح نام کے قدموں میں بیٹھے معافی مانگ رہے تھے معینہ نے حدید کا سر اپنے ساتھ کر کے اس کے ہاں کو چوم کیا دوسرے ہاتھ سے سوہا کو پکڑ لیا۔

”میرے بچوں میں تو میں ہوتی ہے زندگی میں تو میں نہیں ہوں۔“ سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔
”سوہا آپ اس وقت شے میں تھے تو شاید ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی دل اپنے لیے کے ساتھ۔“ ان کی آواز سن کر سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔
”میرے بچوں میں تو میں ہوتی ہے زندگی میں تو میں نہیں ہوں۔“ سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔
”سوہا آپ اس وقت شے میں تھے تو شاید ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی دل اپنے لیے کے ساتھ۔“ ان کی آواز سن کر سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔

”سوہا آپ اس وقت شے میں تھے تو شاید ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی دل اپنے لیے کے ساتھ۔“ ان کی آواز سن کر سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔
”سوہا آپ اس وقت شے میں تھے تو شاید ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی دل اپنے لیے کے ساتھ۔“ ان کی آواز سن کر سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔

”سوہا آپ اس وقت شے میں تھے تو شاید ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی دل اپنے لیے کے ساتھ۔“ ان کی آواز سن کر سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔
”سوہا آپ اس وقت شے میں تھے تو شاید ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی دل اپنے لیے کے ساتھ۔“ ان کی آواز سن کر سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔
”سوہا آپ اس وقت شے میں تھے تو شاید ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی دل اپنے لیے کے ساتھ۔“ ان کی آواز سن کر سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔

”سوہا آپ اس وقت شے میں تھے تو شاید ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی دل اپنے لیے کے ساتھ۔“ ان کی آواز سن کر سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔
”سوہا آپ اس وقت شے میں تھے تو شاید ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی دل اپنے لیے کے ساتھ۔“ ان کی آواز سن کر سوہا نے اس کی بات سن کر کہی۔

سمیرا شریف طور

کیا عشق ایک زندگی مستعار کا
کیا عشق پائیدار سے ناپائیدار کا
کر پہلے مجھ کو زندگی جادواں عطا
پھر ذوق و شوق دکھے دل بے قرار کا



نچو ہاٹل چلا جاتا ہے شلمان اور ذریعہ بھی شلمان
جاتی کی طرف جاتے ہیں اس کی بھی اپنے چند ضروری
اسٹورنا کرکرن کے سر لاد اور چلا جاتا ہے مین صاحب
اور فائدر کی دوسرہ کڑی میں شلمان پہلے سے اس کی سب
بہت خاصوٹی ہے دیکھ کر ان کے درمیان کشیدگی محسوس
کر لی جاتی ہیں۔ شمشیر دکان کی وجہ سے سو رنگ پر نہیں
جاتی شمشیر دکان کے مالک نے سو رنگ سے جبکہ اس کی
سجھائی کے کی کوشش کرتی کہیں سے وہاں سے جاتے کرتی
ہیں لیکن وہ ان کا نام نہ کر سکتی تھیں کہ اس سے
وہ ان کی طرف سے اس کی بھی بدلتی ہوئی ہے اس بات
میں ان کی پریشان کر دیتی ہے۔ مین صاحب اور فائدر کو
یہ دون ملک جاتا ہے جیسے شمشیر دکان کی شمشیر کے کچا کر
ہو رہے ہیں اور ان کی ہیں فائدر کو ساتھ جانے سے منع
کرتی ہیں لیکن مین صاحب بلند ہوئے ہیں شمشیر
لے جاتے ہیں شمشیر کی سو رنگ کیسے میں شلمان سے
ملاقات ہوتی ہے شمشیر سے اس کی خاص بات کہ وہ اپنی اور
اپنی باتوں کے ساتھ مصروف ہو جاتی ہے جب شلمان اس
سے فزائی ہوئے کی کوشش کرتا ہے جس پر شمشیر نے اس کی
عزائی کرتی ہے، فضا ملا جاتی ہے اس کی شمشیر کی طرف
سے گرنے ہوتی ہیں شمشیر کا اس کا اس کے جانے کے لیے
اس کی بھی آجاتا ہے مین صاحب نے فریاد ہو جانے پر شمشیر کے
کو دیکھ کر اس کی دکان کی کوشش کرتے ہوئے شمشیر اپنی
سو رنگ کلب میں اس کی شمشیر کے دیکھ کر شلمان کو کوشش
کرتے دیکھ لیتا ہے اسے شمشیر کے قریب بھی نہ آنے کی
روک تھام کرتا ہے شمشیر کو دیکھ کر اسے جاتا ہے اس کے ساتھ
اس شمشیر سے اس کے دکان کے محلے سے بات کرتا ہے
جس پر شمشیر کہیں پر اپنا آگیا مین صاحب کی رو دیتی ہے اس
سے وہ عملدراسا اس کا تھا قہم لیتا ہے جس پر شمشیر سے
نے ایک کتاب کا نشانہ بنائی ہے اس کی شمشیر سے اس سے
کی وہ دیکھ پائی ہے اس کی اس کے ساتھ اس کے چلنے کا
جس پر وہ ان کی اس کے معاملات میں نہ ملنے کے لیے اس کے

تیزی کی بجائی سے آگن میں سپہ یکہ کر کشیدہ جاتا ہے
 آگن مسلسل خزیدہ سے رابطہ میں رہتا ہے اور شہید کی ہڈی
 ہڈی کی خزیدہ سے ڈریے حاصل کرتا رہتا ہے وہ شہید کے
 وہی شب و روز ہوتے ہیں صبح کالج جاتی تو شامیہ پر
 دلا دلا غفلت چلی جاتی۔ شہید۔ دلا دلا غفلت کے بچوں کے
 ساتھ یہ فخر تو ہے کہ لیے روانہ ہو جاتی ہے اور اپنا سوا کچھ بھی
 آف کر دیتی ہے۔

(ابا کے پڑھے)

انہیں پریشان تھا وہ جیل میں ہی تھا جب یہ پردہ کی کال آئی کہ آج آپ صاحب کی طبیعت اب بہتر تھی میں لہاں بی بی صفائی کی کراؤری میں انہیں باہر آقاؤں نے اسے دیکھا وہ کسی کام سے لاہور گیا تھا وہاں مقامات میں ہی واپس ہوئی تھی لیٹ کر نمٹ سونے کی وجہ سے وہ لیٹ کر ان مقامات والے لباس میں ہی وہ کچھ کر کے نکل آتا تھا۔

”کیا بات ہے آئین بریشان ہو؟“ وہ بار بار اپنے
موبائل سے کوئی نمبر مارا مگر آئین میں ادھر سے ادھر ٹپ رہا
تھلاں بی نے قریب آ کر پوچھا تو وہ رکا۔

”ہاں کچھ نہیں، بس دینی ہے۔“ اس نے موبائل کان سے ہٹاتے اہل بی کو نکالا۔ وہ اہل بی کو تو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ جانتا تھا ملاں بی شہرینہ کی طرف سے پہلے ہی کافی فکر مند رہتی ہیں اس نے مسکرا کر ان کو دیکھا اور موبائل پیسٹ کی جب ٹیڑھا ہوا۔

”ہا ہا صاحب کہاں ہیں۔“

”ناشتہ کرتے ہی وہ کھیتوں کی طرف نکل گئے تھے مگر
وہ کھانا کھاتے ہیں۔“

”اچھی بات ہے ان کی طبیعت پر اچھا اثر پڑے گا۔“

”تم ہاشتہ کرو گے۔“ انہوں نے اسے پوچھا۔

”ہیں، ابھی موز نہیں..... تھوڑی دیر میں کروں گا۔“

”جب بھی لڑنا ہو تیار دینا میں تیار کرادوں گی۔“ الحسن

سر ہلا کر اندر کی طرف چلا گیا! اعلان لی نے سنجیدگی سے اسے جانتے دیکھا وہ پھر سے موہاں نکال کر کوئی کبر و اکل کر رہا تھا۔

”چائیں ایک سدا ہے شکل سے تو پریشان ہی نگ رہا ہے۔“ انہوں نے اسے جانتے دیکھا تھا لیکن وہ اب اس کے شینا غا اس نے چپکے کمر کا لی تو زبردست نے اٹھ لی۔

”میں پچھتاؤں پچھتاؤں نہیں کہ وہ کہاں جا سکتی ہے۔“

”میں صاحب ان سے پوچھوں تو وہ کچھ نہیں بتائیں۔“

”اس کے دوستوں کا علم ہے کہاں کہاں سے ہیں۔“

”میں صاحب۔“

”اگر، خالہ جان کی کال آئے تو میں کو ضرور بتانا میں ان کے کمر پر پڑتی کر رہا ہوں لیکن وہ کال ہی چک نہیں کر دیں اور شہر میں کافر بھی مسلسل آف جا رہا ہے۔“

”جی صاحب۔“ لیکن نے ایک دو مزید ہدایت دینے کے بعد کال بند کر دی۔

شہر میں محض خند میں یہ سب کر رہی تھی وہ ابھی طرح جانتا تھا وہ اب سب سے قلیل خلقی اختیار کیے ہوئے تھی اسے عالم میں وہ بھلا اپنے نفس و تضامن کی کہاں پورا کر لی اور کدور کر کہیں اور تھا کتا نے وقت خواہ نہ اس سے بھلا وہ کچھ تھا تھا کہ وہ یہ سب خند میں کر رہی ہے لیکن اسے کچھ بھانا بھی فضول تھا۔ وہ موہاں ایک طرف بستر پر کدور کدور دم میں گھر گیا۔

❖.....❖

وہ لوگ بہت جلد مری قاتل تھے۔ یہ سارا ملاقات اس کا دیکھا تھا وہ بار بار اصرار کرتی کہ اس کا بچپن یہاں ہی گزرا تھا لیکن ہر بار یہاں آ کر وہ نہ سون رہ جاتی تھی ہاں کی اذیت اگر چاہے کے لیے بہت سخت تجربہ دیا لیکن اس سب سے ہٹ کر یہ باجلی اسے بہت اثر کریت کرتا تھا۔ وہ بچوں کے ساتھ مصروف ہو گئی تھی۔

والہ اطفال باول نے بل مدد کیا کہ وہ بچوں میں سے کدور کا فیصلہ کیا تھا۔ بچوں کے لیے کھانے پینے کا کرائی بھی تھا

بچوں کو مختلف گروہ میں ڈیڈا کر کے اسٹاف کے مختلف لوگوں کی ذمہ داری میں دے دیا گیا تھا۔ شہر نے بھی کیلیوٹر کر رہا تھا کہ کدور بچوں کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی اس کے گروہ میں بھی چار چار اور کدور کے تھے کئی دوس سال کی عمر کے تھے وہ اپنے گروہ کے ساتھ بل مدو کی طرف نکلی تھی۔ بل مدو پکا لڑکا تھا۔ اس نے وہیں موجود کادوں سے بچوں کو اپنی چیزیں پرید کر دیا ایک بچہ جیسا بچہ بھی کر لیا اپنے بچے خوش تھے وہ کمرے میں ہر طرح کے خوب صورت مناظر محفوظ کر رہی تھی۔ بچوں کی کھلکھلاہٹ میں ان کے خوب صورت چہروں کی تصویریں ساراستا میں نے اپنا نمبر بند رکھا تھا لیکن مری آئے کے بعد اس نے اپنے موہاں میں دوسری سمر کا گروہ لیا۔

آن کر لیا تھا۔ موہاں کا نیا نمبر لوہے والوں کو کدور لیا تھا۔ اس کا ذیلیں تھا کہ کھوئے پھرنے کے دوران اگر کسی کو ضرورت ہوئی تو وہ اس سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ وہ لوہے والوں کو کال کر کے بچوں کو کر لیا ہی“ بھورہ میں کی طرف آ گئی تھی۔ جبکہ ایک لوگ مال روڈ پر ہی تھے وہ شام تک ابھری رہے اور اس نے بچوں کو خوب بھلا بھلا لیا تھا۔

شام کے بعد وہ بچوں کو لے کر واپس مال روڈ کی طرف آئی اس کے بچے ہانر کی تھی جو آج ساراستا میں ان کے ساتھ رہ رہی تھی۔ واپس ہونے لگا رہے کمرے میں آئے ہی وہ بستر پر گر گئی تھی۔ وہ آج سارے دن کی بھلا گدوڑ سے بہت تھک گئی تھی۔ اس نے موہاں لکھا اور نہ مگر کال کر اس نے واپس پرانی سمر لگائی۔ سمر لگاتے ہی بے تحاشا سمجھ آنا شروع ہو گئے تھے جن میں سے کچھ اس دوستوں کے تھے اور باقی سارے لیکن کے تھے ان تمام سمجھ میں اس کی بھی تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ تمام سمجھ پڑھنے کے بعد اس نے سمر کا تمام سمجھ ڈیٹ کر دیے تھے اس نے مبارک دھوپ کے سمجھ کا جواب دے دیا تھا۔

”میں کچھ بہت خاص دوستوں کے ساتھ مری میں ہوں بہت بھلا بھلا کر رہی ہوں۔“

”اے ہم سے بھی زیادہ خاص کوئی اور دوست بھی

ہیں۔۔۔۔۔“ خند پر کھینچ آیا۔

”ہاں لیکن وہ بہت محسوس سے دوست ہیں۔“ جولیا حورہ کے صفے سے صبح سے چڑھے دلا اس کا کیا کیا اس نے بھی جولیا کھینچا کا جاسکا گیا سیر کر دیا۔

”میں جن سے دوست۔“

”واپس کر تھانوں کی۔“

”مری میں ہو، مری تو جوانی ہوں گی۔“ حورہ کا مسیج آیا۔

”میں بہت ساری باتیں ہیں۔“

”اگلی ماہ بھی مری میں جیتے سیر کر دو۔“

”مکر دو۔۔۔۔۔“

”تو بہت لڑائی ہوگی۔“ پھر صفے والی اس کا کیا کیا اس نے ستر چار اس کا کیا کیا سیر کر دیا۔

”پتیز شہر میں۔“ جولیا اس نے پانی ہی میں بچوں کے ساتھ لیٹی پک سیر کر دی۔

”ہائے یا سارے سارے ہیں۔۔۔۔۔ اس کے کہ ہیں؟“

”یہ سارے سارے بہت ہی خاص الفاظ قسم کے دوست ہیں میں ان لوگوں کے ساتھ مری مری آئی ہوئی ہوں۔“

”تو کس۔۔۔۔۔“ بھی وہ مسیج ٹاپ ہی کر رہی تھی جب لیکن کی کال آنا شروع ہوئی اس نے چند لمبے موہاں کو کدور۔

”ہیلو۔“ کچھ وقت کے بعد اس نے کال چک۔

”السلام علیکم۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو وہ خاموش رہی۔

”کہاں ہو تم؟“

”آپ کی صفی سے بہت دور۔“ جولیا لیکن نے دوسری طرف سے ایک کمرے میں اس کا۔

”وہ کچھ پتا ہے لیکن وہ ضرور ہوں گی لیکن مری کی صفی سے باہر نہیں شہر میں شہر میں صاحب۔“ دوسری طرف سے پھر وہی دھوکا اٹھا جو شہر میں کدور لیا تھا۔

”ایک وقت وہ کال آئے تھے جب آپ نے پچھتاہے اور میں نے آپ کی صفی میں بھی نہیں ہوتا۔“ جولیا بدلا۔

اور میں نے آپ کی صفی میں بھی نہیں ہوتا۔“ جولیا بدلا۔

”کیا کر رہی ہو؟“

”تمہاری لکھی کوئی خاص دوستی تو ہے نہیں کہ میں اپنے شب روز کا احوال آپ سے ڈس کر کروں۔“ شیر لیکن کی ہنسی بے اختیار نکلی۔

”دوڑی کرنے کا کیا ہے فقط ایک ٹھکانا ہے پھر بڑا حاتم مجھے بے کسی کی مصروفیت سے گم نہ پاؤ گی۔“

”آپ سے دوستی کروں گی جو آخری صفی میں ہے آپ کو۔“ وہ ہلکے پر لڑی۔

”میں اوقات خوش فہم ہوں ابھی خوش قسمتی کی علامت ہوتی ہے خوش فہمیاں میں میں بعض اوقات ایسے بہت سے تکلیف دہ حقائق سے بچا لیتی ہیں جو اگر انسان جانے لے تو شاید جیتے کے بعد اسے سراسر لینا بھی ضرور لگے۔“

”لیکن خوش فہمیاں کا کیا کام؟ جس پر سے بد بے پھر دم کھوٹ دینے والے حقائق ناگ کی طرح منہ کھولے کر لے ہوں۔“ وہ ہانا چاہے ہوئے بھی لیکن کے ساتھ اٹھ رہی تھی اور دوسری طرف وہ شاید اسے بھانا ہی چاہتا تھا۔

”کیسی ہی پکاؤ ڈنگ۔“

”آپ کی توقع کے برعکس بہت ابھی۔“ شیر لیکن پھر ہنس دیا۔

”میری توقع کے برعکس ہو گیا کچھ بھلا ہو رہا ہے۔“

”آپ کب ہر بات کی روریت ہانا پھر بڑبڑائیں گی۔“

”تمام خیالی ہے تمہاری ہمیشہ منکوحہ تم پر تو رہی بہت کچھ کھڑا ہے۔“ پھر وہی بات چل گئی جس سے وہ ہمیشہ بھانا ہی نکلتی۔

”جس خوش فہمی میں رہنا چاہتے ہیں آپ وہ میں اگل روز سے اذیت لفظ میں کدور لگی ہوں میں اس رشتے سے انکار دینا چاہتی تھی لیکن اب میں دیر ہوں گی۔“

”اگلی بات سے تم پر بھی دیکھیں گے کہ کہاں تک آپ پہلو بھاتی ہیں۔“ شہر نے موہاں کو کدور۔

”خالہ جان کا بی بی نشان ہیں ان کی کال آئے تو پتیز ریسپر کر لیا۔“ لیکن نے مزید کہا تو شہر نے کی بھونکیاں سن گئیں۔

”مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی“ میں جہاں ہوں بہت مزے سے ہوں اور میرے خوش چہنی تانتا بیچنے کا بیانیہ خالد کو بھی مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش مت کریں تو بہتر ہوگا۔ اس نے کال بند کر دی۔

وہ جتنا اقامت دونوں میں سے کسی کا بھی دو کو نہیں سنا جاتا تھا۔ اسی جی۔ اے کو لوکل کی بی وجہ سے وہ آج اس مقام پر تھی۔ اس نے سوچ لیا قادیانہ زندگی کو اپنے انداز و ذہب سے گمراہ سنگی اس نے سونہالی سائپر پڑھ لیا تھا۔ تھکا کر کی وجہ سے وہ اب سونا جاتی تھی لیکن اس کی کال کے بعد اس کا ذہن پھر مشتعل ہوا شروع ہو گیا کیا وہ یہی کی کرنا کہ اس نے ایک طرح کی امری چھٹی چھٹی دیکھی تھی یہی تھی کہ اس نے گزشتہ سال کا سونہالی پھر بھرتے لگا۔ اس نے سونہالی کی سرکری ڈسکی اپنی تھیں خبر نہ لائی کا ناچا ہی تھی لیکن پھر بھرتے کیا سوچ کر کال کی ایک کر۔ ”بھلو“ اس نے کال پک کر کے سونہالی کان سے لگا لیا اس کی توقع کے مطابق وہی انسان تھا جو کچھلے چند روز سے مسلسل کاز کر کے تنگ کر رہا تھا۔

”کون ہو تم۔“ اس نے دوبارہ چونکا تو اس نے شہید کی سے پوچھا۔

”بہت جلد اپنا تعارف بھی کرواں گا تیار ہو کر کی بھر تو بہت انجوائے کر دی ہو ناں۔“ شہید نے اسے اعصاب عجیب سے نماز میں بھولوائے۔ یعنی یہ شخص اس کے متعلق بر طرح کی چیز سے گئے ہے۔

”کون تو تم؟“ اس نے اب کی بار کچھ خوف زدہ انداز میں پوچھا۔

”ایک ایک دو دن اور انتظار کرو پھر میرے جلد تم میں علم ہو جائے گا کہ میں کون ہوں شہید میں ان فادوں صاحب۔ شہید نے چہرے پر ایک دم پریشانی کی لہر پیدا ہوئی۔ یہ انہیں نہیں تھا تو نہ ہی اس کا بدمذہب تھا تو نہ جھوٹا تھا۔

”کیا جانتے ہو تم میرے بارے میں؟“

”یہی کہ شہید میں فادوں کی بی بی ہے اور میں فادوں کو توں کوں جانتا اتنے بڑے سیاستدان سے متعلق

معلومات اکٹھی کرنا کوئی مشکل کام نہیں دو بھائی ہیں تمہارے وہاں کسی ذریعہ تعلیم پر آج کل شکر صاحب سیاسی دورے پر ملک سے باہر ہیں اور ان کی یہ سیشن چلایا سیرو تفریح کی خاطر مری میں موجود ہے۔“

”شٹ اپ۔“ وہ فیسے سے پھوٹا۔ ”تم ہوتے کون ہو میرے متعلق اس طرح کی خبر رکھنے والے معتد کیا ہے تمہارا؟“

”بس ایک دو دن اور انتظار کرو پھر جب کچھ تمہارے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔“ وہ دوسری طرف سے ہنسا۔

”ایک تصویر اس پر کر رہا ہوں وہاں سے دیکھنا۔“ اس نے کھڑکال بند کر دی۔

شہید نے سونہالی ہاتھ میں تھا سے مسم سے حالت میں تھی جب داس اپنی پیرچھ کی فون کی۔ اس نے داس اپنی کھولا اور ان تانہ ہر سے اپنے والے فون کو فون کیا اور پھر شہید کو لگا کہ جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے دشمن و آسان ٹھہر گئے ہوں اس کے سامنے جو تصویر کی وہ اس تصویر کا کہیں پھانسا دیکھ ہی تھی۔

♦♦♦♦♦

انہیں اسلام آباد کا ایک قادیانہ دور پھر میں گاؤں سے روانہ ہوا تھا اور شام سے پہلے اسلام آباد پہنچ گیا تھا وہ اس وقت اپنے ایک دوست کے گھر لگا تھا اس کا نام دات جاکے ہیں گزرا ہے کہ قادیانہ شہید سے کال کے بعد اس نے اپنے دوست کو گھر لکھوا کر لوٹ کر فریڈ کرنے کو کہا تھا دوست نے کچھ بعد لوٹ کر فریڈ کرنے کی ایک کال کی لیکن مری میں مائل روڈ کے قریب کسی ہوٹل کی گئی۔ انہیں نے ٹوکلی سے ہوٹل کا نام لکھ کر سرچ کر لیا اور ٹیکسٹ بھر حاصل کر کے اس نے دوست کو ہوٹل کے کچھ سے بات کرنے کو کہا۔ اس کا یہ دوست ان کی مجلس آفیسر تھا کچھ بعد ہوٹل میں موجود میسٹرس سے متعلق معلومات مل چکی تھیں۔ ہوٹل میں شہید نے والی ایک فیملی کی جن کا تعلق اسلام آباد سے تھا لیکن ہمز میں میاں ہوئی اور ایک چچا تھا جبکہ دوسرے جو لوگ شہید سے

ہوئے تھے وہاں اطفال بچوں کا ایک ادارہ تھا جنہوں نے کل دو پھر میں بیگ کر ملی جیسا اسلام آباد والی فیملی ایک دن پہلے سے بدل گئی تھی۔

”بیراخیل ہے وہ اسی گروپ کے ساتھ ہوگی۔“ اس کے دوست نے ساری معلومات دے کر آخر میں خیال آملی کی تو انہیں نے بھی ہر بلایا۔ اس نے غلطی نہیں بتایا تھا کہ شہید سے اس کا کیا تعلق ہے اس نے شخص کزن کہہ کر تعارف کروا دیا۔

”وہی سسٹہ کیا ہے؟“

”کچھ نہیں جانتا یہاں نہیں ہیں اور وہاں ملی کے پاس تھیں آؤنگ کا کہہ کر بتائے پھر چلی گئی۔“ اہل بی پریشان میں اور وہ تانہ نہیں دے گی کہ اس وقت کہل ہے تو معلوم کرنا پڑا۔“

”کیوں اپنے والدین کو بھی نہیں بتایا کیا؟“ دوست نے حریف ہو چکا۔

”فکری بات نہیں بس رابطہ ہی نہیں ہو سکا چچا کی بڑی تھے تو کہ چلتا ہوں اس قدر تعاقب کے لیے بہت بہت شکر ہے۔“ وہ حریف سوالات سے بچنے کے لیے فوراً کھڑا ہوا۔

دوست نے بھی سرسرا کر ہاتھ ملایا تھا۔

”یہ میرے لیے بالکل معمولی کام تھا مری لاہری کو میری طرف میں گیسٹ روم کھلوادیتا ہوں۔“ وہ دوست کے گھر اس کے مہمان خانے میں بیٹھا تھا۔ اس نے سکرنا کر بیٹھ کر پوچھا۔

”تو میسٹرس یا ر، چچا کی طرف ہی جاؤں گا ان کی بیختہ ہوں گی۔“

”جیسے تیری مرضی۔“ دوست نے کہا تو وہ اس سے ہنسیکر رہا۔ اور حافظہ کہہ کر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔ وہاں سے یہ وہ چچا کی طرف آیا۔

زہیدہ اسے دیکھ کر حیران ہوئی وہ وہاں کچھ دیر رک کر سیدھا دوست کی طرف آیا صدمہ ہے کہ جس کام سے آیا تھا تو کراہا تھا۔ ان کے ہاں انہیں کوئی کام نہ تھا کہ ان خاتین بھرتے تھے کہیں بھی چلی جائیں لیکن شہید نے غیر

حاضر کسی بات نہیں کرتی“ میں جہاں ہوں بہت مزے سے ہوں اور میرے خوش چہنی تانتا بیچنے کا بیانیہ خالد کو بھی مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش مت کریں تو بہتر ہوگا۔ اس نے کال بند کر دی۔

وہ جتنا اقامت دونوں میں سے کسی کا بھی دو کو نہیں سنا جاتا تھا۔ اسی جی۔ اے کو لوکل کی بی وجہ سے وہ آج اس مقام پر تھی۔ اس نے سوچ لیا قادیانہ زندگی کو اپنے انداز و ذہب سے گمراہ سنگی اس نے سونہالی سائپر پڑھ لیا تھا۔ تھکا کر کی وجہ سے وہ اب سونا جاتی تھی لیکن اس کی کال کے بعد اس کا ذہن پھر مشتعل ہوا شروع ہو گیا کیا وہ یہی کی کرنا کہ اس نے ایک طرح کی امری چھٹی چھٹی دیکھی تھی یہی تھی کہ اس نے گزشتہ سال کا سونہالی پھر بھرتے لگا۔ اس نے سونہالی کی سرکری ڈسکی اپنی تھیں خبر نہ لائی کا ناچا ہی تھی لیکن پھر بھرتے کیا سوچ کر کال کی ایک کر۔ ”بھلو“ اس نے کال پک کر کے سونہالی کان سے لگا لیا اس کی توقع کے مطابق وہی انسان تھا جو کچھلے چند روز سے مسلسل کاز کر کے تنگ کر رہا تھا۔

”کون ہو تم۔“ اس نے دوبارہ چونکا تو اس نے شہید کی سے پوچھا۔

”بہت جلد اپنا تعارف بھی کرواں گا تیار ہو کر کی بھر تو بہت انجوائے کر دی ہو ناں۔“ شہید نے اسے اعصاب عجیب سے نماز میں بھولوائے۔ یعنی یہ شخص اس کے متعلق بر طرح کی چیز سے گئے ہے۔

”کون تو تم؟“ اس نے اب کی بار کچھ خوف زدہ انداز میں پوچھا۔

”ایک ایک دو دن اور انتظار کرو پھر میرے جلد تم میں علم ہو جائے گا کہ میں کون ہوں شہید میں ان فادوں صاحب۔ شہید نے چہرے پر ایک دم پریشانی کی لہر پیدا ہوئی۔ یہ انہیں نہیں تھا تو نہ ہی اس کا بدمذہب تھا تو نہ جھوٹا تھا۔

”کیا جانتے ہو تم میرے بارے میں؟“

”یہی کہ شہید میں فادوں کی بی بی ہے اور میں فادوں کو توں کوں جانتا اتنے بڑے سیاستدان سے متعلق

اس نے ٹی وی کے ان کپڑے پہن کر بے حد عینہ گئی۔
 ”صاحب! کھانا کھا نہیں گئے؟“ اس نے پوچھا تو گھٹن
 سے ٹپکی میں سر ہلایا۔

”کھانا میں ابھر سے کھا کر آیا ہوں، چائے پیلاؤ۔“
 ”میں؟“ اس کی لائی صاحب۔ ”وہ چلنی کی دو کٹی ٹانگہ شوگر
 کر دیکھتا رہا، کچھ روز بعد زہرہ چائے سے آئی وہ ابھی
 چائے پی لے رہا تھا جب اس کا سواں بچا۔ اس نے دیکھا
 فاقہ کی کالی۔“

”اسلام کی شہرہ جان۔“
 ”وہ کلمہ اسلام کیسے دیا؟“
 ”ٹھیک ہوں۔“

”کچھ پتا چلا شہرہ کتنا۔“
 ”شام کے بعد اس کا نمبر آن تھا میں نے کال کی تو
 بات ہوئی گی اس سے۔“

”آج صبح اس کا کھدہ ہی گئی۔“ وہ ایک دم خوش ہوئیں۔
 ”کیا تو کچھ نہیں اس اپنے حوالے کے مطابق ہی بول
 رہی تھی۔“

”بتایا اس نے کہاں ہے۔“
 ”نہیں۔ لیکن میں نے اپنے ایک جانے والے
 کے قمر کمال کی نوکٹن میں کال کی ہے وہ اس وقت مری میں
 ہے۔ ہل ہل سے کہہ کر ایک کھلی میں شہرہ کی ہوتی ہے۔“
 ”کیا مری میں۔“ وہ حیران ہوئیں۔

”میری ہاں۔“
 ”ہاں! وہ کیا کہنے لگی ہے؟“
 ”وہ بیکار آؤ گنگ کا ہی کہہ کر گئی۔“ انگن نے کہا تو

زہرہ نے ایک گھر اس میں لایا۔
 ”کچھ دیکھو وہاں کے بارے میں؟“
 ”قریب تو کلیم ہو گا لیکن کل کی ذیف میں اسلام
 آباد سے مری اس ہوں میں جا کر رہنے پوچھا لیکن دیکھ
 ہمال کرنے والا ایک عمارت ہے۔“ دارالافتال نام سے اس

سینٹر کا۔
 ”دارالافتال۔“ دوسری طرف سے فاقہ پر بڑبڑائی۔
 ”جلی جائے۔“

”جیسے پھنسے رہا لیکن بیام کچھ سنا سنا لگا رہا ہے۔“
 ”آئی تھک آپ اب؟ آگسٹ شاید یہاں جا چکی
 ہوں۔“ انگن نے پوچھا تو دوسری طرف فاقہ جوتے لگیں۔
 ”نہیں۔۔۔۔۔ یاد نہیں آ رہا، تم بیٹہ سے اس کو
 سرج تو کرو۔“

”میں نے سرج کیا ہے جتنا میس نہیں ہے کوئی خاص
 نوکٹن نہیں ہوئی۔“
 ”میں ان سے پوچھ کر کال کرتی ہوں شاید ان
 کو علم ہو۔“

”شوکت کے میں انتظار کروں گا۔“ اس نے کال بند کر دی۔
 دوسری طرف نظر سے سرگرم کو دیکھتے کچھ سوچنے لگا۔
 ❖.....❖

فاقہ کمال کے بعد مٹھن کی طرف آئیں وہ اس وقت
 ہوں کس قدم میں ہی تھے تو کوئی ناک دیکھ رہے تھے۔
 ”آپ اسلام آباد میں کیا دارالافتال کی ادارے کو
 جانتے ہیں؟“ فاقہ کے پوچھنے پر مٹھن نے فائل سے نگاہ

اٹھا کر بیوی کو دیکھا۔
 ”کیوں خبریت؟“ فاقہ نے ایک گھر اس میں لایا۔
 فاقہ نے ابھی تک شہرہ کی گھر سے غیر حاضری کے
 بارے میں جان لوگن بتایا تھا۔

”کیا آپ جانتے ہیں؟“
 ”دارالافتال۔“
 ”انہوں نے یاد کرنے کی کوشش کی
 لیکن یاد آ رہا تو کچھ بیوی کو دیکھا۔“

”سے پوچھا۔“
 ”بات یہ ہے کہ شہرہ فاقہ کے لیے کبھی چلی گئی
 ہے تا کر مری میں تھی۔“

”تو اس میں پریشان ہونے والی تھی ہی بات ہے
 دوسروں کے ساتھ ہوئی۔“ انہوں نے بدل لکھے میں کہا تو
 فاقہ نے حیران ہو کر کھنکھار دیا۔
 ”تو کوئی فریق نہیں پڑتا وہ کبھی اس سے بغیر

چلی جائے۔“
 ”آپ نے شہرہ سے بات کی۔“

”کب ایسا ہو گیا نہیں۔ وہ میری بیٹی ہے اور میں جانتا
 ہوں وہ کسی غلط جگہ پر نہیں گئی ہوگی۔“ فاقہ نے ایک کھرا
 سنا لیا۔

”میں کب کھدہ ہی ہوں وہ غلط جگہ پر گئی ہوگی میں اس
 پہ کھدہ ہی ہوں کہ وہ آؤنگ پر گئی ہوگی ہے کس نے زہرہ کو
 نہیں بتایا میں تو جب سے یہاں آئی ہوں ایک بار بھی
 میری کال پر نہیں گئی لیکن اس سے بات ہوئی تھی اس نے

بتایا تھا کہ اس نے میرے کہنے پر شہرہ سے رابطہ کیا تھا
 شہرہ نے اسے بھی نہیں بتایا۔“
 ”تو مسئلہ کیا ہے اس کی فریڈ سے پتا کر لیں۔“

”اس کی فریڈ سے کب میرے پاس نہیں۔۔۔۔۔ میں
 نے انگن سے کہا تھا اس نے کال نوکٹن میں نہیں کر لی ہے۔“
 ”نوکٹن مری میں ہل ہل سے کی ہوئی گی۔“

”کیا۔۔۔۔۔ مری کے ہوں کی کہیں کیا کہنے لگی ہے؟“
 ”مجھے کلمہ علم تو خود سب جان کر پریشان ہوں یاد
 ہے شہرہ اور انگن کے نکاح سے پہلے آپ کو چند بار کچھ
 دنگلی آئیز کا کٹائی رہی تھی۔“ فاقہ نے کہا تو مٹھن کے

چہرے کے تاثرات بدلتے۔
 ”آپ کہاں جاتا جاتی ہیں۔“
 ”جہاں مجھے پتا چاہیے یا نہیں لیکن مجھے کالی بار بار
 شک تھا۔ ہاں یہ کہ جاتے تھے کوئی فاکوٹا رہا ہے ایک
 جگہ سارا کھانا کھا کر بارش نے اسے کھڑا ایک روکھا تھا۔“

اور گھر پر ایک دن جب ہم نے لہرا آقا تھا اس کا بی بی بیٹی
 سے کچھ فاصلے پر سواں فون پر بات کرتے دیکھا تھا۔
 ”نہا نے کبھی مجھے شک سا ہوا ہے کہ وہ شہرہ نہ ہو۔“
 آپ کو بھی فاکوٹا رہا ہے۔“

”تو آپ نے ذکر کیا کہ نہیں کیا؟“
 ”میں سمجھتی تھی کہ شاید یہ میرا لوم ہو لیکن گھر کال کرنے
 پر زہرہ سے بات ہوئی اس نے بتایا کہ شہرہ نے کوئی پرکرتی
 شک کرتا رہا ہے میرا مطلب ہے وہ کبھی دیتا ہے۔“

مٹھن کے چہرے پر ٹھکرے سے لہرائے تھے۔
 ”آپ نے شہرہ سے بات کی۔“

”یہی تو مسئلہ ہے جب سے آپ نے اس کا فون سے
 نکال کیا ہے وہ ہر ایک سے بدلتے بدلتے ہے وہ مجھ سے
 بھی بات نہیں کرتی اور جب سے میں آپ کے ساتھ آئی
 ہوں وہ میری کال بھی پر نہیں کرتی۔“

”آپ نے مجھ سے پہلے تو اس کا ذکر نہیں کیا۔“
 ”انہوں نے مجھ سے متوجہ نہیں کیا۔“
 ”آپ کے پاس بات فاقہ کی یہ کہیں ہوتا ہے کہ آپ کو

ایک دم کی رات ہی انہوں نے منگلی سے بیوی کو دیکھا۔
 ”کہنا کیا جاتی ہے آپ۔“
 ”میں کچھ نہیں جانتی تو برا بھلا آپ خودی انداز لگا لیں

کہ شہرہ روز بروز کیوں بدلتی جا رہی ہے جبکہ میں تو ہائل
 دیکھتی ہوں، میں بھی ہوں جیسا آپ نے چاہا، آج اب نے کہا
 میں نے کبھی اس طرح چلا یا روٹ کی طرح چلی تھی۔“

”تو ذکر نہیں ہے؟“
 ”جلی جاتی ہے۔“ وہ کافی غصے سے بولے۔ فاقہ نے
 بہت ضبط سے ان کو دیکھا۔

”بہت لطیف ہیں آپ تو عین صاحب۔۔۔۔۔ محنت
 جی جی ہاں آپ نے کب خلاف کر دیا دل لگانے کی اس
 قدر بڑی سزا عمر بیت کی ہے سب جھیلے ہوئے روٹ کی

طرح آپ کے کھانا کات پر لک گیا آپ کے لیے ایک کچھ
 نہیں کیا میں نے سر سے پاؤں تک بدل لیا میں نے خود کو
 بچر کی گئی آپ کو راضی نہ کر سکا آپ نے سب سے کیا دیا

بیشہ پر کئی عقارت، ذلت، دھوکا، اب شہرہ تو آپ
 کی بیٹی لادلا دی اس کے معاملے میں میں ایسا ہی سلوک روا
 رکھا۔“ وہ بیٹی نہیں چوٹی نہیں۔ یہ لکھی عمارت خاں جو بھلا لگا

تھا اور لڑکھائی تو چاٹو ہوئی لیکن فاقہ نے اس کا سبب انہوں
 تلے دیا ہے بہت جی سے بیوی کو دیکھ رہے تھے۔ جو اپنی
 بات کہہ کر اپنے اندر سے نکلے جہاں بھلے کو دیا ہے بستر

پر جا بیٹھی تھیں۔
 ”وہ خاموشی سے روتی رہیں آجے دار مٹھن بھینگی سے
 دیکھتے رہے۔“

”تمہاری بچی کو بھیج رہا ہوں وہ کل واپس آ جائیگی
بہر ایسی ایک دن کا مزہ کام ہے میں وہ اسٹاپ کر کے
یہ آؤں گا۔“

”ویش کنڈ، اگلے کون کا پیسلہ جھاگہ
”میں پکار رہی ہوں کہ اب ہوں وہ نہیں کل کرے گا۔“
”کوہے“ چھٹکے پوسٹ۔“

”جو دیگر“ انہوں نے ایک دو اور اداسی کلمات کے
بعد کلا کاٹی دی۔ لیکن نے ایک گہرا سانس لیا۔
چلے سے ملے وہ اس شخص کے بعد وہ بڑے سکون ہو گیا

تھانہ شہریدہ اچھے لوگوں کے ساتھ کی لیکن شہریدہ کی ایسے
لوارے کے ساتھ ایک منٹ کا جان کر اندری اور دہرہ حیران
ہو گیا وہ تھا۔ شہریدہ کی ذات کا یہ پہلو اس کے اندر موجود

ثبت تھہر گیا تھا پر لڑکا تھا۔ لیکن اس بات نے کافی
اثر کیا تھا۔ یعنی جیسے وہ خود بخود کرنی لگی اندر سے وہ
دیکھ کر نہیں اس نے وقت دیکھا کہ اس کے اڑھائی بج

رہے تھے اس نے ایک دو لم سوچا اور پھر شہریدہ کا نمبر
چیک کرنے کے لیے اس نے نمبر ملا اور صرف مل جا
رہی تھی۔ اب نہ صرف نہیں تھا لیکن کو حیرت ہوئی۔

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

”کیوں“
”کیوں“
”کیوں“

لے رکھا سب کی خوبشات کے مطابق زندگی گزارنے سے کا
جو میرا دل چاہے گا میں کروں گی، میری طرف سے سب
لوگ چاہیں گے، ہم میں۔" اس نے فکیر خضر سے کال بند
کر دی تھی لیکن نے ایک گھر اس اس ایلا۔ اس لڑکی کو کچھ
بھی کہہ سکتا تھا، مگر اس نے نہیں کیا۔
اس نے ایک ٹیکس موٹر میں موبائل ایک طرف رکھا اور
آنکھیں بند کر لی تھیں۔

اس نے دارالافتال کے سربراہ صاحب کا نمبر ملایا۔
 تنقیر صاحب سے بات کر کے اس نے شہرینہ کا حال حال
 پوچھا تھا اس نے ان سے کافی دریافت کی کہ کیا تھا تو صرف
 شہرینہ کے کزن کی حیثیت سے کر دیا تھا وہ بھی کافی عزت
 دے دے تھے کیا دریافت کرنے کے بعد ان سے شہرینہ
 سے ذکر کرنے کے بارے میں اس نے اور ایسی کلمات کہہ
 کر کہاں بند کر دی گئی۔ فائدہ کیا سے کا وقت ہو چلا تھا۔
 چہاڑا کچا تھا کافی دیر بعد فائدہ کی دکانی دی تو ان کے
 مسکرا کر ان کو ہاتھ ملایا۔
 فائدہ دوسرے ہی اکٹون کو دیکھ کر انہیں انہوں نے سر ہلا
 کر اسے دیکھ کر کیا۔۔۔۔۔ وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے ان
 سے حال حال دریافت کیا تھا۔ انہوں نے ان سے
 شہرینہ کی بات کی لیکن اسے ایسا انداز و طرز سے اسے
 متحمل انداز و طرز سے دیکھا تو انہیں تاہم ان کے ان
 سے کچھ بھی کہنے کے لیے نہ رہا۔۔۔۔۔ وہ ان کا ایک طرف زبیر
 دم میں بیٹھا کر سامان کثیر کرانے میں مصروف ہو گیا
 سامان کثیر کر کر دو ان کے سر کو گاڑی شہرینہ بیٹھا تھا۔
 "کیا یاد ہے آپ؟"
 "جی ہاں تھا۔" وہ اب بھی شہرینہ کی۔
 "نوٹیکہ؟"
 "ہوں۔۔۔۔۔ وہ پھر خاموش ہو گئی۔ ان کے
 ذرا نیچے کرتے ان کو چند بار دیکھا انہوں نے دیکھ کر
 انہوں نے سیاہ کھڑا تار دیکھے تھے لیکن ان کے سامنے
 اپنے تاثرات سے چھپا رہی تھیں۔
 "فائدہ؟" وہ اب بھی ہیں؟ کچھ توقف کے بعد انہوں
 نے خوب پوچھا تو انہیں کبھی سب کی طبیعت کے بارے میں
 فرما کر فرماتا تھا۔
 "زیر پرانی یاد دہانی کے لیے کیا؟"
 "جی۔۔۔۔۔ میں دن پہلے ہی لوٹے تھے۔ ڈائریکٹ
 لاہور کی علی ملازمت گئی۔
 "خوش ہیں وہ؟" انہوں نے بھی مسکراہٹ
 لیے پوچھا تو ان مسکرایا۔
 "انگل۔۔۔۔۔ اس کے بعد ان سے پھولے مونسے
 سولات کرنے لگا تھا مگر کب تک پتہ نہ چل گیا تھا۔
 "شہرینہ وہاں آ گئی کیا؟" انہوں نے ان کو کد کد
 نہیں دیا۔
 "نہیں۔۔۔۔۔ ان کے چہرے کی کیفیت بدل گئی اور وہ
 خاموش ہو گئی۔
 "دارالافتال کیا تھا آج۔" ان کے نے بتایا تو انہوں نے
 حیران ہو کر اسے دیکھا۔
 "دارالافتال۔۔۔۔۔"
 "آپ کو کچا چپا نہیں بتایا؟" وہ اب بھی سواہی
 دیکھ رہی تھیں۔
 "جی۔۔۔۔۔ یہ تو قیصر ہے مگر بچوں کو بنا دینے والا ایک
 ادارہ ہے شہرینہ نے اس ادارہ کی مدد کی تھی۔ بلکہ
 اس ادارہ سے کچا چپا کے لئے اس ادارہ کی مدد کی تھی۔ وہ
 اس کو تفصیل بتانے لگا مگر ان کے ان کو وہ سب کچھ
 بتایا جیسا کہ دارالافتال جا کر علم ہوا تھا۔
 "زبردست مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا تو پریشان
 ہوئی رہی ہوں کچھ نہ کہنا ہے کہ ان لوگوں کے سر کو دیکھ کر۔"
 "میں نے سر پر ادارہ سے بھی بات کی تھی شہرینہ کی ایک
 ہے کافی تعریفیں کر رہے تھے اس کی۔"
 "شہرینہ بالکل سچ اور بہت مختلف لڑکی ہے میں آج
 تک اسے کبھی سے نہیں سمجھ سکی۔" وہ پھر اس پر دیکھ کر
 اتھوں کو سلا تھا انہیں کافی فکس ہوا تھا۔
 "ایک بات پوچھوں؟" فائدہ نے اسے دیکھا تو اس
 نے کہا اس کا نام۔
 "آپ کی شہرینہ اور چچا جان تینوں کی زندگی میں
 ایک بہت بڑا غلط کام ہوا ہے کیا سب نے مجھے سمجھ نہیں
 آ رہا ہے سب کیوں اور ہے؟" فائدہ نے بھی سر ہلا دیا۔
 "تم شاید سمجھ پاؤ۔"
 "آپ سمجھا کریں تو میں شاید سمجھ ہی جائے۔"
 "کیا کیا بتاؤں، ایک جی کہانی ہے۔" وہ بہت
 اندر دیکھی۔

"آؤ کرے میں چلتے ہیں یہاں تک کہ سڑک سے
 تھک گئی ہوں لیٹا ہوں گی۔" کھلے ہونے کے ساتھ
 اس کی لگد ہی میں ان کا کون پر ترس آیا تو اس نے ان کا
 ہاتھ تھام لیا اور ان کو کرے میں لے آیا اور وہ اپنے بستر پر
 لیٹ گئی۔
 "میرا خیال ہے آپ ریٹ کر لیں باقی باتیں
 بعد میں ہوں گی۔" فائدہ خاموش رہیں وہ شاید
 خود بھی کچھ باتیں کرے مونس میں نہ دیکھ، وہ اپنی
 تھک چکی تھیں۔
 جیسا کہ ان کے بھائے ذہنی تھکن نے ان کے
 اعصاب کو توڑ کر رکھ دینے تھے۔ لیکن انہیں جانے لگا تو
 انہوں نے روت کر لیا۔
 "میں سمجھ رہی ہوں گی فریش ہوں تو پھر تم سے بات
 کر دوں گی۔" وہ
 "نہیں لوگ۔" اور فائدہ اس پر وہاں ہاتھوں پر رکھ کر
 آگئیں بند کر گئی تھیں۔
 "تم۔۔۔۔۔" وہ اسے سامنے کمرے میں کھڑے کر کے
 صرف چنگی دیکھ کر ان کی ہوتی تھی وہ شخص مسکرایا وہ شخص
 کوئی دیکھ کر ان کی فکس ہو کر وہی کلب میں لے لے لگا تھا۔
 "کیسی بڑی؟" وہ ان کو مخاطب ہوا کیا بڑے سن سے شہرینہ
 وہ شہرینہ کے ساتھ پہل رہے تھے۔
 "میں ابھر کر آئی ہے کیا تھا نہیں یہاں بیٹھے دیکھا تو
 سوچا حال حال ہی پوچھوں۔" وہی ادارہ بدلتا تھا تو ان
 جیسی کسی۔ یہاں کیا کر رہی تھیں؟ اس نے پوچھا۔
 "خوش یہاں سے، ابھی اور ایسی وقت۔" اس کی کہوں
 کے جواب میں وہ ہنسنے لگی۔
 "میرا خیال ہے یہ پیک بیٹس سے اور یہاں ہر کسی
 آ کر بیٹھنے کا حق حاصل ہے۔"
 "لیکن اس وقت یہاں میں بیٹھی ہوں اور تم
 یہاں سے رخصت ہوئے تو میں مجھے کد کد کر رہی ہوں
 سے بار کد کد کی۔" جیسا کہ ان کے ہاتھوں پر رکھ کر
 "باب وزارت میں ہے اور اس کی کرسی کا بڑا رعب
 جہاں ہوتا۔"
 "شٹ اپ۔" وہ ہنسنے سے چپ کر رہی ہوئی۔
 "کیا پارلیمنٹ سے نہیں کیا جاتا ہے مونس کیوں بیٹھے
 گئے ہو میرے؟" وہ بہت ہنسنے سے یونی اور در در جو لوگ
 دیکھنے لگے تھے۔
 "ہم رام سے بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں تمہارا کد کی تو
 نقصان پہنچا رہی ہوگا۔" جیسا کہ ان کے ہاتھوں پر رکھ کر
 کیا کچھ پوچھ کر کے چہرے پر ہلکے۔
 "کیا کد ہے؟"
 "نہیں، اطلاع دے رہا ہوں اسے بڑے فکس کر رہی
 ہو کر یہاں پہلک بیٹس پر اس طرح چلاؤ گی تو یہ لہو تو بے کا
 ہی تان۔" وہ خواہش سے مسکرا کر ہلکا آواز دے رہے بند
 تھی۔ شہرینہ نے اور دیکھا وہاں بہت سارے لوگ
 موجود تھے۔
 اسے اپنی فکس پر دیکھ کر ان کی جگہ فائدہ تک بات
 چاہتی تو یقیناً انہیں بن جاتا تھا۔ وہ اسے فکس کر لگاؤں سے
 دیکھ کر انہیں اور خیر ہوئی اشیاء کد کر رہی کد کد کر رہی
 وہاں سے باہر نکلی گئی۔
 "تم کو تو میں اب بہت اچھی طرح دیکھ لوں گی۔"
 جاتے ہوئے ایک پہل کر اس کے پاس تک کہ اور پھر
 وہاں سے نکلی گئی۔
 "میں فکس نہانے یہاں کہاں سے آ گیا۔" وہ مسکرا کر
 کلب کے بعد اس کا سامنا تھا۔ جاتے یہ میری کیا کرنے
 آیا تھا۔ وہ دوسرے کلب کے ایک کد کد اور وہی کرتے
 ہوئی آگئی تھی۔ ہوئی اس کے لئے اپنا سبیل آ کر کیا اور
 کال ہسٹری چیک کی لیکن ان کو دیکھ کر اس نے کال ملانی
 جو کچھ یہاں کد کر رہی تھی۔
 "کرے دے فکس لے بڑے بڑے لوگ ہمیں
 کال کر رہے ہیں۔" کال پر میڈو ہوتے ہی کہا گیا۔
 "میرا ادارہ بہت خوب ہے اگر چاہے میں کد نام
 سکون سے بات کر دوں تو اپنی لے ہاڑی سے پرہیز

کریں۔" وہ غصے سے بولی اور گلے نہس دیا۔
 "اوکے... فرمائیں کیا کہنا ہے۔"
 "ایک دن آپ مجھے سوئچنگ کلب سے لینے آئے تھے جس پر "اس نے کہا۔
 "ہاں تو..."
 "وہاں ایک لڑکا تھا جس سے میری ان بن ہوئی تھی یاد ہوگا آپ کو؟" گلن کو وہ یاد آگیا تھا۔
 "پھر؟" وہ چہرہ ہلکا۔ "میری کوئی سیرس بات تھی۔"
 "میں اس لڑکے کی پولیس چیکین کرنا چاہتی ہوں۔"
 شہرینہ کا اظہار غصہ تھا۔
 "کیوں؟"
 "وجہ بعد میں بتاؤں گی پہلے یہ بتائیں کہ آپ میری کہیں ایک مدد کر سکتے ہیں۔ میرا ساتھ دیں گے یا نہیں؟"
 "تم کبھی پر بندوق نہ کرنا مینا چاہو رہی ہو۔"
 "کہا ہے تان وجہ بعد میں بتاؤں گی پہلے یہ بتائیں ہاں یا نہیں۔" اندازہ دو تھا۔ دوسری طرف گلن نے ایک گہرا سانس لیا۔
 "لیکن کس طرح کی مدد چاہیے۔"
 "پہلے یہ رپورٹ بڑے ڈسٹریکٹ ججھڑائے تھے کہ ہمارا رشتہ ہے وہ ہے اب اگر میں کچھ کرنا چاہوں ہوں تو پہلو بچا ہے ہیں۔"
 "اف... بڑی بدواغ لڑکی ہو تو تو ہاں پولیس طرح کی مدد چاہیے، اگر بات ہمارے رشتے کی ضمانت کی ہے تو ٹھیک ہے میں تیار ہوں تم وجہ بتاؤ کیوں اس لڑکے کے خلاف چکیں کرنا چاہ رہی ہو؟" شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔
 "میرا صرف اتنی ہوئی جس پر میرا کام ہو جائے گا مجھے آپ سے کوئی توقع نہیں رکھنا۔" وہ وجہ بتانے کے بجائے شرطیں بتا رہی تھی دوسری طرف موجود گلن کا بھی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔
 "تم کچھ بولو گی یا مجھ سے کیا ہی ہو گی۔"
 "بتائیں ہوں۔" جولیا شہرینہ نے اسے اس بات کلب "مارنے کے حسب سے چلتی ہے۔

"اوکے، امیر یو ڈاں اب پلیز اپنا سر آف مت کرنا کسی نہ کسی سلسلے میں ضرورت پڑ سکتی ہے ویسے ایک بات متاؤ۔"
 "کیا؟"
 "میں دن کلب کے بعد بھی تمہاری اس لڑکے سے کوئی فڈ میٹ ہو سکتی تھی کیا؟"
 "نہیں میں اس دن کے بعد سے کلب ہی نہیں جا رہی۔"
 "سوئچنگ ایونٹ کب ہے تمہارا؟" گلن نے حریف پوچھا۔
 "میں نے سوئچنگ چھوڑ دی ہے۔" اس نے بے پروائی سے کہا جبکہ دوسری طرف گلن چونکا۔
 "کیا مطلب؟"
 "میں جس حد تک میں نے انکار کر دیا تھا۔"
 "کیوں؟" گلن کے لیے یہ بڑی حیران کن بات تھی۔ وہ اس لڑکی کو اتنی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔
 "میری مرضی میرا دل کرے گا میں کیلیوں کی نہیں کرے گا تو تمہیں کیلیوں کی۔" بڑا شانہ نہ اندازہ تھا۔ گلن خاموش رہا۔
 "اور یہ دلا دھال دلا کیا پکڑ ہے؟" اس نے پوچھا تو شہرینہ نے منہ ہٹا۔
 "مجھے یہی بات بہت بری لگتی ہے آپ سے مدد لینے کا فیصلہ لگتا ہے میں نے لگا دیا ہے اب آپ کے سولات کے جوابات دوں تو خود کو لے آؤ کہ وہ بداشت کروں میرا فیصلہ ہے میں اپنا فیصلہ دواؤں نے لگتی ہوں آپ سے دشمنی ہی بہتر ہے۔" مٹی سے کہہ کر اس نے گہرا سانس لیا۔ کال بند کر کے نکل اس نے بسز پر چھینک دیا۔
 دوسری طرف گلن اس کے بعد کا اندازہ نہ کر رہی تھی وہ گیا تھا اسے فہمائے گا۔ عجیب لڑکی ہے۔ پہلے خود ہی کال کی تھی مدد چاہ رہی تھی وہ بھی اپنے لیے کہہ رہی تھی براہ کرم ایک دم صبر کرنا کال بند کر دی تھی گلن نے کال ملائی تو کچھ توقف کے بعد اس نے کال پکڑ لی تھی۔



مذہبی ادب سے انکاب
 جرم و جرم کے سوسرا پڑ رہا منتخب ناول
 مختصات اکبر کی پٹلی پڑے آواز دی آئی کریکس کے سب منظر میں
 معرفت اور ایجنڈا سلسلے سے تھکے سب کال
 ہر ماہ خوب صورت قارئین کی دہشت کی دہشت کا مہمان بنیں



خوب صورت اشعار منتخب ناول اور انکسائٹ پر دستی
 خوشبو کے ناول اور ادبی آگے کے عنوان سے منسلک مسئلہ

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق
 کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں

021-33620771/2
 0300-826-1242

”مب کیا سائل ہے؟“ دو کھانے کو روڑنے والے انداز میں بولی۔
”مسئلہ تمہارا دم نے خود ہی کال کی تھی۔“

”معافی چاہتی ہوں میں اپنی درخواست واپس لے رہی ہوں کہ لوگوں کی سبب ہلاک نہ ہو سکے۔“
”زادہ طرح جان بٹنے کی ضرورت نہیں کہہنا ہواں کہ میں دیکھ لو گاں لڑکے کو تو خود اس سے ایجنسی کی ضرورت نہیں۔“ وہ جہد باغشاہی سے نہ کال بند کر سکی۔
”اگن کا اس پر ہلنے لگا تھا۔“

شہرینہ کال بند کر کے پریکڑ کر بیٹھ گئی۔ جذباتیت میں بلا سوچے سمجھے اس نے اگن کو کال ملائی مگر اس نے ساتھ ہی بچتھنا شروع کر دیا تھا۔ اسے گفٹ پر اگن کا اس نے کالوں پر ہلنے کی بجائے بڑی تلخی کی تھی اسے یوں ہلنے نہیں کرتا ہے تھا۔ بیٹھنے کی سزا تھا تو فائدہ کچھ نہ تھا اس کے ذریعے حل کر لیا تھی مگر اب کال کے بعد سے وہ بدستور اس سے کسی نالائقی میں کو کہہ کر کسی اب بچتھنا رہی تھی اس نے سوچ لیا تھا کہ اگن کو صاف الفاظ میں منع کر دے گی اس لڑکے کو پھنسل کر اس کے لیے اطمینان سزا نہ تھا۔

❖ ○ ○ ○ ❖

اگن کا ارادہ آج واپس چلے جانے کا تھا لیکن شہرینہ کی کال آنے کے بعد اس کا پرگرام ایک دم بدل گیا تھا۔ فائدگی طبیعت نہ تھی نہیں وہ جب سے کسی میں کمرے میں بند تھیں۔ اگن کو دیکھ رہا تھا کہ کال پریشان اور سڑھ ہوئے کے ساتھ ساتھ وہ مجید بھی تھیں۔ اگن اس کو دیکھنے کیسے کرے میں آتا وہ کہہ رہا تھا کہ کیسے ستر پر رہا نہیں۔

”خالہ جان۔“ اگن نے آواز دی تو فائدہ نے دیکھا اگن نے لائسنس آن کر دی تھیں۔ کمرے میں روشنی بجھ گئی تھی۔
”طبیعت کیسی ہے اب؟“ صبح جب وہ اٹھی تھیں تو ان کو بخار تھا وہ میڈیسن کے لافٹ ماسٹریز کے کچھ سونے تھیں اس کے بعد وہ کمرے میں ہی بند رہی تھیں۔ اگن

ایک دو بار ان کو کیسے پتا تھا۔
”بچہ ہوں۔“

”میں نے زہیدہ کو آپ کے لیے سوپ پکانے کا کہا تھا مگر وہ ان کی درخواست واپس لے گئی تھی۔“
”دوپہر ہو رہی ہے کچھ تو کھا لیں ورنہ کمزوری ہو جائے گی۔“
”کچھ نہیں ہوتا مجھے۔“ وہ خود ہی سے بولیں۔
”کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں آپ مسلسل پریشان ہیں۔“

”میں تمہیں کی ہوں اگن۔ زندگی میں تمہارا چلنے چلنے تمہیں کی ہوں اب جسم میں ہمت ختم ہو رہی ہے دل کرتا ہے کہیں جا کر بیٹھ کے لیے کم ہو جاؤں۔“ خود کاوی کا سامنا تھا۔ اگن نے ان کو کو کہیں جس غور سے ان کو دیکھ رہا تھا۔
”ہر کوئی مجھ سے تالاں، ہر کوئی خفا کیا میں اپنی ہی غلطی ہوں اگن۔“ وہ پریشن کا شکار لگے تھیں۔
”کیا ہوا؟“ انہوں نے بغور اگن کو دیکھا۔ اگن نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

”میں نے کچھ نہیں کیا تھا لیکن غلطی ہو رہی تھی۔“ وہ ہست ہست بول رہی تھی جیسے اپنے اندر سے تھک کر کراہ کر جھک رہا ہو رہی تھی۔
”ہر کسی دل کرتا ہے کوئی تو ہو جس سے میں دل کی باتیں کر دیاں اپنی بیٹھو شہرینہ کروں مگر ان فاروق جیسے اتنے بڑے استاد ان کی بیوی کی کمر میں ہاں کھول کر بولتی ہوں۔“

”جی جاناں سے لڑائی ہوئی ہے کیا؟“ وہ طرہ پر نہیں۔
”ان کی کسی سبب مر رہا تھا۔“
”انہوں نے کیا لڑا۔“ وہ لڑنے نہیں ہیں وہ دہراتے ہیں۔ جاناں سے ماروئے ہیں۔“ انہوں نے نگلی میں سر ملا دیا۔ اپنی آنکھوں کو صاف کرتے انہوں نے اگن کو دیکھا۔

”ایک کام کرو گے؟“
”جی کیسے؟“ اگن ان کے پاس بیٹھ گیا اور محبت سے

ان کا ہاتھ چھوا۔
”مجھے کون لے چلو۔“
”معاذ۔۔۔۔۔! اس نے ان کو بغور دیکھا وہ سنجیدہ تھیں۔
”اگن کا دل آج بھی۔“
”کیسے ہے چلنے میں لیکن کچھ دیر بعد ہائے ایتر چلیں گے۔“ فائدہ نے سر ملا دیا۔

”میں لاس بی سے ملنا چاہتی ہوں میں اس کے پاس جا کر ان کی گود میں سر رکھ کر کچھ دیر ٹیکس ہونا چاہتی ہوں میں ان کو کلاڈ شرف زندگی سے اکا جانی میں لے لے کے کچھ کھائے چاہتی ہوں مجھے لے چلو گے ناں۔۔۔۔۔؟“ اگن نے ایک مگر اسرا نہ پایا۔
”جی ضرور۔“
”میں تیار ہوں تم زہیدہ کو کچھ دیر میں بیٹھ کر اگن۔“ وہ فوراً ایک دم بچھا ہو گئیں۔

اگن نے زہیدہ کو ان کے پاس بھیجا اور خود کچھ دیر بعد آنے کا کہہ کر گاڑی لے کر کمرے سے نکل آیا تھا۔ اسے چند ایک کلوں سے ملنا تھا۔ یہاں سے دھنچکے لگے تھے فاروق ہوتے تھیں وہ پہلے ہی کال کر کے کفر میں آ کر تھا کہ گھر آیا تو فائدہ تیار بیٹھی تھیں۔ وہ ان کے گاڑی میں آ بیٹھا۔
”لاس بی آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی ایک عرصہ ہو گیا آپ نے گاڑی جانا ہی چھوڑ دیا تھا۔“ وہ بولا فائدہ نے مسکرایا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ اس بار میں کافی سارے دن وہاں رہوں گی۔“ اگن کو یقین ہو چلا تھا کہ ان کی مٹھن فاروق سے کوئی ان میں ہوئی ہے، ورنہ وہ تو سالوں بعد گاڑی چالنے میں وہ بھی مٹھن کے سر کو ہی نہیں ملے گا واپس آ جاتی تھیں۔ ذرا سیر کرنے کے بعد وہ کچھ دیر چھوڑ تھا گاڑی سے ڈرائیو لیتے آ تھا انہیں کھینچنے بڑھکا گاڑی چھوڑتے تھے اس بار اب کال کی گہری ہو گئی تھی۔ لاس بی کو فائدہ کی مدد کی اطلاع نہ تھی۔ وہاں رہا

صاحب دلوں اگن کے ہر لہو فائدہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے اس لیے تو بہت خوش تھیں۔
”تم باہر سے کب لوٹیں کوئی اطلاع ہی نہیں دی۔“
”میں ایک دن پہلے ہی واپس آئی تھی مگر آپ کی بہت زیادہ انتظار داری کی تو اگن سے کیا کر سکے گا اس لیے چلے دے گا۔“ انہوں نے محبت سے گلے نہ کیا۔
”کال پر دیکھ دو جاؤں گا میں کمرے سے تھے۔“ اگن تھا کہ وہاں وہ سونے تھا تو اس لیے فائدہ کے لیے بھی کمرہ بند کر دیا تھا فائدہ گیسٹ روم میں آ گئی تھیں۔ یہ مہمان خانہ تھا جو کفر شہر سے آنے والے ان ہی شخصوں مہمانوں کے لیے کھولا جاتا تھا۔

❖ ○ ○ ○ ❖

شہرینہ باقی سارا وقت اپنے کمرے میں ہی رہی تھی۔ اگلے دن دوپہر کے قریب رستے صاف ہونے کی اطلاع ملی تو سب کو درکار کا اپنی میٹم ملا تھا۔ وہ سب تیار ہو کر بیچے ہال میں کھڑی رہے تھے۔ شہرینہ بھی اپنا سامان لے کر نچے آ گئی تھی۔ سامان گاڑی میں رکھا گیا تھا جب اپنا سامان دیکھتے شہرینہ کو یاد آیا کہ وہ اپنا کمرہ کمرے میں بھول آئی ہے۔ وہ زہیدہ کو درکار چاہنے میں داخل ہوئی مگر اس کی کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ ساکت رہ گئی تھی۔
”تم۔۔۔۔۔!“ باقی کے الفاظ اس کے حلق میں ہی رہ گئے تھے انے والے نے ہاتھ میں چڑی کی جڑ تیزی سے اس کے منہ پر رکھی تھی شہرینہ نے شدید مزاحمت کرنا چاہی لیکن جلد ہی قدر شدید تھا کہ اس پر پھر چڑی کی گئی تھی۔
(ن شاہد اللہ کی آ کند شہر سے)



موجی موڑ کشور سلطان

کیا کیا نہ خوابِ ہجر کے موسم میں کھو گئے
ہم جاتے رہے تھے مگر بخت سو گئے
کیا دکھ تھے کون جان سکے گا نگارِ شب
جو میرے اور تیرے دوپٹے بھگو گئے



چندہ دسترخیر پر چائے کرانی میں ہوا تو ہم لوگ کھانی پریشان
تھے کیوں کہ سردی کی لہر میں سے آ کر ایک دکن ہنر، بول
چال، مہر پر تھے، بھلا ہوش بھی کہ موسم کی مختلف سے تیر کیا کیا
جاتے جنہں دور دور ہو رہیں جانا تو پرانی سے اے ہے کرانی
آگے چوک چوک کی جلی چائے اور تیرے سٹیشن سے بھی کہ ہر دور ہر دور
ہیچو کی سوچا کی پیش خانے میں سے ایک باکس ڈسٹ لے لیا جائے
خوشی سے سر کر کے سلطان کی کیا یہ تیرے گھر کا زور دیر دیر سے
بھی ملے تیں کر لیا دیکھیں بائیں اور پیچھے سب کو ٹیلی ویژن پر
مہذب کیوں نہیں کرانی کرانی کا آواز ہو گیا۔ اللہ کے فضل
سے بچوں کو سکول میں لایا گیا اور اسی اسکول میں شری مہر کی
جائے کر کے تیس اور کھینچے شری مہر کے طرف سے ڈیڑھ کیل کی ہیں
زنگی کی ہیں ایک بس میں چاہاں تک ساتھ ہی کمرے کھلے
پیلے ہیں میں کو پھر ساتھ میں چلا جا رہا ہیں یہ خدا جانے
میری سہولت کے کھانے کے بعد ہم سب کے کچن میں کھانے کر جانے
کے لیے پہرے جو تھے چار کر کے کھینچے مہاراجہ کے رہنما
جائے تیں کا دروازہ کھول تھا۔
اسکول چلتے ہوئے راستے میں ایک چور ہوا تھا جہاں سنگل
بھی تھا، مگر کسی کی دیکھ سے اس کی بڑھا۔
آج بھی یہی ہوا اس موڑ پر ایک بڑا سا مالدار درخت تھا
اس کے چھ ایک چٹائی کا گڑا تھا تھا اس پر دیکھیں بامک دیکھ
تھے ان پر تیں رنگ کی پاش کی ذیلیاں اور تیں رنگ کے برش
ساتھ ہی ایک چائے تیں پانی دھوا تھا اور بامک چیتے تھا تھا
کے پرہ میں ہی اس کی ہولی چٹل دی گئی تیں اس کا بھی ایک
اشتر بک گا تھا اور تھا اور وہ چولہے کے بھون کے انڈیا میں سٹھ
پڑھا تھا کہ کھانے کھل کھل کر اس کواد میں سے گاڑی کے بڑھادی
تیں پر لڑا تیں اس میں ہی راجہ مالدار بات کر اس کا کافی بچھے
گٹ کر تا تھا۔ وہ کسی تو میرے بچوں جیسا ہے ہی تو چھینے
کوئے اور بڑھنے کے دن ہیں۔ میں نے کھر تیں کی سے ڈر
پر کیا۔ اگلے دن میں نے پھر گاڑی دیکھ اور دیکھا۔ وہ بچہ اپنی
اکھوں کی تیں اور اپنے ہاتھ کے اٹھنے سے لوگوں کو پاش
کرانے کی کوشش دینے لگا تھا۔ تیں لوگوں کو دیر تھا تھا کہ جتا
اتارنے کی تکلف بھی کرنا تیں کر رہے تھے۔ وہ بچہ اپنی ہولی
حالات لگا کر ان کو چتا چتا کر رہا تھا پھر چٹل سٹائش لگا تیں اٹھا
دیکھا اور وہ اس کی سٹی پر رو پڑا پڑا پڑا کھ کے آگے بڑھ جاتے
اور وہ چٹل کی کھانے تھا اور اجرت میں ملنے والے پیسے اس کے
پچھے کھڑے تیں۔ کسی لوگ جلدی کا بھانا کرتے ہوئے گھل
جاتے۔ سنگل مکمل کیا۔ بچوں کو اسکول سے دیر نہ ہوا تیں
نے گاڑی کی دلدہ بڑھائی۔ بچوں کو اسکول پہنچ کر وہ اس کے

تیسرے کوچ کی آخری رشب

فریدہ فرید

یہاں خاموش نظروں کا نظارہ کون بننا ہے
بہت گہرے سمندر کا سکارا کون بننا ہے
چلو ہم دیکھتے ہیں خود کو اب برباد کر کے بھی
کہ ان بربادیوں میں بھی ہمارا کون بننا ہے



آہرو کے گھر کے سامنے وہ مانند بہت ایستادہ تھا وہ
بچوں نے ہوش سے ہی رابطہ نہ رہا ہوا وہ اسے دیکھنا چاہتا
تھا اور خواہ مخواہ بھی کہ اس کا سامنا نہ تھا اس کا پسند و نکاہت
سے بوجھل تھا اور زبان میں کچھ کہنے کی سکت نہ تھی اور سننے
والا وہاں تھا قہمی کون گہری اندھیری رات سنسلیں سرسک
ہٹکی نہ ہونے کے سبب گہری اندھیروں میں ڈوبے
ہوئے تھے اور سامنے کوچہ پاگل اور درد لدا ہوا سمجھ گئی تو
ہوا کو اے رات نہ سمجھ وہ سلگ رہا تھا کچھ لکڑیوں کی طرح
گمراہ کے گدگدائی دینے والی نہیں اس کا تہن رات کا رکھ رہے
والی تھی وہ آخری شب کی طرح اپنے کھلے طولوں ہونے والی
تھی لاسے جاتا تھا قہمی کی نلکھانے کے لیے۔

مگر وہ جانے سے کئی ایک بار کوہر یاد کرنا چاہتا تھا اس
کے عارض کے کل کوئی گھر کے گاہ میں اتر لیتا چاہتا تھا پر
یہ کیسے ممکن ہوتا آدھی رات کو نہ وہ باہر آسکتی تھی اور نہ احمد
حاصل اندر جاسکتا تھا۔ یہ وہی گھر تھا جس وہ بے جھجکا آیا
چایا کرتا تھا مگر آج وہ اس گھر کے کینوں کے لیے اب بھی تھا
اس نے تنگنا کی مٹائیں خود ہی کھینچ دی تھیں۔ اس کی
اسید کا ہر کاغذی تھا کہ وہ جانے سے کئی بار کوہر یاد کرنا چاہتا تھا
مگر اس کی تپ رنگ لائی تھی جانے کیوں اور کس مقصد
کے تحت وہاں پرورش ہوئی تھی جھلکائی گئی کوئی بیسربک
آقا تھا وہاں ہر دے کے لیے گاہیں فرش رلو کیے ہوئے تھا سایہ
واج ہونے لگا اور ہلّا فرش سایہ سے لکھیل پائے چہرے
کو دیکھ کر وہ خود ہر کیا تھا۔

”آہرو..... آہرو.....“ گھر کا جیبر انچون چڑھ گیا ہے
تہا رہے ابھی آئیں گے تو بہت فسر کریں گے۔“ اماں
کی کیکارنی آواز بہت قریب سے آئی تھی آہرو کی توجہ
اتاری تھی مگر آہرو دیوار کی طرف تھی اس کی بچہ بچنے کے
لیے اماں کا رزو سے ہو کر جانا پڑتا تھا یہاں وہ کبھی کہ ہمیشہ
آہرو کو ہی پہلے پیار ہو جاتا تھا باجداً برو کی ہارنی آتی
تھی۔ وہ دونوں ہمیں نہ جانتے تھے کہ ان کی رسیا
کہ اماں کے اٹھانے اور ابھی کے ڈنکے پر بھی نہ

ہوا نہ تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ ناشتا میز پر لگائے ابھی اور اماں
کے ساتھ خوش کہیوں میں مصروف ایک نئی اطلاع سے
مستفید ہوئی تھیں۔
”احمد طاہر کا اکلوتا بیٹا ابرو سے آیا ہے آج کی شام ہم
سب چائیں گے ملاقات کے لیے۔“ ابھی اپنے بیٹا جلا
بھائی اور عزیز دوست احمد طاہر کے گھر جانے کی بات
کر رہے تھے جب نے تھا انجب یہ تھا کہ وہ ابرو آزد کو بھی
ساتھ لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے جو کہ انہوں نے قہمی۔
ابھی مقامی مسجد کے امام پر کوری اسکول میں قرأت
و تجوید کے استاد تھے مزاج میں سختی کا عنصر ضرور تھا مگر کسی
کے ساتھ انصافی کے مرکب میں بھی نہیں ہونے تھے شرعی
اعزاز زندگی کو بڑھا اور اپنی اہل خانہ کو بھی بڑھا تھا۔ آہرو
آزد کو باہر وہ تعلیم حاصل کرنے کی مکمل آزدگی تھی دونوں
ماں زکر رکھتی تھیں اور ابھی کے ساتھ مل کر گھر آئے بچوں کو
تدریس و تربیت فراہم کرتی تھیں۔ ابھی نے چار بچائیں
ہاں اماں کو بھی کبھی پرانیٹ ایم اے کر لیا تھا جس سے ان کی
تعلیم سے غربت صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔ اماں نے بھی
اپنا تمام تر ہنر و قابلیت اپنی دونوں بچیوں میں منسلک کر دی
تھی۔ سلائی کو اچالنے سے لے کر لٹنوں کی دوکھ اور اچالنے
بہارت سے کرلی تھیں۔ آہرو نے ڈپر ہنر میں باہر کی
تو آزد کے ہاتھ کے کھانوں کی خانداں بھر میں وہ بھی
پکائے تھے تو آہرو کی طاق بھی مگر زیادہ افرلو کے حساب
سے کھانا کا آزد کا قابل دین تھا وہ پچاس افرلو کے
لیے دیکھ بھی گھر تیار کر لیتی تھی اسے برو سے ایک سال

بڑا ہونے کا اعزاز حاصل تھا مگر قد کاٹھ جسامت میں دونوں
اتنی متوازن تھیں کہ جڑواں کر دلی جانی تھیں شکل و صورت
میں مثالی نہ تھی تو نظر انداز کر سنے والی بھی نہیں۔ سفید
رنگت کھڑی ہاک کالی آنکھیں اور گھنے سیال بال دونوں
کے یکساں تھے ابھی عارض کا کل اسے نمایاں رکھتا تھا تو
آہرو کی شکل کھلائیے سے سادگی مگر کرا گھر تھی۔
ابھی اپنی بیوی بچوں کو زمانے کی تہنی گاہوں سے
محفوظ رکھنے کے لیے اپنے سامنے میں چھپانے رکھتے

آپچل ❁ فروری ❁ ۲۰۱۸ء 204

نکال دیا اور برو کے اشارے سے ان کا دھیان پلٹ کر طرف دلایا۔

”ایک ہی بار اندر ہی دروں کی طرح کھانے سے بہتر نہیں ہے کہ کچا لے والے ہاتھ اپنے بالوں آبرو۔۔۔“ احمد جان ابھڑے محبوب کی کھراب کو گلاہوں میں سامنے داری سے بولے ہر دوسرے لمبے ان کا اکتہارتنا آبرو کہ آپ دار کردار ہوا تھا وہ ہراساں ہو رہی تھی خوشی حیا کے پروے میں چھپنے کی گئیں۔

”بلیز اگر میرا نام بار بار مت لیجئے میرے ایک نہیں ہے۔“ آبرو کے لیکھا تے لیجئے میں خدشات تپ رہے تھے اسے نہ نہیں کے گھر ڈر رہے تھے اسے صنف بانگ کی چوٹی جس کیجئے ہیں۔

”مختصات خوادہ اگر تمہیں ناگوار خاطر ہے تو آئندہ تمہارا نام ہی لوں گا جب سارے حقوق اپنے ہاں کر لوں گا۔“ احمد جان نے اس کے درد کو محسوس کر لیا تھا لوں کے اضطراب کو ذہل کرنے پر کمر بستہ تھی خدائی گنج کا انتظار سوچ کر احمد جان چلا گیا۔۔۔ ابھڑات بھر اس کے واضح اثر اور کمر آتی سو نہ پائی تو تے چکا آرزو نے بھی مناجا تھا اس نے اپنی حاجت کو اذیت نہ کر چکیاں تیار کی تھے چند لفظ دہائی کے تو فیک طرف وہ ایک لنگر کی کچی بن رازدار پائی کیا کیا۔ دینے سے نکل کر کیجئے میں گم ہو گئی گی۔

احمد جان کا مشتق ہواؤں کے سنگ پر اڑ کر ہوا تھا وہ بشر رقت حسن علی کے گھر کرا تے تھے تو ہوا کی وسالت سے بھلائی بھگاتے تھے حسن علی کے کھانوں کرنا ڈال لی سکول بنانے کا منصوبہ اپنا تھا جس نے ان کی راہیں آسان کر دی تھیں۔ حسن علی کا تجربہ اور احمد جان کی صلاحیتیں اور سادہ پر کاروباری سے ایک بڑے منصوبے کے متعلق ان کی چیت کی جاتی تھی اگرچہ اس کا زیادہ تر وقت کاروباری معاملات طے کرنے میں گزارتا تھا مگر آبرو کا گاہے بگاہے دیکھ کر اس کا مقصد رانچا نہیں جانے دیتا تھا احمد جان کو کوئے پارس میں مشہور ڈوڑیہ دھند رفت سیر

آگیا تھا مگر ان کی زندگی کی یہ لچل زمانے کی نگاہوں سے اوصل نہیں ہو پائی گی خاندان میں ویسے ہی ان کی شادی کر گھر مہر موضوع تھا مگر ان کے انتقالی رویے نے سماع کو خوب ہول دی گی۔

”جس طرح تم گھر ہو۔۔۔ میں نہیں؟“ ڈراگ دم میں جینل سرج کرتے احمد جان کو شعر نے مخاطب کیا۔

”کہاں؟“ احمد جان نے مختصر و معروض جواب دیا۔

”وہ جہاں آج کل تم زیادہ تر پاسے جاتے ہو“ شعر نے لکھا کھاتے ہوئے بے تکے ہیں سے کہا احمد جان چمکا۔

”ابا جان! میں کا لفظ تو تم نے ایسے استعمال کیا ہے جیسے پاسکول جنگوں میں بندر کثیر مقدار میں پاسے جاتے ہیں۔“ عتیق نے بھی آتے ہوئے بے تکے ہائی احمد جان کا چہرہ ہاریمانے والے تاثرات دے رہا تھا جس کی پردہائی کو نہ دیکھی۔

”ڈوسری جینل تیار ہے تمہے کراچ کل امریکائی بندر چھا حسن علی کی منڈیر پر یکساں ہوا ہے۔“ شعر نے کل پاٹھی کی احمد جان کو اشارہ سمجھ رہا تھا۔

”غفلت! ایک رہے ہو تم لوگ! میں پچاسی کے گھر بڑے ہیں پچاسی کے گھر کونسی کر نے جاتا ہوں۔“ احمد جان نے ان کی غفلت کی کڑی تنبیہ کر لی تھی۔

”ہاں تو ہم کم کمر ہے ہیں کمر طوہ پوری کھانے جاتے ہو۔“ عتیق نے آگے بڑھا کر شرارت سے کہا وہ ان کے گلے گھر کیجئے تھے۔

”وہی طوہ پوری کھانے کے لیے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے میں جہاں ہمارے والدین تمہارے فیصلے کو اختیار کرتے ہیں۔“ شعر نے عتیق کی بات کو تسلیم انجام تک پہنچایا۔

”مجھے طوہ پوری میں نہیں طوہ پوری والے ہاتھوں میں زیادہ انٹرسٹ ہے جنہیں میں اپنے نام کا جانتا ہوں۔“ مشورے کا شکر بھی نہیں کیا کرتے جلد ہی انھار ہوئے دلا ہوں۔“ احمد جان نے بھی ہلّا خرد لوگ بات کرنے

کا فیصلہ کر لیا تھا اسے باو مشتق میں کسی خلل اور کھٹائی کی ایک فیصلہ بھی تو بیج نہ دیکھی اس کی پہلی اس کے ہر فیصلے کو قبول کرنے والی کی تو حسن علی کی نظر میں وہ اپنا مقام پہنچاتا تھا آبرو کے شریکین عارضہ شکایت دل واضح کر کیجئے تھے تو اپنے دل کا وہ آپالک تھا بھی کچھ تو موافق تھا کہ ایک چیز اور جس بھی جس کی جانب احمد جان کی نگاہ مٹتی اور وہ یہ تغیر۔

تغیر نے اپنے چھل کی ابتداء کی جب احمد جان نے اپنے مشتق جو جس ایک بے لہو درجہ جو کرا تے غیر یہم جانا کچھ مشتق ہونے کے برعکس کھانا ڈر دیکھ کر اس کی جواہر کے دل پر راج کرتی تھی مگر وہ کوئے بکا ایک مسلم وجود کی احمد جان نے اس کے وجود کی ذرا سی حیثیت بھی کوئی تو وہ اتنی بڑی تعلیمی کا موجب نہ تھا اور انتہائی آسانی سے حاصل ہونے والے منزل خواب نہ تھی۔

”احمد جان! وہ وعدہ کب دفا کرو گے جس کے سارے پر ہمیں اتنے سالوں سے بھلا رہے ہو۔“ احمد جان نے بات کے کھانے پر احمد جان کی توجہ اس بات کی طرف دلائی کہ اس نے امریکہ جانے سے قبل کہا تھا کہ وہ لوئے کا قوت خاندان میں شادی کرے گا ایک طرح سے یہ والدین کو یقین دہانی بھی کی کہ وہ تھا تو لوئے کا دلدار اسے داکھن آئے وہ ہلا کر رکھے تھے اور والدین اپنے انکوئے بہت کاسر لایکھنے کے لیے سبب تھے۔

”ابا جان یہ تو آپ پر منحصر ہے وعدہ داکے لیے جو بھی دن مقرر کر دیں۔“ احمد جان نے تہنیداً انکوئے کا بڑا حال اور چال کھاتے ہوئے بے پردہائی سے کہا گویا اسے یقین تھا کہ اسے اپنی حاجت پانے کے لیے پاؤ نہیں بیٹے بڑی ہے۔

”جی جی دن! ہم مقرر کر لیں گے آپ کو دن تو منتخب کریں۔“ اس نے بھی بیڑائے میں بات کی جو جس میں رد ہونے لگی۔

”اما آئی تنک! ان رقت تو سارا ماچن ہی جاتا ہے کہ

ہم کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ ہماری سوچ سے باتفاق ہیں؟“ احمد جان نے اس کے مصلحت کے تحت مکمل کلمات کرنے کے بجائے انھار سے کام لے رہے تھے ان کے والدین کے گھر کے کمرہات میں انھار کا کدو پر اپنا منبع نظر راج کر کیجئے ہیں۔

”تو آپ سب میرے اسلام آباد جانے سے قبل چاہا حسن علی کے گھر چلے جائیں۔“ احمد جان کو اسکل پر دیکھنے کے لیے کورنٹ کی منظوری کے معاملات کے تحت اسلام آباد جانا تھا اور وہیں انھار کچھ تگے کا لکھنا تھا اس لیے وہ اپنے جانے سے قبل یہ مقرر کر لیا چاہتے تھے۔

”نہیں۔“ احمد جان کے انکار نے احمد جان کے ساتھ لاما کو بھی مراکت کر دیا تھا وہ انتہام کرنا چاہتے تھے کہ احمد جان پر دلوں کی مراکتی دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”نیکوئے میں آج ہی حسن علی کے گھر چلے دلا ہوں۔“ احمد جان نے مطمئن ہو کر سواپل اٹھایا۔

”آبرو۔“ احمد جان نے زرب زرب سرگوشی کی تھی وہ آبرو کے بھانے کے گھر احمد جان کا نام بر ملا لیا ترک کر چکا تھا اور یہ دعائے اتنی پختہ ہو گئی تھی کہ وہ ضروری جگہوں پر بھی اس کے نام کو واضح کرنے سے کتر جاتا تھا مگر جب وہ آبرو کے سین سپنوں کے ساتھ ہوتا تو اس پیارے نام کی خوب کران کر تاب اس کی اس نے ابا جان کی رضامندی پر اکرنا برو کے نام کے ساتھ ایک بیج لکھا مگر اسے بیڑ نہیں کیا کیونکہ آبرو کے پاس ذاتی ہو سکتا تھا۔ یہ واقعہ کمر میں صرف حسن علی کے پاس سواپل تھا جس پر وہ بیج چھین کر کتائی نہیں کر سکتا تھا اسے حسن علی نے زیادہ برو کی کتائی کی گھر دیتی تھی۔

ابا جان چاہتے کے باوجود اس رقت حسن علی کے گھر نہیں جاتے تھے کیونکہ وہاں کی طبیعت یک دم غریب ہو گئی تھی اور انھار پہنچاں میں داخل کرنا بڑا قاعدہ دایہاں اپنے سچوں میں ساتھ ساتھ کورس پچوں لوں میں

چاہے تھی کیونکہ وہ خاص مہمان تھے اور ایک خاص مقصد کے لیے آئے تھے۔ اہل بلا غرض خلیفہ میں سے بھی نکل رہی تھیں جس کی تجویز آج بروز اتوار رزق کے دل کی دھڑکن تیز کر دی تھی۔

”آہ۔۔۔ اہل کی پکار نے آہرے کے تن میں سن رہی تھی۔ دروازہ کھلی دھڑکتے ہوئے پھانسی کے لیے پھول رہی تھی مگر اہل کی بات مکمل ہوئی تھی اس کے کویدان میں جان باقی بندھی تھی۔

”جلدی بھاڑی آرزو احمد حسن کے گھر میں روشنی کر کے۔“ آرزو دھک دھک کرتے دل کو سنبھالنے کے لیے رو پھر ہوئی تو آہرے دھکے دل کو سنبھالنے میں بھگان جبکہ تقدیر سحر بازی تھی۔

”آہرے تمہارے حاضر کے قتل کو چھوڑنے میں بکھری دن باقی ہیں۔“ احمد حسن گھر والوں سے خوش فہمی پر کراہتا ہوا سر ہٹاتے آہرے کے نام کے چارے تھے جنہیں وہ سینڈ کرنے کے جملہ حقوق جلد ہی حاصل کرنے والا تھا۔ آہرے کا کرنے کے جملہ حقوق احمد حسن کے چچا کا قبضہ رہی تھی اس کی پہلی نام داغ سر کے کر دی تھی سید سے سادے معائنے کو پہنچانے میں اچھا دیا تھا احمد حسن آہرے سے بات کرنے کے لیے چل اٹھا کال لگا لائی وہ جانتا تھا کہ اس کی بات کو تین گھنٹوں میں منقول ہوتے تھے لوہن کے سٹیل فون کو گھر میں کوئی بھی انڈیز کر سکتا تھا۔

”جیلر۔“ خوب صورت ڈاک کی ڈاک کاٹوں سے گھرنی تو احمد حسن کے سامع میں منظر ہو گئے تھے کیا بھلا تھا اس کے عجیب و غریب کتبائی نے سکون فرتح کی بیلہ لہری کے سامنے سے گھرنی۔

”سوچا کہ مراد کاہرے سے بھی دوسرے لوہے کی بھی۔“ احمد حسن نے خصوصاً جیلر کی انداز میں ہتھیلی پر چبکا رزق آہرے کی طرح اس جیلر اور تمام سے انٹرفیکس ہو گیا مگر جیلر اور حواس چھوڑ دی تھی۔

”وہ۔۔۔۔۔ آہرے وہ کھارے تھی اور احمد حسن حیا

خوشیوں کو یوں سن رہی تھی آرزو کو حقیقت کا تلخ روپ نہیں دکھانا چاہتی تھی وہ اس کی مصمصاں گھوسوں سے خراب چھینتا نہیں جانتی تھی۔ وہ آہرے کو اپنے جیلوں کی ان سے وقار کے ساتھ اپنے قدم تلخ مہر کی لہر پر جمادی تھے وہ رزق دوسرے بچانے کے لیے خود کو سمندر میں ڈال رہی تھی۔

آرزو نے بچوں کو بڑھانے کی کوششیں شریعت پر بے سادگی کی کسر سمجھتے تھے دوسرے بچے کا ہوم ورک چیک کرتی آہرے سے حرات سے اندھکھارہ چپکے سے اس کی دامن خوشیوں کے لیے دھکا کی۔ کل رات ان دونوں کی زندگی میں جب مرد و جزا ملائی تھی کل احمد حسن اور آرزو کا نکاح ہوا تھا آرزو نکاح بدلتا ہوئی تھی جب اس کے تلخ کلمات کے باوجود احمد حسن کی طرف سے کوئی ہوش مند منسلک نہیں آیا تھا بلکہ وہ نکاح بعد ولولہ مال کی شدید مخالفت اور بے حد خواہش کے تحت احمد حسن کی غیر موجودگی میں ہی احمد حسن کے ہونے کوئی کی حیثیت سے نکاح کا فریضہ انجام دے سکا تھا۔

علیہ السلام کی پکارنے کے باوجود قابل فرادہ کے درمیان ایک ایسا بدبین بننا اندھا غماہی تھا جس کی بنیاد اطلاع ہی پر تھی۔ آہرے کے خواب، ریزہ ریزہ ہو گئے لوہاں کی گھنٹوں کا تاج تلخ تجزیہ سے تلخ سلہر ہو گیا تھا مگر آرزو کی بے باور اور اجنبی چاہت کی ناؤ پانگ کی کمی مقام بدل گئے تھے ایک بات وہی جب آہرے کو عرض شوق کی چٹکنی اٹھانے میں دیتی تھیں تو آرزو اپنی بے بسی پر گریہ نہ لگایں اور ایک بات یہ تھی کہ آرزو احمد حسن کو سوچ کے کراؤں میں تو آواز مقدس برقی نزل تھیر پھرتا دینا ہی تھی۔

احمد حسن کا موبائل سنیہہ غبار میں سے بڑھتا وہ چاہت کی چٹنگ آواز تک ان کے اڑانے سے جا رہے تھے یہ جانے بہانہ کو وہ ان کی سن رہی تھیں۔

آہرے سے ہوئی آخری بات پر وہ جیون تھے کہ آہرے کے لہجے میں کچھ خاص بات تھی مگر آرزو غور و خوض کا موقع نہیں اس لیے نسل کا انہیں اس کی لہر پر چڑھنا پڑا تھا۔

آہرے سے کال آتی تھی جس کے لیے وہ اپنے دھوکے سے اسلام آباد میں رہا تھا پھر اس کے ساتھ اس کی بات علم ہوا تھا کہ اس کی شہر کے سولہ کی کفریہ حالت کے خوش نظر ولولہ میں کے لیے جتنی خوشیوں بھی فراہم کی جا سکیں کم ہیں۔ احمد حسن نے ایک ہفتے مزید مانتا تھیک کے لیے معذرت کی تھی کہ وہ اپنے کام کا لکھو اور چھوڑنے کے سوا میں نہیں تھے ان کی لڑکی کا لڑا ابھی تک۔ مگر کرنا یا تھا اور ناکل میگزین بھی تک پینڈنگ میں تھے۔

انجیلی بے لگاری سے انہوں نے احمد حسن کو اپنے نکاح کا دلوی مقرر کر کے نکاح کی اجازت دے دی تھی اور آج وہ اس سوچ سے خطا اٹھ رہے تھے کہ احمد حسن کے جب وہ آہرے کے دوسروں کے گواہ کے شریکین بن کر کیا حالت ہوگی۔ وہ اسے جی بھر کے کچھ پائیں گے کہ نہیں وہ اس کا نام اپنے بولوں سے لوار کریں گے تو وہ روح نکل ان کے سامنے پھریانے کی گھنٹیں۔

کی سارٹھ تا کام نہادی تھی خوب سوچ مستی ہوئی تھی انہیں
چیز بڑی نہیں رکھتا تھا وہ فریڈل دکانی دیتے تھے مگر ان کا
دیتے تھے حد شادان و فرحان دکانی دیتے تھے مگر ان کا
مواہل مریح کرتے شہر کے ماتھے کے بل گھرے ہوئے
تھے وہ سب کی موجودگی میں کچھ بولا نہیں تھا مگر مریح
دکانوں سے احمد خان کو کتنی یاد تھا۔

”کیا تم ہے تم کچھ کہنا چاہو ہے؟“ اشعری کی
پرسوج کچھ لپٹاں احمد خان سے پوشیدہ نہ رہ پانی نہیں
سب کے یکے بعد دیگرہ جانے پر احمد خان نے اشعری کو
مخاطب کیا۔
”تمہارے مواہل کے سمیڑ نلغے سے گزرے تھے انہیں
لکھنے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔“ اشعری نے سوالیہ ذوق
میں آواز کے ساتھ کہنے لگا۔ ”کچھ کچھ سب کے کچھ“
”اچھا تو مجھے کچھ بتیج لکھنا کسلا وہ میں انڈی ہوں
اس معاملے میں۔“ احمد خان نے اس کی بات چٹکوں
میں ڈالی۔
”بھتیج لکھنے میں تم انڈی ہو سکتے ہو مگر نام مشین
کرنے میں آتی ہے احتیاطی کچھ نہیں آتی؟“ اشعری
شدید الجھن میں دکانی دے رہا تھا اور بار بار اسے
مواہل پر لکھنے نام کو دیکھتا۔
”ہے پرے پرے ہاں کب رہے ہو یار۔“ احمد خان اس کی
بات کا مغلوبہ بنا کر چڑھ گیا۔
”احمد خان تم نے ’آرزو‘ کے بجائے غلطی سے ’آرزو‘
نام لکھ دیا ہے۔“ اشعری کے وضاحت دینے پر احمد خان
چٹکا۔ ”نڈکا پکڑا کیا تو؟“ جبکہ وہ اس کے دل و دماغ
کے کسی خانے میں گئی تھی۔
”شہر مجھے ’آرزو‘ کے نام کے سبھی حقوق حاصل
ہیں۔“ احمد خان نے جھٹکا کر کہا۔ ”وہ اس کی گفتگو نے
خوش رکھ دیا تھا۔“

”میں نہیں آرزو کی خیالی نہیں کیا کیونکہ۔“
اور شکوہ کرتے ہوئے۔ ”احمد شاہ نے احمد خان کی بات
کا کٹ کر تجھے سے ملنے کی اور ہے حد تک کی انھیں کیا وہ دن
ہو چکے تھے۔“ احمد خان نے جھٹکا کر کہا۔ ”احمد خان نہان کو کچھ
بار ہے۔“ احمد خان نے خود کو کچھ گھٹنے کو تیار نہ تھی کہ وہ اس بات
کی اہمیت سے بھی انکار کی تھی کہ نکاح کوئی نہیں کا کھیل
نہیں ہے۔

”احمد خان یہ ٹھیک ہے کہ وہ نہیں ہوا جو تم چاہتے تھے
مگر بیٹا جو ہو چکا ہے وہ ہر انکس سے ہم سب کی رضا و خوشی
میں شامل ہے۔“ یہ سارا جملہ احمد خان کے لیے جانتا شہر
بات اس کے ساتھ سے کہہ کر لڑا۔ ”پچھلے جانا کی رعایت سے
اسے احمد خان نے کی کوشش میں تھے تقریباً سبھی بیویوں کے
احمد خان کو لگا اس کے قدموں سے تڑپیں کھٹک کھٹک کی وہ دھکی

دو دیاں یہ بات کرکڑ کر رہی تھی سوائے حسن علی تو سبھی
چاہتے تھے کہ بات حسن علی تک پہنچے۔ سبھی گھر میں ہی
دن ہو جائے اور احمد خان بھر پور کھانے کھائیں۔
”میں میری خوش و مرضی آپ لوگوں کے لیے کوئی
معی نہیں رکھتی اگر سب کچھ آپ سب نے خود ہی ارادہ
کرنا تھا تو مجھ سے میری رائے معلوم ہی کیوں کی؟“ احمد
حسن کو متفق کرنا تو دور کی بات وہ تو رائے معلوم ہی نہیں
کر رہا ہے تھے۔

”تم چھوڑ بات دہرا رہے ہو جس کا جواب میں نہیں سو
مترہ ہے چکا ہوں بس اس مسئلہ پر چھوڑ دو اور جو رہا ہے اسے
تسلیم کرلو۔“ احمد شاہ کے کچھ کی بات سن کر احمد خان نے
یہی جیسے احمد خان کی بات دہرا کر جواب دیا تھا۔
”میں نے جھٹکی کوئی حل طلب کر دیا تھا۔“ احمد خان نے
”کچھ تسلیم کر لیں پچھلے پچھلے۔“ احمد خان نے
موم کا دھڑکے سے کہہ کر اس کے دماغ میں
خود کو ہر طرح سے رکھا۔

”جھٹکا ہے ساری خواہش کا اظہار کیا تھا۔“ احمد خان نے
ہوئی جو کچھ بھی تھا۔ ”تم کوئی کام نہیں کر رہے
پر چھوڑ دو اس جملے سے پچھلے پچھلے احمد خان کو
گھٹی تو کہتے ہیں۔“ احمد خان نے جھٹکی کی وضاحت
کرتے اپنا جملہ بدنامی ہو گیا تھا وہ دن کے خوب دیکھ رہا تھا
مگر اس حقیقت سے نہ سخت دلتا کہ جھٹکا تھا۔
”میرا بچا کچھ نہیں غلطی نہیں ایک دفعہ سے ٹوٹ
مغلوبہ بدنامیوں کو خاندانوں کے درمیان ایک عہد ہے
سعدانے کی کوشش نہیں ہے۔“ انہیں اس کے مغلوبہ جو
کے پاس ملنے میں اور اس کا چہرہ انہیں سے لے کر پیار
سے کہا۔

”بند من تو تب ہے کا جب میری خوشی شامل ہو میں
خوش نہیں ہوں۔“ مجھے میری کاپت چاہیے کہ یہ نہ
غلط نہیں تو یہ مول ہے چاہتے ہیں کہ مجھے
گھٹنے کی نڈ کر دوں میں ان کے معاملے کو حل کرنے کے
بارے میں سوچیں۔“ احمد خان نے ان کے کھیلوں کا تھکا

کرنا تھا اس کا اضطراب۔ یہی کی حد تک اس پر مسلط تھا
اپنے والدین کا واقعہ کچھ نہ چلے۔ معاشرے میں ان کے
لیے کچھ بات نہ کرنا تھا وہ اس نے جانتا تھا چاہا وہ
پچھلے پچھلے اس کے خوف میں جھٹکا نظر آتا تھا
باپ کا دل کس نہ تھا مگر وہی روک دکانی نہ ہوتی تھی۔

”کیسے حل کریں یہ کوئی معنی تو نہیں کچھ تو
دینا ہے نکاح سے ایک مقدس فرض۔“ پچھلے سے اسے
نزدیک وقت سے اس کا کہیں کی طرف دو دو خود ہے اسے
نہیں تھا انہیں سب کے پاس واحد دلیل نکاح تھا تو احمد
حسن کی دلیل اس کی جاہت تھی۔

”گھر میں نکاح چاہتے ہیں پچھلے نکاح چاہتے ہیں
اسکا ہے۔“ احمد خان کی بات دہرا کر اس کے طرف سے سب
کی خاموشی کو آواز کی تھی نکاح کو احمد خان مغلوبہ گھڑ
مجھ رہے تھے احمد خان نے معمولی کر کے زیادہ
اہمیت نہیں دی کی ایک دل و دماغی خاموشی چھائی تھی۔

آرزو سے بات ہونے کی موم احمد کے ساتھ اس
رہات تھے حسن علی کے سب پر کال کی تھی اس کے دماغ
میں یہ کہ وہ جھٹکا نہ لیا۔ یہی طرح ہر سہ رہے تھے
جگ کہا تھا اس نے احمد خان کو چاہتے ہیں انہیں بند
کرنے کی عادت ہے۔ رسوا کر دیا تھا کہ میں سب نے اس
کی بات پر اپنا جملہ سخت و مل دیا تھا بلکہ تقریباً اس سے قطع
معلق کر لیا تھا کہ وہ اپنی شفا کس سوچ میں تہہ پنی لاسکے
خود کو تہہ تہہ مگر اس کا تھا آرزو کے ساتھ پنی کاشی کا
اتفاق کر کے لاسکے کے چند بول چاہتا تھا۔
”میں بیٹا سب خبر تو ہے۔“ حسن علی نے گھر میں سے
پوچھا دکانی اس کی علاقہ کی وجہ سے ایک جھٹکا تو بہرحال
رہتا تھا احمد خان بھارت کا نئے والے دن تو دیے کسی دل
ہر کارہے ہیں۔

”تمی چاہا جان سب ٹھیک ہے وہ میں آپ کو خبر دینا
چاہتا تھا کہ میں سب کو سکون نصیب کے لیے چاہتا تھا
ہیں۔“ احمد خان نے جگت میں بات نہ لائی کال اب

کرنے کا کوئی مقصد تو بیان کرنا ہی تھا۔

کے لئے کوئی عقیدہ تو بیان کر سکتی تھی۔
 ”میں صاحبزادے مبارک کی ہولناکیوں سے ڈرتی ہوں کہ وہ مجھے ہارے
 میں بات کرتے ہیں۔“ محسن علی نے بڑے سراسیمہ انداز میں
 کہا: ”اگرچہ آپ کی باتیں سنی ہو، مگر میری ضرورت ہے کہ میں
 یہاں سے جلد نکل جاؤں۔“

”اے ایسا نہ کہہ کر اپنے پھول کی جتنی بھی خاک نظر آئی
 ہے وہ تو اس گل کے گلے سے ہے۔“ دایں ہاتھ کا زرد شوگر
 کی سے دھکی پھینچ دیا۔ انجان قاتلوہ صرف اجمہ حسام
 ہی اس کی فطارت پر ہلادی کی اس کی پیشانی پر بوسہ
 لے کر وہ اٹھ اڑا۔

چپاں اسی کے ہے جاں، ہے سے جو ہر اہل نبات رستا
ہوں سہ راہوں کلون دیا تھا حسن ہے "امو حسن کی تو
عید برآئی کی ایسی کی خرابی تھی کہ حسن نے کہا: "میں دوست
امید ہوں کہ جی ہاں ہے۔ سو اہل تہمتوں سے تھا جس میں
سے جو حسن کی کارِ مکار سنائی دے رہی تھی۔
خوف سولی پر لٹکنے کے خوف تھا۔
"لوگو! میں نے اس فکر سے ہے جس کی نہیں ہے دے
ایک ہولناکی دوسری، جس کا چمن بادل ہے۔" "امو حسن کو
عشق نے انتہائی عاجز کر دیا تھا، محبوب سے بچنے کے
خوف سولی پر لٹکنے کے خوف تھا۔

[illegible]

”آرڈو... آرڈو یک دم میرے لیے زہر ہے“۔ اچھا
 حنا یک دم مجھے سے اگڑ کر بائیں ہاتھ سے چلا اٹھے
 دایں ہاتھ سے پلاؤ لگے گھبراتے ہوئے کہہ دیں۔
 ”جیسا آرڈو بلائی جاے کوئی سر کاٹیں مجھے برا
 چاہے بس۔“ اچھا کھنٹ روئی اور جتن سے کہتا کہ
 سر کاٹ دوں گی۔ اچھا کیسٹ روئی دایں ہاتھ سے

آرڈو نے سادگی سے ہمیشہ کی طرح اسے میں اٹھائی سمجھ کر
 کی کہ میں سر کے نیچے کھائی ایسے میں اچھا سے
 بات کرنا اس کی قوت ہے جیسا چاہی میں اس نے بہت جیت
 کر سے بول کر اگڑ کر اس کے فون سے اس کی سانسوں کی خوش
 بھی بول دی۔ اچھا نے خود ہی کال بند کر دی
 آرڈو نے سادگی سے ہمیشہ کی طرح اسے میں اٹھائی سمجھ کر

موساؑ کی یہ سیرت کہ جس نے اس کی سنت سے خود کو غرہ بنا کر اس کی ناکامیوں سے محفوظ رہا، وہی سیرت ہے جس نے اجماعِ طاہرہ کے گمراہی سے غافل کر دیا۔ اجماعِ طاہرہ کے گمراہی سے غافل کر دیا۔ اجماعِ طاہرہ کے گمراہی سے غافل کر دیا۔

”داؤی ہلاک آس تو میرے لیے بھول لانے کی تحفہ یہ
برفس مغرب تھا اور حالات کی نئی کروٹ کا منتظر یہ

آجل ضروری ۲۰۱۸ء 216

کہو کہی فرمیں خود کو طویلہ نہیں رکھ سکتا تھا جس بل اس احمد طاہر کے ساتھ ہی ایک صوفی پر مشتمل بڑا جماعت تھی تو عین ان کے سامنے سخت پر دوا دی ہاں کے ساتھ احمد حسان بیٹھے تھے ہر ایک کی نگاہ ان پر مرکوز تھی۔ جس بل نادی ہاں کی عیادت کے لیے آئے تھے جب ان کے کانوں نے احمد حسان کے منہ سے آہر کا نام سنا تھا ہاں بات نادی ہاں انہیں بتا چکی تھیں اور ان دوران احمد حسان نے غیر معمولی خاموشی کا شکار ہو گئی۔ جس بل نے اسے بتی کسی راجع آئے گا اظہار نہ کیا تھا صوفی اس کے کردہ جب سے اس نے اپنا تہاں کی طرف رخ کر دیا تو اسے کواپنے اندر دوائے دکھائی دے رہی تھی۔

”محسن علی بہم عقل کے اندھوں سے غلطی ہو چکی ہے۔“
احمد طاہر نے ہلّا خرابات کو آر پار کرنے کا فیصلہ کیا اور بات کا
آغاز ندامت کے اظہار سے کیا۔

”اسے بار بار غلطی قرار دینے کے بجائے قسمت کا فیصلہ سمجھ کر قبول بھی کیا جاسکتا ہے۔“ محسن علی نے وہی بات کی جو اب تک ہر فردِ راجھو صاحب سے کہہ چکا تھا۔

”یہ بات کہنے میں آسان ہے مگر ایسا کرنا مشکل ہے۔“ احمد حسان نے تکیے چتوڑوں سے اڑ کر کہا، وہ سمجھنے کی

”یہ صرف بات نہیں احمد حسان ایک رشتہ ہے جو تم نے میری آرزو سے جوڑا ہے۔“ محسن علی اس کی اکڑ پر یک دم

”حسن علی تہاری بات دل سے تسلیم ہے لیکن احمد
سلطان نوح مرزا سمجھ نہیں کہ ہم اسے آسانی سے ہٹوا کر لیں وہ
کچھ اور لڑائی کے خواہشمند ہے۔“

راہِ داخل اغمازی کر کے رسائیت سے مطلب واضح کیا

”تہہا ایٹنا نا کجھ نہیں تو میری رزد بھی چھری غی ہوئی
نہیں ہے اس سارے کھیلے میں میری معصوم بچی کا قصور
بتلاؤ اپنے بیٹے کی بات سمجھتے ہو لیکن میری بیٹی کے جذبات
کا کچھ کجھ نہیں۔“ مگر سن لی حد سے زیادہ ڈھائی ہو چکے
تھیں کہ ان کھوں میں غی صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

”خوشن ہم سنگ دل نہیں ہیں یہ درد اگر ہم محسوس نہ کر رہے ہوتے تو بات کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہوتی؟“ چچا جان نے حسنؔ کا ہدیہ کی سے کہا اس سے صاف غلام تھا کہ وہ شخص غلامی نہیں کر رہے تھے ہر ایک کا دل پر عمل تھا مگر احمد حسنؔ کے چہرے کے تاؤ میں کی بارود نہ ہوتی تھی۔

”چچا جان آپ غلط رخ پر سوچ رہے ہیں یہ زیادتی نہیں ہے صرف غلط کوچ کرنے کی کلاش ہے مجھے اب بروکھانا ہمارے اردو سرطرح اب تک محسوس ہے آپ کے زیر سامہ رہے گی لیکن مجھے میری چاہت منہ دے دیجئے۔“ احمد حسان نے انتہائی سفاکی سے دھڑل جوش کیا جسے کہہ تو دور سونے سے بھی کسم کسم رہے تھے۔

”اچھے حسان آؤ تو تمہاری بیوی ہے مجھ سے زیادہ تمہارا
 کسی حق پہاں لیے میں اس کے ہاں سے مہات کرنے
 سے نہیں نکلاں روکا لیکن میری آبرو کا نام اپنی زبان پر
 لانے کا نہیں کوئی حق نہیں۔“ (حسن علی قصیدہ کرتے اپنی جگہ
 سے اٹھ کھڑے ہوئے) ان کا غضب ماحول کا رخ بدل گیا
 غائب ہو کر آگ کے آگے چلائے تھے

”حق تعالیٰ کا بندہ ہوں آپ سے کسی بندہ کے میں
 پہلی یہ حق تعالیٰ مجھ سے چھین گیا وہاں مجھے حق تعالیٰ دیجیے۔“
 حضرت انسؓ اور دہلی جوٹھن پیدا کر چکے تھے دوز دوز کے
 ہاتھوں سے نکلتے آ کر انہوں نے دوزخک انداز میں اپنا
 طرح نظر بیان کر دیا تھا۔

217

دے گا قاسب انہیں مشکل سے سنبھال رہے تھے وگرنہ
 وہ حسان کا گریبان بکڑنے سے کہہ رہے تھے۔
 ”چانچا آپ مجھ پر بددعا کر رہے ہیں مگر میں اسے
 اُتر پکے گی، بچی میرے ساتھ خوش نہیں رہا ہے تو کیا
 آپ کو کچھ اچھا لگتا ہے؟“ آپ نے کہل کو گھس نہیں دیکھنے کی اس
 کے برعکس میں آپ کو چٹکھٹا کر کہا ہوا ہے تیرا میرے دل پر راج
 کرے گی کی لار.....“

”چپ کر احمد حسن..... کیا اناپ شاپ بولے جا رہا ہے۔“ دلائی لاما نے احمد حسن کے ٹرک پر اس کے بازو کو کھسکے۔ چونک کر بائیں طرف بھینچا اور دھڑپانے والے دل کی سن اور کہہ رہا تھا اس معاملے کی نزاکت کا سمجھ اندازہ نہ تھا وہ ایک باپ کی اذیت اور جذبات کو سمجھنے کے بجائے ہر کسی سے باتیں کر دے رہا تھا کوئی اسے روک رہا تھا لیکن سے قطعاً روکنا نہ تھی۔

”جس رشتے کا حوالہ دے کر آپ لوگ میری محبت کو تول رہے ہیں وہ رشتہ میرے نزدیک ایک طوق ہے جسے میں اپنے گلے سے اتار بیٹھوں گا۔“ احمد صلیح کی بے حس و محسوس علی پر تازیانے کی طرح لگی محسوسات پر اترنے کے بعد کہ احمد صلیح کو ہری طرح سے سمجھو اور ہوش کے ناخن لینے کی باتیں نہ کریں تو دلی ملال کا کاغذ ہاتھ دل برداشتہ تھا۔

بندہ میں جوڑا تھا۔
 ”رب تعالیٰ نے منافقت کو بھی مایہ ناز کیا ہے، چچا جان
 میں منافق زندگی بسر نہیں کر سکتا، ماحول کے خالی وجود کے
 ساتھ نہ خود خوش رہ پاؤں گا اور نہ کسی کو خوش رکھ سکوں گا۔
 محبت کی کتاب میں منافقت کا نصاب تحریر نہ کریں۔“ احمد

تے جوڑا میں اسے ہارے ہوئے دھواں کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ "جوہر حسن نے غماں الغماں ادا کرتے ہوئے بھرکی تاجر جی کی اس کی زبان کو لکھائی۔ کسی کی اسچا کا پی سب کی کوٹھیں سے نکالیں۔ مصلحت و دھوکے کے الفاظ میں دل سے نکال دینا۔ رشید نے جیسے جیسے لفظوں کی جہڑوں کی کوئی فہم نہ رہی۔ کسی کے کہنے کے لیے کچھ بانی نہ تھا۔ حسن نے ہنسنے کے لیے چاہا۔ دھواں کے ہار کی طرف بڑھ رہے تھے تو جی کی آس میں سانس پتی دلائی۔ اس کی خواہش آواز زد کی کہ جی میں اس کی ایک طرف کوڑھلک گئی تھی۔

[illegible][illegible]

آنکھوں سے جوئے خون سے رہیں
دل سے دارِ دلاور پھیلانِ آرزو می

❁.....❁

داؤدِ یاس سے انتقال کو یمن دارِ زرد سے تھے گھر میں کئی
طرح کی سوگوار تھے طحاری کی ایک سوگ تھا جوہر لدی میں
کے چھوڑ جانے پر منار سے تھے تو ایک دوگہ دو جاوہر حسان
کی جذباتیت خاندانِ بھر کو لگا گئی تھی کہ ایک افسردہ قاتحہ
ظاہر احوال کوئی طرف دیکھنے سے ان کی انکھوں سے تھے
حسان خود بھی پر ایک سے تھے انہیں اپنے بچے کے
کوئی پریشانی نہیں گئی اپنی دانست میں انہوں نے دوسری

سپینار دل

میمونہ روزنامہ

انامہ: شادیاں بھارت
کوئی وحدہ نہیں پھر بھی اعتبار تھا
دور ہونے پر بھی اپنے پیار پر اعتبار تھا
نہ جانے کیوں نہ رہی کی اس نے ہم سے
کیا ہم سے بھی زیادہ کوئی اس کا طلب گار تھا
کرانہ ہوا.....
آنکھوں میں بادل میں اتر کر نہیں دیکھا
کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا
پتھر مجھے کہتا ہے میرا چاہنے والا
میں موم ہوں اس نے مجھے چھو کر نہیں دیکھا
کشتی خان.....
تجلی کوئی دیکھیں بس عافوں میں تضاد تھا
اسے پسند میں خوشیاں ہمیں سادگی میں مکمل تھا
طاہرہ منور علی.....
میری زندگی کی کتاب کا ہے درق ہیں تاجا ہوا
سر ابتدا سر ابتدا تیرا نام دل پہ لکھا ہوا
شریہ نعل.....
عنوان محبت ہے ہم اس اتنا ہی لکھ پائے
بہت کر درویش تھے، بہت مشہور لوگوں کے
محمد یاسر.....
گل کی طرح بلند ہیں سب حوصلے میرے
کشتی بھنور میں ہے کردار تو نہیں
نوشین، اقبال لکھی.....
اب میرا عشق دھماں سے کہیں آگے ہے
اب ضرور دی ہے کہ میں وہد میں لاؤں تجھ کو
تو نہیں بانٹا مٹی کا وہاں ہوجاتا
تو ابھی رقص کروں ہو کہ دکھاؤں تجھ کو
پرسناتا ہوا.....

جب اعتبار اٹھ جائے تو کوئی اگر
قسم کھائے نہ زہر فرق نہیں پڑتا

انعامہ: ہر.....

دل خوش فہم کی حالت پہ ہنسی آتی ہے
اس محبت کی جہالت پہ ہنسی آتی ہے
اس کی بے بسی سے کبھی اسے چاہت کا کلمہ ہوتا ہے
دل کا اس درجہ وکالت پہ ہنسی آتی ہے
کوثر خالد.....
اک بار کہو "نعت" سنانے لگ جائیں
شاید کہ گناہ بھرنے بھرنے لگ جائیں
پھر "عمر سلاطین" آتی پھر دین خیرات آیا
نام.....
جلا یہ بھائی..... مری
درد اٹاتا ہے کہ ہر گھم میں ہے
اک مختصر سا بچا ہر گھم
سکون کچھ ایسا کہ میں
مر جانے کو جی چاہتا ہے
شاد رسول باگچی.....
یہ پوچھ کر کہیں جگ لپا سبز دلوں میں
مجھ سے بھی فقیری کا گمبائی کا سبب ہو پوچھ
یہ دیکھ کر سیلاب کا سر پشہ کہاں ہے
آ، آنکھ میں روایا کی رسائی کا سبب ہو پوچھ
افریہات.....
یہ جو کلمے تو کوٹن سے ہیں یہ بھائی میرے دوستوں
مگر ایک بات نہ بھولنا، یہ تمہارا گھر ہے، ارم نہیں
میں خطاب کرتا ہوں دور دور میری بات ہوتی ہے دور
میرے سامعین کی خیر ہو، مجھے احتیاج کلم نہیں
جہانرشد.....
قدموں میں چھٹن مٹی، مگر بھی قریب تھا
پر کیا کریں کہ کب کے سفر کی عجیب تھا
لگے اگر تو چاند روئے میں رک بھی جائے
اس شہر ہے چراغ ہیں کس کا نصیب تھا

تانیہ نصاری.....

ہمیں یہ دیم کہ ہم حسن کے معور ہیں
آئیں باز کہ تصویر تو ہماری ہے
افریہات.....
مج سے تخت نشین شام کے مجرم ٹھہرے
ہم نے ہلے بحر میں نصیبوں کو بدلے دیکھا
تانیہ جہاں.....
کیا ملا ہم کو، یہ نہیں معلوم
واقعہ یہ ہے، چاہن ہری کرے
اک دو ہلے ٹار کیا کرتے
ان پہ قربان عمر سدا ہے
ایمانا.....
ہے تعلق تو ایک سادہ لفظ
پھر جو بھی ہے وہ ہلا میں ہے
کب سے میں نے پلک نہیں کھلی
کوئی اچھہ میری نگاہ میں ہے
طیہ سید.....
بربادیوں کا جائزہ لینے کے واسطے
وہ پوچھتے ہیں حال میرا کیا ہوگی
حمید آباد.....
کل صبح کے پیلے سے فریدے کے ٹکڑے
جو موم کا چٹا تھا وہ گھر تک نہیں پہنچا
گہری تہاب.....
بچے بندھے ہیں اچھہ گھر کا شرط ہے سزا
کس سے کہوں کہ باؤں کا کلمہ کلام دے
بشری عابدی.....
حساب عمر کا اتنا سا خوشوارہ ہے
جسمیں نکال کے دیکھا تو باقی سب شہادہ ہے
عائشہ پروین.....
جہاں یہ ہیں مگر اک حرف فکری کے لیے
زندگی ہم تیری دلیہ پر آ بیٹھے ہیں
سمیہ کنول.....

دفا کی جگہ مت لڑنا یہ بیکار جاتی ہے
زمانہ جیت جاتا ہے محبت ہار جاتی ہے
ہمارا تذکرہ چھوڑو ہم ایسے لوگ ہیں
جنہیں موت کچھ نہیں کہتی تھالی ہار جاتی ہے
شبنم حنیف.....
اسے کاش کہ سو جائے یہاں نور کی بارش
ایمان کے سینوں پر بڑی گرد بھی ہے
سیدہ لوطا.....
میں کیسے ٹھنکوں گے غیر کو اپنا بنا ہوں
یہاں کا ڈاکٹر بنو جس میں جادو سکھاتا ہوں
مجمہ شمس گل.....
ہم سے کیا جرم ہوا جس کی سزا پائی
میرے لئے میں اس شخص کی چھٹی آئی
عابدہ منٹل.....
ماتہ ذرا کون سی بھلے کر آیا جنوری
تم تو کہتے تھے بہت دیران ہے دہر
فازرہ جی.....
کننا رویا تھا میں تیری خاطر
اب جو سوچوں تو ہنسی آتی ہے
راؤ تہذیب حسین تہذیب.....
کون سے دل سے تاناں حال دل؟
آئے دن اک ڈر تازہ دل میں ہے
جس قدر مشکل میں تھا میں ہوں دوستو!
اس طرح بھی کیا کوئی مشکل میں ہے؟



علیہ دین تیل گرم کر کے اس میں ملو پیسٹ اور زعفران
بجری ذال کر دو منٹ نکالیں۔ سڑا شلہ مرغ پاؤڈر کو بھی
ہری چائے سفید مرغ پاؤڈر سیاہ مرغ پاؤڈر پائینر تک مک
اسپیج کھینچی، فرنی کے سوسے اسپرٹس سو اساس اور مل
سای ذال کر دو سے تین منٹ نکالیں اس میں کال کر چپ
کے ساتھ گرم گرم ہر کریں۔

چکن کنٹکس گاؤلٹ سانس
عاشیلم..... کراچی

شبانہ۔
چکن کافر
آلو
اورک لیس پیسٹ
جیات لال مرغ
فائز
پانی ذال کر پیسٹ مائل (س)
تک
ہری مرغ چیں
اڈا
تیل
دہی
لہسن کے جوئے
(چلی لیس)
کریم
ترکیب۔
آلو پانی کر تیل کریں مرغی کے لیے کو بھی کھالیں مرغی
کے لیے میں آلو اورک لیس پیسٹ کوٹ کر لال مرغی لٹا کر
تک دو ہری مرغ میں چیں کرکس کریں اور ایک اڈا ڈالیں کر فو
پر میں ذال کرکس کر کے کال لیں اور کھن لسانی یا کوالی
میں دھپ دے کر ذال کریں۔
دہی کو باریک پڑے میں لٹکا کر اس کا پانی نکال لیں
اب اس میں کھلا ہوا گھسن کریم تک اور بھی ہوئی پیسٹ
مرچوں کو بھی کرکس کر دیں اور دھراس میں ساں کو کس کے
ساتھ لگا کر کھائیں۔

ایک فلاؤ سوپ
ایک کھانے کے پیلے
دوپک
ساتھ عدد
ایک کھانے کا پیچ

ترکیب۔
آلو پانی کر تیل کریں مرغی کے لیے کو بھی کھالیں مرغی
کے لیے میں آلو اورک لیس پیسٹ کوٹ کر لال مرغی لٹا کر
تک دو ہری مرغ میں چیں کرکس کریں اور ایک اڈا ڈالیں کر فو
پر میں ذال کرکس کر کے کال لیں اور کھن لسانی یا کوالی
میں دھپ دے کر ذال کریں۔
دہی کو باریک پڑے میں لٹکا کر اس کا پانی نکال لیں
اب اس میں کھلا ہوا گھسن کریم تک اور بھی ہوئی پیسٹ
مرچوں کو بھی کرکس کر دیں اور دھراس میں ساں کو کس کے
ساتھ لگا کر کھائیں۔

نامہ اور لیس..... لاہور پیسٹ
اداک اور معجلہ

شبانہ۔
چکن کھانے کے پیلے
ایک عدد میاں
ایڈا
ایڈوڈ
سفید سرکہ
سفید مرغ
ریں کو چورا
ایک کپ
اورک (باریک کٹی ہوئی)
تک
ترکیب۔
چکنی لاد بھی طرح صاف کر لیں اس پر تک اور سرکہ لگا کر
پندرہ تین منٹ تک رکھ پھوڑیں پھر اس پر سفید مرغ سو یا
سای اور پیسٹ لگا کر چار گھنٹے کے لیے رکھ دیں تاکہ پاز
اس میں نکھار جائیں۔ اڈا پیسٹ کر چکنی کا ایک گلو پیسٹ
میں پھر اس کے جوئے میں ڈال کر فرنی کریں چکنی کو کس میں
کال کر اور اک چمکر کر چیں کریں۔
عاشیلم..... اورنگی کراچی

ایک فلاؤ سوپ
ایک کھانے کے پیلے
دوپک
ساتھ عدد
ایک کھانے کا پیچ

ترکیب۔
آلو پانی کر تیل کریں مرغی کے لیے کو بھی کھالیں مرغی
کے لیے میں آلو اورک لیس پیسٹ کوٹ کر لال مرغی لٹا کر
تک دو ہری مرغ میں چیں کرکس کریں اور ایک اڈا ڈالیں کر فو
پر میں ذال کرکس کر کے کال لیں اور کھن لسانی یا کوالی
میں دھپ دے کر ذال کریں۔
دہی کو باریک پڑے میں لٹکا کر اس کا پانی نکال لیں
اب اس میں کھلا ہوا گھسن کریم تک اور بھی ہوئی پیسٹ
مرچوں کو بھی کرکس کر دیں اور دھراس میں ساں کو کس کے
ساتھ لگا کر کھائیں۔

ایک فلاؤ سوپ
ایک کھانے کے پیلے
دوپک
ساتھ عدد
ایک کھانے کا پیچ

نامہ اور لیس..... لاہور پیسٹ
اداک اور معجلہ

بیوی کا پیسہ روبین احمد

کاجل

ماہرین پیشہ کا خیال ہے کہ کاجل سے کھوں کی
خوب صورتی میں اضافہ ہوتا ہے اور خفیت کا کھاراجا سکتا
ہے پرنے دور میں کاجل صرف گلو اور سادہ طبیعت کی
خون میں استعمال کرتی تھیں لیکن یہ فیشن مدت اختیار کر چکا
ہے۔ آج کل کاجل کا فیشن ان ہے اس کے ساتھ ہی
کاجل کی جگہ پر پل اور براؤن آئی فیل سے کھوں کو
سمانے کا فیشن بھی زوروں پر ہے مگر خیال رکھیں کہ
آکھوں پر جو بھی کاٹیکس استعمال کریں بہت احتیاط
سے اور معیاری استعمال کریں۔ کاجل آکھوں کے
اوپر طرف میں لگا کر کھوں کے تھوڑے لگا لگا یا جاسکتا ہے۔

سب سے پہلے کاجل آکھوں میں لگائیں پھر
آکھوں پر پکوں کے بال کر تریب آئی لائنز سے پکی لکیر
کھوں کے بال بعد آکھوں پر کپڑوں میں حاجت سے
ای رنگ کے آئی شیڈز استعمال کریں جو رنگ کپڑوں کا
ہو سکتا ہے شیڈز دیکریم پاؤ اور اسٹک تینوں میں دستیاب ہے
اگر آپ چاہیں تو دو تین شیڈز ملا کر "ایڈیٹڈ" کر کے بھی
لگائیں یہ پھر پانی لائٹ کر دے س آکھوں کو مزید دلکش
بنائیں مگر گلو اور طاقت ریا ت میں مگر یہ شیڈز اور بیوی
میک اپ سے پرہیز کریں آپ غریب ماہر پروف مسکارا
لگا کر اپنی چاکلی کو کھنا اور کرا لگے دیں۔ مسکارا کے دو کٹ
کریں اور کوٹش کریں کہ دوا پر میک اپ اور خاص
طور سے مسکارا اور لائٹر واٹر پروف استعمال کریں سب
پارٹی آتی ہے رنگین مسکارا کی تو جناب رنگین مسکارے
آکھوں کی قدرتی خوب صورتی جھین لیتے ہیں اگر آپ
کی ٹیکس سیاہ رنگ کی ہیں تو سیاہ مسکارا ہی استعمال
کریں۔ آکھوں کے بال کر تریب جو چیز موجود ہے وہ
ہیں بیویوں اگر گر دیا جائے تو خوشی اس پھر میں نظر آتی

ہیں کہ بیویوں اس قدر پک کر لیں کہ بالوں باریک
ہو جائیں مگر اس کے نقصانات سے وہ اور بکھلت ہیں۔
بیویوں مگر ایک کے بعد باریک تو ہوا لیکن ہیں مگر وہ پھر
بھرا نظر آئے لگتا ہے اور بعض اوقات چہرہ جھمکے نظر
آئے لگتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ آئی برڈز کو ایک ماہل
مدد کر خرید کر دیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ
خود آئی برڈز کو پکے سے پک کر لیں مگر اس کام کے
لیے بہت اور احتیاطی تدابیر ضروری ہیں۔ آئی برڈز کو آئی برڈ
چم سے مگر کرنے بھی کوٹش کی جاتی ہے جس کی وجہ
سے بعض اوقات بیویوں معنوی دیکے بھی ہیں آپ
اپنے پاس آئی برڈ بھی ضرور رکھا کریں تاکہ بہ وقت
ضرورت خود آئی برڈ چم کر سکیں۔ آئی برڈ کو آئی شیڈز
سے بھی سنوڈا جاسکتا ہے مگر خاص تقریرات اور مواقع مگر
ہر ایڈا بلاشیڈ لگا کر لکھیں بلکہ باڈو ڈاکر کے آئی شیڈز
سے سنوڈا بہتر ہے۔

آکھوں کیلئے اسمو کی میٹ اپ
چہرے کے تمام خدخال اپنی جگہ خوب صورتی اور
اہمیت کے حامل ہیں مگر آکھوں کو ایسے جیسے تصویر میں
رنگین دنیا میں نظر لگتی ہیں اور رعنائی اپنی ہی بدلت محسوس
کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے تو آکھوں کو بہت سے میک
اپ کے انداز سے مزین کیا جاتا ہے بھی صرف سر
لگانے سے ہی آکھوں کا میک اپ ہو جاتا تھا جب کہ
آج کل چہرے کو سنوڈا سے لے کر سب سے زیادہ فو
اور وقت آکھوں پر صرف کیا جاتا ہے۔ آکھوں کو
کرکس اور زیادہ نمایاں کے لیے کالے سرنگی براؤن اور
فرزی رنگوں کے آئی شیڈز کے استخراج سے اسمو میک
کیا جاسکتا ہے۔ آکھوں کو مستند چہرہ ذیل طریقے سے
اسمو کی ڈیا جاسکتا ہے۔
سب سے پہلے چہرے پر فاؤنڈیشن کی میں لگا کر
آکھوں پر ریلے پڑے ہوں تو آکھوں کے رفاؤڈیشن
لگائیں تاکہ ریلے چھپ جائیں۔ فاؤنڈیشن اس طرز
لگائیں کہ زیادہ نمایاں نہ ہو۔

”اب کافی آئی لائز پرنٹل سے انھوں نے خدا مخل کو
نمایاں کرکے یار ہے کہ یہ آؤٹ لائن پینوں کے اوپر
پنوں کے ساتھ لگائیں لیکن لائز کی طرح لکیر نہ پھینکیں
بلکہ اسے پھیلا کر لگائیں۔
بھنڈوں کے نیچے کی جگہ کو سفید اور سوراخ کے شیزر
سے بالی لائٹ کریں۔
آئی لڈ پرنٹل کے ساتھ خوب ہائیں بنیے خوب زیادہ
بڑی نہیں بنائی جائے پھر پرنٹ کے ساتھ سر کی رنگ کا شیزر
اس سے پر پھیلائیں، آٹھوں پر اس کی میک اپ کے
لیے شیزر برش کے بجائے آؤٹ کی مدد سے زیادہ صفائی
دے سکتے ہیں۔

اب کافی لائز لگائیں آئی لائز انھوں کے ساتھ اور
خوب کے مطابق لگایا جائے اگر انھیں چھوٹی ہیں تو
باریک آئی لائز لگائیں بڑی آگے ہر موٹا لائز نہ بنے گا۔
آٹھوں کے اطراف میں خصوصاً کونوں پر سر کی شیزر
دوبارہ سے لگائیں اور اسے آؤٹ کی مدد سے اچھی طرح
پھیلا دیں۔

فنکشن دینے کے لیے آٹھوں کی اوپر کی اور بالی
پنوں پر کالے رنگ کا مسکرا لگائیں۔
آٹھ آپ آؤٹ کی مدد سے آٹھوں کا میک اپ
کریں گی تو وہ زیادہ بہتر رہے گا اور زیادہ دیر تک
آٹھوں پر ٹھہر سکے گا۔

آٹھوں پر آئی لائز زیادہ نمایاں ہو رہا ہو تو اس کے
لیے لائز کے اوپر ہلکا سا کرے شیزر ڈیج دے دیں آئی
لائز لگا دو جائے گا۔

آٹھ آپ نے آٹھوں پر شیزر نہیں لگائے صرف آئی
لائز استعمال کیا ہے تو اس صورت میں ٹیس پاؤڈر کی مدد
سے لائز کم کیا جاسکتا ہے۔

آٹھوں کا میک اپ کرتے وقت اس بات کا خصوصاً
خیال رکھیں کہ رات کا فنکشن ہے تو آٹھوں کا میک اپ
نمایاں ہونا چاہیے۔
اگر آپ دن میں کسی پارتی میں جا رہی ہیں تو آٹھوں

کے لیے ہلکا میک اپ بہتر رہے گا۔
اگر آپ ڈانک اس کی شیزر نہ بنی (سر کی اور کالا) لگانا
پسند نہیں کرتے تو آپ کمرے ہز پیلے اور ہر دن رنگ کے
اجزاج سے ٹھیک سے لکھیں کو سلی لکھ سکتی ہیں۔

کنسیلو
کنسیلر کا استعمال اس کی تیاری میں خیانت نہ کریں اور
اگر کرتے ہیں جلد کی خاموشیاں پوشیدہ رکھنے میں کنسیلر کی طور
پر ہیانت معادن ثابت ہوتا ہے۔ جلد کی مسابیت اور رگت
کا خیال رکھتے ہوئے کنسیلر کا انتخاب کرنا چاہیے ہر
پیشہ کار کا خیال ہے کہ کنسیلر آپ کی جلد کو خوب صاف اور
رہائی عطا کرنے کے لیے فاؤنڈیشن سے بھی زیادہ مددگار
ثابت ہوتا ہے۔

کنسیلو کے رنگ کا خیال رکھیں
کنسیلر خریدتے وقت سب سے پہلے رنگ کا خیال
رکھیں اور کوشش کریں ہمیشہ ایسے کنسیلر کا انتخاب کریں جس
کا شیزر آپ کی جلد سے قریب تر ہو مگر ہاتھ کی پشت پر
چمک کر لیا جائے کہ کچھ ہوا ہے یا نہیں اگر فرق محسوس
ہو یا پھر کرے بارے میں آپ کا ذہن مطمئن نہ ہو تو پھر بھی
کی جلد پر چھائی جانے کی کوئی مضائقہ نہیں لیکن ہر طرح کی
طرح جانچ کرنے کے بعد ہی کنسیلر کا انتخاب کریں۔ یاد
رہے یا سب سے کنسیلر کم ہوتے ہیں جو خاص قسم کی جلد کے لیے
ہوتے ہوں، کنسیلر مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں
بعض میں موثر ریزر اور سن اسکرین ہوتا ہے یا دوسرے کہ
فاؤنڈیشن کے برعکس کنسیلر کو صرف چہرے کے کچھ
مقامات پر ہی لگایا جاتا ہے۔

(جاری ہے)



سیکشن خلیل

ایمان وقار

لحم

اسے چلے جانے والے سال
تھے کیا کہوں مجھے کیا کہوں
تو گزر گیا.....
ٹو گیا.....
میری اس رتوں سے کیل کر
میری مہارتوں سے کیل کر
کہہ کر دے کی کہ تم مجھے
خود دیکھیں کہ کڑوا
تھے ایسے آنسوؤں کا درودوں
پانی آست پر چھوڑ دوں
کہنا آئے والے سال سے
مجھے خوشیوں سے تو ڈرے
گزر گئے یہ شہنشاہ کی زندگی
ان آنسوؤں کی تاب میں

چشم کنول..... پیا پھیلا حافظہ یاد
لحم

جہنم معلوم ہے جاہاں
برساک ہو چٹا ہے.....
تہا رہے سن.....
تہا رہے سارے سداوں کو
تہا رہی ساری قسموں اور
باتوں کو.....
کے برسوں کی دیکھ نے کیا ہے
سنے اس سال میں جاہاں
کہو اب کون سی خوشی ہے اب کون سی
تہا رہی لذت سے امید کھٹے سے کیا حاصل؟
تہا رہی باتوں کے کہہ میں جو ہم برسوں سے کھٹے ہیں

اس مضمون کا باب کے برس ختم کر ڈالو
یا سب سے سداوں اور دھوکوں پر عمل کرلو
یا.....
کہہ صاف کہ تم نے
اب تلک جو بھی کہا ہم سے
نقطہ چھوڑنا اور سدا کا کیونکہ
سنے اس سال میں نام نہ
تہا رہے سارے سداوں اور دھوکوں اور باتوں کو کون کرنا ہے
اور نیساں اب کبار
خوش ہو کر مانتا ہے

سہاگل..... دیم پر دھن
تیری ہمدت

کیا کیا ہے کہ
کہوں تھو کہ
نمایاں بھلا میں
سے کیا کی دہی سر کی
سے دہی ہو کہ کا کام
سور کی دہی یا جس سے
پھولوں پر خوشیوں میں
آؤ کچھ ہیں..... سن
میرے مضمون میں کیا ہیں
اضافہ پر ہائے ہیں
میرے نہیں نصف
ہاں دہی کی دہی ہیں
دہی رات میں ہیں یہاں تو.....
کیا کیا ہے یہ بتا چھو
سنے سال ڈراؤ.....
تو کیا ہے تو بول ڈال
یہ کرکشی ہوا میں
ہاں کچھ یہاں تو
ہاں یہ دہی رات چلے دے
نی نہیں دکھا
دہی شام افلا

ورنہ سگان کو
منکر رکھیں
جہت تیری
تجھے جیسے کی سال
یہاں دیکھ پکے ہیں
ہندہ ہی بدلتے تھے فصل

سب تھو کا کھاد
تیری جھولی میں گئی اب میرے لیے
حضرت نہیں
اب ڈھکی چلا جا کر
بلکتے ہوئے بہت
صدیوں سے جے جاتے ہیں
نئی بات نہیں ہے
تیری جہت اے سے سال
تجھے ہی ہو... مہارک
تجھے ہی ہو... مہارک

نورین سگان سرور... ڈاکٹر سیالکوٹ
نیاسال

ہر ادا میں تیرا تپا ہے
دکھ درد بہت ہے جانا ہے
یہ سال غایب تپا ہے
اوس کی کوہیں اڑتی ہیں
بہنوں کی آہ روتی ہے
کسی بیٹے کے جہاں کے بیٹے پر
خاک کی کوئی گنتی ہے
لاں کرتی ہے تین بہت پر
نورین سگان کی گنتی ہے
کیا کہاں پر لگ جاتا ہے
ہر ادا میں تیرا تپا ہے
یہ سال غایب تپا ہے
تجھے دہشت گردی کا لوت دار
اس ملک میں ہے کھانا آزار
سبزی وٹا ہل اور دھلائی

پھر دل ہو یاد رکھا جاو
عمر اوس کو کوئی گنتی نہیں
اس کے لیے نہیں چکھائی خوشوار
جنگلی سے کرب مہارک ہے
یہ سال غایب تپا ہے

نورین انجم... کراچی

اس جنوری میں
وہ مجھے ہوا میرا نگہی
وہ جب میرے تھے
وہ یوں سناتے تھے
اس جنوری میں...
وہ درختوں کے سائے
میں بیٹھا...
وہ دل جھڑا ہے تھے
ساتھ ہمارے
وہ مانا نے لگے
اس جنوری میں...

ایم ظفر... جالندھر

فران
محبت میں دست دعا کھینے والو
محبت کو سمجھ دنا کھینے والو
درا خود بھی اس پر مل کر کے دیکھو
بھی زندگی کو وفا کھینے والو
زمین پر تہجد کی حکومت رہے گی
کھا تک یہ خود کو خدا کھینے والو
فلس میں پندے مرے جا رہے ہیں
کہیں چھپ گئے ہو کھینے والو
میری زندگی کا خدا میرا ہے
ہلا ہو تمہارا سزا کھینے والو
قصہ میں کس قدر خوب صورت لگی ہوں
فرق کی قاتل اما کھینے والو

فرخہ فری ہندلی... لاہور
دکبر

کبے تاکوں کہ میرا کیا ہے
دکبر نام سے لڑتے کا
رستے ہوئے رشتوں کا
چمڑے ہوئے لوگوں کا
دیکھ ہوئے رشتوں کا
دلتی ہوئی آنکھوں کا
دور میں ڈولی سائوں کا
خرابی ہوں یادوں کا
دل بچتی تھی خالی کا
دہلی دل کا
کرلائی تھناؤں کا
تین کرلی دکاؤں کا
پتھر تیرا چاتوں کا
نورے ہوئے غموں کا
صحن سے بھر دھڑکن کا
دھڑولی دکاؤں کا
نورین نام سے
برختم کے ساحلوں کے گھر جانے کا

لکھتے تھن... سطل

نیاسال مہارک

پھر سے تھے برس کی آند کا بول بالا ہے
ہم نے بے ساختہ انھیں سے دل سنایا ہے
یاد رہی ہے ہر خند کھینے جنگل سے آئی
اس ہے وفا کی اک صدا نے دل دکھایا ہے
وہ ہے وفا جو روح دواں تھا چاہت کی
تھے کہتے تھے وہ چری زیت کا سارہ ہے
کھے رشتوں کی دھن سکرائیں لے کر
میری آنکھوں میں وہ دھن سا آسمان ہے
تھے برس کی پور دور صدائیں سن کر

میں گزرا ہے کہ اس نے مجھے بلایا ہے
ہاتھوں میں پھول اور آنکھوں میں محبت لے کر
وہ سرپا سماعت بن کے آیا ہے
پر تو اک گل ہے قصور ہے اک چھلکا ہے
یہاں بس تھاپی ہے میں ہوں اور میرا سایہ ہے
بیٹے لکھوں میں اس کی آند کا وہی اک کر
چری آنکھوں میں لکھوں کی پاڑ لایا ہے
میں اس نے کہا تھا ہے ماں مہارک مجھے
آج وہی ہند میری ساتوں سے کھلیا ہے
وہ چاکا ہے پر اس سے جڑی رسوں نے
ہاما میرا ضبط آزمایا ہے
وقت کی ڈگر پہ آج تھا کھڑی ہے اتم
اس حقیقت نے مجھے آج تک دلا ہے

انجم زہرہ... ملتان

اسی سال میں

دیکھیں گے اس سال ہماری
کتنی خوشیاں پھری ہوں گی
دیکھیں گے اس سال ہمارے
کتنے سماجی چمڑے
دیکھیں گے اس سال میں
خواب گر کے بیٹے چارے
اسن دہشت گردی کا بار
نہیں حقیقت شاید ہمارے
اسی سال میں ہی اس سال میں
شاید کھولیں اس سال میں

پاکستان گول... پٹنہ پور
اکاش پریا

اکاش پریا
سال فارم
رشتوں کا حصول ہو
برکتوں کا تصور ہو
اس دور سکون ہو
میںوں اور شفقوں کا سایہ ہو

حضرت علیؓ کے نام
 بخاری حرا گردہ سے اٹھارے سال پہلے اجماع کو ختم کیا
 چنانچہ انہیں ذہبِ نیکوں کو کہیں وہ کہوں جو انہماک سے
 ہوں یہ یقین مائیں وہ لوگ ہم سے جدا ہیں ان میں سے ہر آدمی
 کہوں ان کی کیفیت میں کہ وہ محبوب ہیں میں ہر آدمی
 کو چاہتا ہوں کہ وہ اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ اس کے لئے
 ہوتا ہے جو آدمی سے اس وقت سے کہ اس کے لئے کہ اس کے لئے

[illegible]

اچھل دینی کے
 ذریعہ اچھل دیا زمین السلام، تمام سب سے پہلے تو سر میں
 اچھے اچھے لوگوں کو جوتا میں سے بہت بہت عیار کی ہوں اگر کھم
 سہاں کی ہوگی جو پانچ سو سال پہلے کوہِ نیا کی پہلی جگہ پر اپنے
 کوں جانی اور ہوں کے نام سے جانائی ہو تو میری ہڈی اور جنت
 آپ دونوں میرے جہن کے گھول ہو آپ سے بہت بہت عیار
 کر لی ہوں میں۔ اے! نیا نیا کھنڈ کیا کر تو کرست نام نہان پڑی
 ہے۔ جب کوں زمین السلام حائف۔
 جیانت نہب۔ ہاسمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ رب العزت کے پاک نام سے استعاذ ہے جو خالق دو جہاں اسرار میں دہا کا مالک ہے۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی اچھا نکلے گا۔ بہنوں کے لیے خاص طور پر سجایا گیا ہے اب دیکھنا ہے کہ کتنا سہوہاوس معصیٰ فی خیر کو آپ قادی نہیں سرائیں ہیں۔ اب بڑھتے ہیں بزمِ یتیم کی جانب جہاں آپ بہنوں کے قصہ خواندہ نجوم و حتملدار ہیں۔

[illegible]

☆ ڈیر طیبہ: اسی طویل غیر حاضری ٹھیک نہیں، ہم تو انتظار میں ہی رہے اب امید ہے کہ آئندہ ماہ سے ہر ماہ مکمل تہرے کے ساتھ حاضری دےں گی۔

اقرا امتنا..... سو گودھا۔ میری طرف سے کچل کے قاضی ٹیڈ رڈ اور پریس کیونجیوں کو براہ اسلام۔ اس وقت 25 تاریخ کو کلاں گھر کر کے چلے گئے۔ چھوٹی سی مسکراہٹ کی تھی۔ سب سے پہلے دیرہ آئی کی سرگرمیاں میں اہم آگئی میں شہرت منانے کی خاطر باہر منور علی بخٹی رشتہ آفتاب جاہاں کو پڑھا۔ ”پنجاب اور سال“ میں ساری اپنے اپنے مسائل سامنے میں صرف تھیں۔ وہ جو اس میں تھا قاضی اس کی شہرت کے ساتھ مل گیا تھا۔ جو وہ اس حال پر پہنچ گیا ہے؟ مسئلہ اور اس میں ”تیری ذلف کے ہونے تک“ نہ ہوا۔ یہ خوب صورتی کے پڑھا جاہاں کو کچل کے جوڑی کے اس طرح کی کزن کے تو نکل کی حالت دیکھائی ہوگی۔

میرے تھے کہ تم بہت بد دعا کے ذمہ لے آئے۔ وہ پہلے آگئی اور وہ میری جڑوں بنائے گئے۔ میرے کلاں کے ساتھ ایسا کچھ ہو کہ وہ ساری زندگی پار کرے۔ ”ایک بار کیر اجتار“ اچھی انٹرویو کی شہر سے میرے کلاں سلطان کا پتہ چلا۔ علی سلطان کو بھی انہیں کرا کے تھا۔ شاعر نے انشال کے جو قراہی دی ہے۔ انہیں قراہی کوئی کوئی

(افطرن)
 س: کھانے کی باتیں کرتا ہے؟
 ج: تو افطرن کا نام ہے اور کھانے کے لیے کرتا ہے۔ (افطرن)
 س: میرے بہت سے خواب لاورے ہیں؟
 ج: خواب کا عرصہ تو کل کیوں گا؟ (افطرن)
 س: میری کتاب کیسے ہے اس کا لال رکھتا ہے تو موسم پھی
 اچھا سا نہیں رکھ کر لے رہا ہے۔ جس سے نفا
 میں کھنکھاس رہا ہے۔
 اقبال: تو نیک سادہ صحبت..... سادہ کام پر موری
 فائزہ بھئی..... چلی

چہ انکا بھیلو کہ سینیا مٹکل نہ ہو اور انکا حاصل کر کہ
چھوڑے وقت تکفیف نہ ہو۔
چہ کم عورتوں کی پہلے باعث ذلیل کی۔
چہ کم عورتوں کی پہلے باعث ذلیل کی۔

میں کسی سے عام کھوں جو اکر کر رہے ہیں
 میرے شجر میں ہیں میرے لوگ میرے ہیں
 کوئی اور تو نہیں ہے یہاں کھجور آؤں گی
 ہمارے لہجے میں ہے یہاں کسی کھجور ہیں
 عاشق پرواز..... کرتی

[illegible]

سیدہ کنول..... مجھے کرکٹ کا سہرا
 اچھی باتیں
 ☆ حضورؐ کو کہتے ہیں کہ میں دیکھنے والا اپنے سوا ہر کسی کے
 چہرے کو دیکھتا ہے۔
 جو کمرہ کو بیات ہے
 ❖ جو کمرہ کو بیات ہے اس کے سامنے وہ دم لکھتی ہے بیات ہے جا
 توشتیں نے قبول فرسی۔ گاڑی بدھ مرغان
 گھر پر کتاب

☆ اگر کوئی شہسوار ساتھ بھاسلوک کرے اور کم کسی کے ساتھ اچھا بھاسلوک کر تو دونوں بھول جائے۔
بہن مصیبت سب کے لئے بہتر کن سوئی جس پر یاد سے ہلتی ہے۔

دوست دیکھے جاتے ہیں۔
 ہمارا چہرہ انسان وہ ہے جو کسی کار یا ہوا کا تھکے بھول جائے
 کسی کی بدن ہوئی خوشی بھولا سکے
 ہمارا دوست ہمارے لیے ہوتے ہیں اور چیزیں استعمال
 کے لیے بات چیت کرنی ہے جب چیزوں سے بیزار اور متوطن
 کا استعمال ہوتا ہے۔

خود چہرہ جو کھلی ہے کہ انسان کو خوف آتا ہے لیکر
 اندر مریخ کی تہہ اور زمین کے گہرے گہک ایک اعلیٰ رتہ پر سموتہ جا رہا ہے اندر مریخ
 قبر پر چہرہ کھم کھم کر کے ہے جتنا سکھائے
 خود چہرے میں انسان کے کرنے کے بعد بھی دفعہ رات کو
 جیسے سموتہ رہا ہے اور زمین کو کھسکا گیا ہے کھسکا رہا ہے۔
 جسے عزت تھی۔ کھلا کھلا ہاتھ منہ

yaadgar@aanchal.com.pk

دیتا ہے ہر لکھوت ناول "جنوں سے عشق تک" اس انسوری کے بارے میں کیا کہوں اس انسوری نے پہلی قسط سے ہی ایسے پھر میں بکھڑا ہوا ہے۔ شہرینہ اور اگن کی کمال کی جوڑی ہے۔ "آؤ پھول بتائیں" عنایتیہ بیہ صاف گو اور سچا انسان ہوتا چاہیے اس کا ہر صدمہ کی باتیں سننے پر مجبور کر گئیں۔ "زور محبت" اس انسوری کے کردار کی زبردست جیسے سچے دوست کا پیغام آئے ساری دہائیوں کے دوسرے کو پیغام دینے میں مصروف تھی۔ یادگار لکھنے میں روایت کوڑ معلومات میں اضافہ کرتی نظر آتیں۔ مغل خانہ خان اور عائشہ لکھنے کے نام پر ہم "اللہ عاشق" تسلیم سب کی تخلیق کا جواب دیتی۔ آئینہ میں شادی ہے ہاشم فاخر، بھٹی افرا آجٹ اور کمال کا تھوڑا سا خوب کرنا گم تھا ہم سے پوچھتے ہیں پھر یوں قتل کا شہرہ نہ بد چوریوں میں ایک شہرہ بادی کھل کے سوالات پسند آئے۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ سب کو خوش و خرم رکھے اللہ تعالیٰ۔

انفصاح احمد..... کوٹ سا رنگ۔ پیاری رانڈز ریڈ ریڈ اور شہلا آبی کو میرا سلام قبول ہوا چل اس دفعہ 27 کولہا نائل کر لے سال کا استقبال کرتے ہوئے بہت پیاری لکھ دیتی تھیں، لکھنے کا ہنر ہمیں کر پائی کیونکہ میرے چھوٹے پیارے چچا جان کی شادی بھی گھر میں ایک خوب صورت اضافہ ہوا مگر ڈائجسٹ پھر بھی پڑھ پھوڑا۔ سب سے پہلے مدد پر بھی کی سرگوشیاں میں محض دوستی کے دل کو منور کیا اور جواب آں میں قیصر نے اپنے خوب محفل جانی۔ دانش کدہ سے قلم پا ہوئی پھر اپنا سوسٹ لکھوت ناول "جنوں سے عشق تک" پڑھا شہرینہ اور اگن کی جوڑی زبردست ہے دونوں لکھ کر ہے ہیں محض مراد رہا ہے پڑھنے میں ای سے کہ نہ ترکہ یہ ناول کا کامیاب جائے۔ نازیبا آئی آپ کا ناول "شب جگر کی پہلی بارش" جس شخص کے ساتھ لکھے گئے پڑھ رہا ہے اس طرف بڑھتا رہے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" اشرار "دولت کی کرن" سے یہ انکشاف ہوا تھا کہ آبی زیادہ اور سادہ گو ایک کرنا پلیر ہمارے ساتھ بہت کرنا۔ نیا سلسلہ ناول "دل جو تک میں تھا" لاسٹ میں پڑھا اچھا ناول ہے۔ ناول دونوں بیٹھے تھے انسانوں میں "سجائی" "ناپ پر ہر" انکسور سلطانہ کے کمال کا ڈرنگ لکھا دل خوش ہو گیا۔ خاص دل میں اس کمال انجم انجم مولانا نے پیڑوں کے کشادہ زبردست لکھے۔ دانش قابلہ میں سادہ ریڈر پڑھ کر منہ میں پانی آ گیا۔ تیرنگ خیال میں سب ہی ناپ پڑتے۔ یادگار لکھنے میں مغل خانہ خان اور اگن ہر سادہ سچا لکھنے بہت کامیاب لکھا۔ آئینہ میں انشا علیا طالب اور افرا آجٹ نے میدان مار لیا ہم سے پوچھتے ہیں جہاں ہادی کب آئے گی آخر میں میری دعا ہے کہ نیا سال ہم سب کے لیے اچھا ثابت ہو آؤں۔ اللہ بھان و دعاؤں کا چل اور جواب دونوں کو بہت زیادہ ترقیاں نصیب کرے اللہ حافظ پا کستان زندہ باد۔

ہذا زیر تجرید اداؤں کے لیے جڑ کا لہا۔

سمیعہ رانی..... ملتان۔ تمام چل اسلاف اینڈ ریڈ ریڈ اور انڈر اور پیاری سی شہلا آبی کو تم جلدی کی عمری تین آٹھ سائے سال کے طلوع ہوتے سورج کا پیلا سلام قبول ہو۔ یہاں سائے سال کا سورج طلوع ہو چکا ہے جس کی روشنی میں بادلت جگر جگر کرنے میں مشغول ہیں۔ نائل کر پائی تمام تر مصائب و دکھائیں سمیت دل کے آئینوں میں جگہ پائی محض دوستی کے نورانی نور حاصل کرتے ہوئے بہنوں کی محفل میں انگری دی۔ نازیبا ہی اللہ آپ کے والد محترم کو کھوت کا مدد عطا فرمائے آئیں۔ انجہرہ خوشاں میٹھا آپ کے قدم چوں عمر و بوسنی اللہ آپ کو مبرک اللہ عطا فرمائے۔ دانش کدہ میں چھپنے آنا سب کا پیچھے آگے پڑنے کو دل ہے قرار ہوا خیر اللہ عطا فرمائے کہ دل کو لکھتی دے کہ مبرک کر اس تمام ایلا تعارف چاہوں بہنوں کا کچھ رشتہ آقا کتب اللہ تعالیٰ کی طرح بکھری رو پیچھے روئی کا ہاتھ میں بڑھا دیا آپ کا کلمہ میری دیکھنا ہے۔ دریا ہے ہم تک کا سفر کو کرتی ہیں گھر کے شہر جانے

کے لیے ہمیں کس بسا دواہن آگے تھے۔ سائے سال کا سورج حرافتیں اٹھایا طالب انجم کے سبک سبھی کا اچھا لگا۔ نازیبا ہی اللہ مبرک ہو کلمہ میری کر دین اور ہوا زان کو کھر عاں کے نام کر دین کب تک ہے چارے تجار ہیں گے۔ یاسین شاہ نشا لکھتیز ناول لکھ کر حاضر ہو کر میں یہ کیا دل پر ہاتھ رکھ لایا۔ قسط دار "قلمیں مبرک داس تمام لکھتے ہیں" جیسے "جنوں سے عشق تک" کے لیے تھا ہونا ہے۔ مصنف رحمان کے ساتھ ہم نے خوب پھول پھینکا جلدی کی پہلی دفعہ حیاہ بخاری کے سبک اچھی لگی بائی افسانے اور ناول بھی زبردست رہے۔ ڈرنگ لکھنے میں بہت خوب پھر ملنے سبک خراں سے تیرنگ خیال تک پیچھے جو کتاب میں صاحب من حرافتیں سائے سال کی آہ پڑا یمن بنائے قلمیں، ہم بھی ساتھ ہوئے۔ برن جہرہ مرغان اسید ہم نے کراب کے برن جہدی کو طویل راہیں رفت سفر باندی نظر آئیں گی اور جگنو کے دیے پھر ہل روشنی میں۔ دوسرے مگر اداسیاں پھیلنے سائے سال میں دیواریہ کڑ خالہ صاحب آپ نے مسکو یاد کیا مگر کبھی بھول نہیں ناں آپ نے تھا تھا آپ کے کیسے بھول نہیں ہوں پھر حال بھول نہیں ناں۔ کوئی کتاب میں یہ دم دینا ہے آپ سے بات کر کے براہم آ یا بھیجے یا سلسلے پر جو کھر لکھو اور کھوڑے سے ادھر سے رو گئے لیکن پھر بھی اچھا خاصہ پڑھ ڈالنا چل آئے۔ آخر میں آچل سے چھوٹا سا لکھ کر کیا آچل والے مجھ سے ناراض ہیں یا ہم غریبوں سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے جو میرا چوٹی دفعہ لکھا گیا دوست کے نام پیغام نہیں چھپ رہا۔ پھر حال بخاری محبت میں کی نہیں آئے گی ہم انجی پیارے چل سے دیکھی ہی محبت کرتے ہیں جیسی کی سال پہلے کرتے تھے۔ جادو پر عاں محترم و بوسنی و کلمہ میری (ہادی مرزا) ساتھ سکندر سومر اور انشا علیا طالب انجم و نلیم ان سب کو کھتی دفعہ دونوں کا پیغام بھیجا مگر اسوں میں کب تک ایک ماہ رہا کیا رشتہ آخر سر کدہاں اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں زندگی بھر تو پلے رہیں گے اللہ حافظ۔

میزاب..... قصور۔ السلام علیکم شہلا آبی کیس ہیں آپ؟ آچل ریڈ ریڈ اور انڈر ہمارا چاہتوں ہمارا سلام قبول کیجیے۔ اس ماہ کا چل زبردست تھا سب سے زیادہ مجھے ہاں پسند آتا آف ڈال کے پڑے جیوری ایک اب میرا سوال کمال کا تھا جی میں اینڈ ٹھیک جی ٹھیک اس لیے کہ کمال کو میری دل خوش ہو جاتا ہے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" افرا آجٹ آپ کا پانچواں کو لکھ کر کے چھوڑیں گی اتنی انجمنیں اس کے چھوٹے سے درج میں ڈال دی ہیں جہاں اللہ ہی دم کرے۔ اس جی سنوں میں نول کے قلاب کا نشانہ نہ کی۔ "شب جگر کی پہلی بارش" بہت اچھی جلدی ہے نازیبا ہی اللہ یاد آؤں کچھوں میں ڈال دی ہیں۔ شہرہ کے لیے عبد الہادی ہی ٹھیک ہے پلیر دیکھنا اور میرا کلمہ میری جوڑی بیٹہ ہے۔ "جنوں سے عشق تک" اتنا جنوں سے عشق میں تیرے پہلے ہو گا ہاں شہر جانے کے لیے کہتے ہیں۔

بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں
دل کی برادری کے آثار نظر آتے ہیں
باقی سارا کچل بیٹہ ہے ابھی پڑھ دی ہوں تو دیکھا ہے ناں میں ڈرا خوش سے پڑھتی ہوں کہیں جلدی فتم ہو جائے۔ زندگی رہی تو عمارت اللہ ہوئی اللہ کرے 2018 دہائے کے لیے خوشیاں اسن اور سکون لائے آئیں۔ اللہ پا کستان کی حفاظت کر اور تمام مسلم ملک کی حفاظت فرمائے ہر ماہ کے مسلمانوں کے لیے دعا میں۔

اسماء صدیقیہ، لہجہ مصوری..... خانیوال۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امیرہ آپ سب بخیر تھیں ہوں گے کمال اچل اسراں کی فراز کی صوفی سلامت کھتی پیاری ہیں نازیبا پاکستنی سے لے کر کھت کر دیا ٹھیک ہو پیاری بہنا (آندہ کی ٹھٹ کھتی رہنا)۔ پھر کمال خاور میرا شہلا آبی آپ کی سرگوشیاں

میں سروپے بیٹھے تھے کہ راجا کب سے چوک پڑے چاہے کیوں؟ پیاری! آپ نے کہا: ”میں نے فخری سال کی ہجیرا میں ہارک بادہی چاہے) آپ کی ہم آئندہ سوائے اسالی سال ہم الحرام میں مبارک بادوں کے ضرور دان شاہ اللہ! کیوں تاہم بلا تفریق ہمیں اس کے بعد حضرت سے دل کو مستند کیا اور شاہ کدہ سے دانائی کے موتی بنے اور چاہیے ہمارا دل چل میں تقریباً سب ہی تعارف اچھے گلے کمرسب سے اچھا تعارف حضرت حمایت کا لگا۔ سروے میں جھاک کر دیکھا ہر عزیز راہنہ حرا قرین صاحب بلند بالا مسند پر براجمان تھیں (کاش ایسا ہو کہ میں آپ سے مل سکوں) پھر آئے سلسلہ دار بادل کی طرف ”تیری زلف کے سر ہوئے تک“ اب کی بار تو انداز ہی عجیب تھے اسے حیرت ہو رہی ہے نفل اور یہ بیٹے بدولت میں ہمدردی اور گمان کا پیدہ ہوا کہ یہ سارا کرلیٹ یا لی افراتو کوئی جاتا ہے چہاں لہا راکو انشراح کی بجائے لایب کی نالی ہوتا تھا۔ اوسان خطا ہو گئے انشراح جوسف صاحب کی بنی ہے شکر ہے سودہ کے دھم مندل ہو گئے۔ ”شب جبرجی پہلی بارش“ خوب اسٹوری چل رہی ہے میرا تو آج جلد از جلد شفا صاحب ہو جائیں آزادیاں کرے افرامی انکس جانی۔ تاہم 2017ء کے مس سائز سے میں ستر ہوئی وہ آپ ہیں اس ڈائجسٹ سے غلط کرنے کا سبب آپ کے بادل کی پہلی قسط ہے اللہ آپ کے والد صاحب کو صحت کاملہ دے آمین۔

پانچویں سیدہ کی طرح یہ میام کہاں غائب ہو گیا ہو؟ آپا حبت کا جو دیا اور دکنوں کتنے صاحب سے دو چار ہوئی مگر دکن جان سے پلٹ کر خبر تک نہ لی۔ میرے پاس سے گزر گئے میرے بادل تک نہ لی۔ جنوں سے تم شکر کے صاحب کارو یہ قافل حسین ہے احساس تیری کڑی شکاک شہر یہ بخت خوں میں بند ہو چکی ہے۔ لگتا ہے آگن شہرینہ کے پیچھے مری چلا جائے گا وہاں خوب اندر غنڈنگ ہو جائے گی۔ افسانے اور ادب بھی خوب تر تھے ”دہ جواک میں تھا“ پانچویں شفا صاحب بہترین بادل موضوع کا چناؤ منفرد انداز تحریر الفاظ کو بات چاہے باندھے کڑے ہیں۔ لفظ لفظ سے ادبی چاشنی تھک رہی ہے بہت کچھ کسما کسم“ ”ادھنے بول میرے رب کو پسند نہیں لفظ“ ”میں“ میرے رب کو یہ دیتا ہے۔ ”ایق بادل کا شہریت سے انتظار ہے گا“ ”وہ ایک بلی“ ایمان قاضی ایسا کہتا ہے جانے دو گا مکمل ڈائجسٹ پر فوٹیت آپ کی فکر کو حاصل نہیں جنوں جوں جوں برستے گئے دوٹلے کڑے ہوتے گئے کمر جوں ہی اختتام ہوا گرم سیال کا احساس ہوا۔ پیاری سائرا پر آپ کی تحریر نے دل کی تیرانی کی ایسا انا قافل چھوڑا جو شاید تا عمر بدام نہ ہو سکے۔ ہمارا دل تو مینا ندوی کا درد دیتا ہے نہ جانے ہم کیوں شدت پسند نہ بن گئے ہیں۔ اللہ بھان وعلی آپ کے لقم میں برکت عطا فرمائے اور اصلاحات آج کا شہریت سے آپ کا انتظار ہے گا۔ ”مسافت“

صدف صف بہنا کی ایک پیاری تحریر جو عزیز کی محبت میں پھر پڑوئی ہوئی حاصل مطالعہ ہی اور دہا رکہ انداز صدف انداز عجیب سا لگا (مگر اسرار مختلف گئے جوں جوں پڑتے گئے)۔ ”کوئی تلاء نہ کہ“ ۱۱۱۱ ہی سی سی۔ یوں لگ رہا تھا ہمارے گھر کی روداد ہو۔ ہماری ادا جان بھی ہماری بھائی خانو جو بلی میں ماں کے رتبے پر فائز ہوئی ہیں دنا فوٹا نساہک میں ماں اپنی بیٹی ہیں بیکلہ دوا دھر سے کن کر اھر سے کلان دے دے چارہ رہا ہے لی دونوں گھروں میں نشتر شش بنا ہوا ہے۔ صدف رحمان خیاب بھاری ناماد ملو کی محبت کے انوشہ شے میں گندگی کا جواب تمہارے ہیں۔ آئینہ اخلاط غلابا ”خیم پڑا ہوا خاشہ پرویز اکرمل اتر آجست کے پیارے پیارے تبصرے اچھے لگے افرآ

آپ کا شعر ہے ”نے آئی یاد لگا۔ میں جوں جوں نہ بدیکر کھو کھوایا بیوٹہ لی سمری ہے آپ کی۔ ایمان قاضی! میں نے آئی یاد لگم کی سالوں کے متعلق جوں سے لیندہ میرا ہے۔ آئی یاد نہیں لی ہوا میرا پرویز دنا قائم ہے۔

چوٹی کا گائیڈ سے ہماری کیوت کی کرن نے خوب ناکہ دھا کیا ڈاٹر میں لگا کر چڑ لی ۱۱۱۱ دوست کا پیغام آئے خوش نصیبوں کے نام بنگلہ گھر ہے تھر ہم خوش نصیب ہوں گے جب ہماری پیاری دوست ہمارے نام چند

چل کر کے آئی مس پوشیدہ صاحب اللہ رب العزت کا چل کر کو خوش حالیاں نصیب فرمائے دن دگنی رات چوکی تری عطا فرمائے اور اپنی رحمتوں کا سایہ فرمائے آمین۔ خوش رہا آپ سب وکھو کو بھی زندگی کا حصہ کچھ کر کنور کر دیں! اپنا خیال رکھیے گا دکھائی کی درخواست میں اچھا سب جات اللہ حافظ۔

۱۱۱ پیاری اسما! تمہارا تہرہ بے حد پسند آیا آئندہ بھی کمال میں شامل رہیے گا۔

شبنم حسین۔۔۔۔۔ لاہور۔ السلام علیکم امیر ہے سب خیریت سے ہوں گے آج کل یکم کو ملازمہ ورق پیارا تھا سب سے پہلے جو دعت سے دل کو سونو رکھا۔ یادگار ہے ہمیشہ کی طرح دل پر اثر کر گئے آئینہ میں خط شوق ہے برحق ہوں اگر اپنا بھی شامل ہو تو شوق پڑے پڑے بڑھ جاتا ہے۔ عمل بادل میں ایمان قاضی کا ”وہ ایک بلی“ ”بر دست تھا۔“ تیری زلف کے سر ہوئے تک“ بھی اچھا رہا ہے لی بولی کے دل میں انشراح کے متعلق جو غلط فہمیاں ہیں وہاں دور ہو جانی پانچویں اور دیکھی سودہ کے متعلق بات کر لینی چاہیے ہے نہ ہودہ بعد میں بچھتا ہے۔ ”شب جبرجی پہلی بارش“ کے صفحات بہت عمدہ ہوتے ہیں پہلیز بڑھا دیں۔ شیر دل کا انجام بہت اچھا ہوا جسے غلام لوگوں کو ایسی سمن ملنی چاہییں۔ خیمہ زار اور مہمانداری کو ضرور ملانے کا تیرنگ خیال میں کو پڑ کر لی لقم نے سال کا سورج پسند کیا۔ بات آج کل تہرہ لکھنے کے شوق میں ایسی نہیں پڑھا ان شاء اللہ آئندہ باوجود تیرہ کے ساتھ شامل ہوگی اللہ حافظ۔

شفا صدیق آباد۔ تمام دین کو سلام دعا ہے کسب خیریت سے اور خوش ہاں ہوں سنے سال کا آج کل ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ”دہ جواک میں تھا“ سے آغاز کیا۔ سنے سال کے گلے کی طرح لگا ہے بادل واہ زبردست۔ امید ہے یہ ایک ٹاپ کلاس بادل ہوگا۔ ”مسافت“ کے لیے تو تہی کہا چاہوں گی کہ ہم جو بھی ہیں پاکستان سے ہیں اگر پاکستان نہیں تو ہم بھی نہیں۔ شکر ہے کل کو قتل آگئی اور اس نے برقت اچھا فیصلہ کیا ذیل ذن صدف جی۔ ”تیری زلف کے سر ہوئے تک“ افرآئی نے تو اس بار خاصا ہنسا تھا جب یہ چلا کر دھڑکنے والا ہی اصل میں انشراح کی والدہ ہیں۔ بادل کی یہ قسط بھی بہترین ہی، بل خاصہ میں ”سجانی“ ایک چمکی تحریر کی اس شعر کی تفسیر کہ۔۔۔۔۔

اپنے لیے بیٹے تو کیا خاک ہم ہے
 ”نسا سال اوترم“ کچھ زیادہ تر شکر نہیں کی بہر حال تو داکھیں کے الفاظ کا چناؤ اچھا تھا کہ موضوع پرانا ہوتے ہوئے بھی کہانی مزہ دے گی۔ ”شب جبرجی پہلی بارش“ بادل تو بہترین ہے ہی لیکن بڑی ہی شاعری اسے چاہیے جانے لگا دیتی ہے۔ ناویہ فاطمہ رضوی کی تحریر ”ایک بار کو میرا اعتبار“ میں بہت اچھا ایڈٹ ہوا شکر کہ علی سلطان کی ختم جاتی ختم ہوئی رن خاصا نقصان ہو جاتا اس کا اور میرب کا۔ ”جنوں سے متعلق تک“ کی تو بات یہ کیا ہے اس تحریر کے سامنے تو جیسے الفاظ ہی رک جائے ہیں۔ میرا تیری پرویز دن کا شرع میں ہی نکاح کر دیتی ہیں اور بہر حال کو خوب لڑائی ہیں ۱۱۱۱۔ باقی اسٹوری پر ابھی دیکھیں ہیں دو دکنوں دل بعدا میگز اسرار شاد ہور ہے ہیں اس لیے یہ خیال دل میں سب کا کاغذ اچھا لگاتی باقی ہم بکری اللہ حافظ۔

حننا ارشد۔۔۔۔۔ لاہور۔ اچھا کچھ پیاری شہلا! لی میری طرف سے آپ تمام قارئین ایڈز آج لانا ف کویہا رکھ اسلام آباد کر لیں تو کسب اللہ کے کرم سے سو روپے دیکھ ہوں گے کچھ کھاک ہوں گے کرم سے شہنشاہت کو چھوڑ کر خدمت سے ملیں ہوئے اس کے بعد وہ جواب آں میں تھا کچھ شہریت عنایت بہر کا تعارف اچھا لگا پہلی بار شکر کر دی ہوں امید ہے آپ کی کف میں جگہ ملے گی۔ ماشاء اللہ آج کل ایک اچھا ادبی رسالہ ہے تمام سلسلے

بہت اچھے ہیں سلسلہ داروں میں "تیری زلف کے سر ہونے تک" بہت زبردست جادہ ہے۔ "شب بھری پہلی بارش" نازی باہلی آپ کی شہادت سے کی خصوصیت اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو کھت کا ملکہ و عاجل عطا فرمائے۔ جناب وقاص عمر میں آپ کی تبدل سے ہٹکر ہوں کہ آپ میری بے لوث اُمتی پہلیب کر رہے ہو شاید کوئی اور بھی نہیں کر سکتا آپ جیسے لوگ کبھی کسی فراموش نہیں کیے جاسکتے۔ ہاں آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو باہلی آئینہ میں نور مسکان سر معزز و بکس نور افزا زہد یعنی چوکی سر فرست رہیں۔ بیاض دل میں حنا مہرنا مسکن نول اور قاضی سر سر فرست رہے۔ تیرنگ خیال میں کنول خان کوثر نازی شاعری سے دل کے تار کو چھو لیں۔ یادگار سے میں منتظر ہیں دوسرے عمر اور درینہ کوثر کا کاتب بہترین تھا۔ ڈیڑا کوثر فریڈ ڈاڈ میں سے کوئی بھی نہیں بر شاعری جمود "خواب سے خواب تک" پڑھنا چاہیے تو 2410 دے دیے کہ ساتھ میرے سوال کتبہر پر ایڈر کے منکوحہ مکتبی ہیں اللہ نگہبان۔

صاحبزادہ انصاری جیدو آباد۔ السلام علیکم فردری کے شمار میں خوش آمدید آج کل 28 کو لاتو خوشی و چند ہوئی گینکا عمارت بارہ یکے ہم نے دوسری سر دات کے رفوں لوگوں میں خوش کو سالگرہ مبارک کہا ہے۔ ہوئی ذلی خلی غنی فرست بر نظریں دروا میں اپنا نام نہا کو آئے جو بھٹے آپ کی "سرگوشیاں" سنیں ذلی خلی قباب کے عیداب چل کی سالگرہ بھی تو منانی ہے ان شاء اللہ اس بار سالگرہ جو مہر بار سالگرہ آپ کو آئے جس کے آئے آئینہ میں کھنے کا آغاز میں سے سالگرہ ممبر سے کیا تھا جو شہادت حدیث مبارکہ کو اللہ دل میں گھر کر گئے۔ در جواب آپ میں لاری پرستی ہوں کیوں کہ اس سے قیصر آئے ہو شاکہ کامن اچھا لگتا ہے۔ نور شال آپ کا عام بہت اچھا لگتا انسانہ منتخب ہونے پر مبارکباد۔ گزرا یہی بار ہے شہر کا نام ضرور کھنے کا کہہ میں بھی بتا چلے انتظار کی گھڑیاں کسی کے نصیب میں ہیں ہمارا آج کل میں عشرت آپ کا کھنے میں نکار جانے ولانا مزید پندہ آغوش و میرا آپ حافظہ آج ہیں جان کر خوشی ہوئی مجھ سے دن ماہ بڑی رشامہ قباب جانان آپ کا تقاریر مجھے سے زیادہ اچھا لگتا آپ کی بیشتر پسند مجھ سے تھی ہے انھوں نے کا کوئی ناری میں جانے کی خواہش اور اپنی دوست سے اتنی محبت مجھے کسی اپنی دوست مار پیچ سے بہت محبت ہے اسے بھی آری میں جانے کا بہت شوق ہے انتہا آپ کی مبارک میری راسخ کی آری سے محبت کی ہے۔ "چینا اور ایک سال" میں حار قرین کی آبدل کو بھائی کھنے "جاری کھنے" کو غرضہ یا بیسودہ کی کیا ہو جاتا اگر میرے جوابات جنوری کے شمار سے ہوتے ڈلٹ میں کیا گئی اور دل کے کوٹنے کا اثر ہے ہوں کہ میں نے پاسین شکار اور صرفہ صنف کوئیں پر حال (معدرت دونوں سے تم لکھا ہوا ہمارے پھر دوسرے سے دوسرے پر دینے پر چھایا میں گی)۔ ہاں افر آ کو ہوا اور پڑھ کر اچھا لگتا کہالی آہستہ آہستہ کے بڑھ رہی ہے۔ "سجائی" میں ضد جلال تھا پینا پر اٹھ تھیک اولاد اولاد صدقہ جاری ہے بنیاد میں کو تیریت اولاد ایش بہترین اولاد لکھا کرنا چاہیے۔ "نیسا لادرم" بھی پندہ کی نازی نے ایک بار پھر بھلوں کے کھر میں کلزا ڈولن نازی کو کہہ کے خوالہ سے خطوط دینے سے حد شکر ہے میرا "جنون سے شوق تک تو ہوا ہمارا" اور "یہ جانتی ہے شیشیں" کے بعد میرا نوروت ہو رہا ہے۔ میں بیک پر مارا طوطا کے ایک ٹیٹ کی خبر لی کہ وہ ہوا اللہ انھیں صحت دے تاکہ میرے دو ہمیں "زود محبت" سا ہل پر دینے کو دی۔ رادشہ رخصت حیا بخاری صرف گیلیا تم ایمان قاضی سے معدرت آئیں انہیں جس پر چاہا۔ ہاں میں سلسلہ دار کا آریکل پر ہوا انھوں کا پناؤ کا کل خان کوثر میں حساس سلسلہ پر خطوط قابل دیدہ میں سلسلہ میں اضافہ ہوا۔ باض دل میں ادرم کلید نہ بخورین کے اشعار پندہ سے "سپاس گل کا شہر نازی کی زینت شہر اوش مقابلہ کی تمام دشمنی کے لیے محفوظ کر لیں" یعنی ہاں کھلے ہوا تھا میں واہ۔ تیرنگ خیال میں حار قرین لاری زوری بیٹہ رہیں لوگوں

مریم کی شاعری پندہ کی زمیں سر سید کا سال کے خوالے سے کاوش پندہ کی "مبارک قبول کر زمین" دوسرے کے عجب میں آپ کا اپنے نام پیغام پڑھا آپ نے سچ کہا کہ "ہم لڑکیاں کریں تو کیا کریں واقعی تو یں صبر حجاج تو ممکن نہیں ہمیں میرے رکیل کا پیغام ہی سبکی تھا کہ ہمارے بس میں جتنا ہو سکے تاکر یں قلم کے ذریعے باسٹل میڈیا پر سب اپنا اپنا حصہ لائیں تا زور دوشر ہوا کی پڑ ہو کہ ہم بھی صرف تماشا بنیں میں سے جتنے میں آئے رکیل بہت مختصر کھا تھا کھلیاتی ہے اب تکہ رکیل کے نام پر بس مختصر اپنی ہونا چاہتا تھا اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمارے فلسفین شہر کی زب اور دیگر کل کا کھلا مسلمان بھائیوں کا زوری نصیب فرمائے دینے آپ بیک پر کس نام سے ہیں اور حیدر آکا دین ہاں سے ہیں کی اپنا تامل کھل کر داری انھیں انتقاد پر کلار میں۔ نہ دیکھنا اپنے نام کھلا چھانکا۔ راجد شاہ مجھے آپ کی دوست قبول ہے اب پیغام میں مجھے بوجھ لے گا۔ اب دیکھنے میں تمام ہی انتخاب خوب صورت لگے انھوں میں اس کی قلم وقاص شہر کی دعا اور طاہرہ منوری غزل پندہ کی اور آج ہی میں کس کا پہلا ایلیٹس ہادی زون کوثر "مطلوبہ" میں اس لائن کا اضافہ کر لیں۔ "بیوتی کا شہر" (احیاء آباد پاکستان) کو کہا جاتا ہے ہادی زون جھنڈے میں تھی بہت محبت کے ہائیوں کے سرخ معطی کی بعد تاریخ غزل بھی پندہ کی۔ شہلا عامر کے تینہ میں نورین نجم انجم انطاہر میں کل زور کرسوز تاشال ہادی نور افران جٹ کا کھنکھن کرے بعد مدحتی ہوئی آپ کے لیے میں آفاشی بکر میں آپ بھی کو بہت خوش دوق سے پرستی ہوں انتہا آپ بک کو ہمیشہ کلک جواب سے جوڑے گئے افران جٹ سے بعد شہر کے بہتر پندہ کرنے کا محبت کے معاملے میں بے پرواہوں الے آپ کی محبت بھی کبھاری پرستی ہوں مگر اس بار سرری کا گزرا دین عاشر پر پڑی تو شہر کے بہتر محبت کے ہائیوں سے میں بہار جو بہت ہے۔ ہم سے پوچھنے پڑھا تو سوچا چلو ہم بھی بھی پوچھتے ہیں کے شاکلی سے کام لیں ہاں اس بار وادی کام کی میں میرے لیے نہیں بلکہ آس پاس کی لوگوں کے لیے جو شری پٹن میں گھر رہے ہیں اور دینان سے زور دہم گئے کل جاتی ہے مضمون بہترین تھا کیونکہ دور حاضر میں خود اعتمادی بے حد ضروری ہے اس 290 صفحے سے ختم ہو سکے پیغام کے ساتھ اب انتقاد سے سینے میں دوسرے میں بھی قباب کا چلیں آپ اور میں کل انتظار کرتے ہیں اور پڑہنا آئینہ میں ہمارا ساتھ سبیل تک تھا۔ اجازت دیں کیونکہ اب میں سے نکل کے دن کی تیاری کر رہی تھا کہ میری سالگرہ ہے دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

بناؤ ذخیرہ نام 290 صفحات میں سے کسی معذرتی خبر پر پڑھ کر تبصرہ کر تیں تو یقیناً ان کے کھنے کا حق وصول ہوگا۔

انصیا طالب..... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم آج کل کے چھتے دیکھتے ستروں کو اور شہلا کی کوسلام اس بار طویل انتقاد کے بعد وہیں دوسرے کل کی یاد بار ہوا سرورق اچھا لگتا۔ محدثت اور سرگوشیاں پڑھ کے در جواب اس میں اچھا لگتا خود کو یاد کر لیں انھوں ہوا چلیں بی اسید پر دینا قاضی سے اس سال دیکھنا اجسٹ وغیرہ میں میرے عمل ناول نارت پڑھنے کوئیں کے لیکن سے کل در جواب میں بھی خبریں میں شائع ہو جائیں گی آئی ہوں باقاعدہ تبصرہ کی جانب۔ پیارے آج کل آکا دینا اس میں سالگرہ مبارک ہو دینے اس سینے میں میری بھی سالگرہ ہو گا ہمارا آج کل میں انگری کی ذوقاہرہ نور محمدی میں جگہ بگہانے میں کا سبب نہیں۔ سر سے میں قدم رکھتا تو آئی حار قرین کو سنا سے باڈیل ڈولن آئی حرا میرے شہر کی باسی راحت رشتہ انتہا آپ کو کامیاب کرے۔ شکر ہے پیاری آئی اسیدہ غار صاحبہ مجھے میں شال کر کے انھوں میں "سجائی" اور سلسلہ دار پڑھیں "شب بھری پہلی بارش" بہت پندہ آفاشی کامی طرف کا گزرن یہ دل ہوا اچھا لگتا۔ "ایک بار کو میرا تہا زوہ ایک ہل جنوری کی پہلی رخصت" کہاں انھی لگیں۔

بیاض دل میں تائید جہاں سیدہ چاہی اس کا بھی شادی یا شہر سوانی کے اشعار دل پر لگے۔ تیرنگ خیال میں حرا قریشی اور یحیٰ بن نور رضوان کی نظم پندھانی کی سبھی کے نمبر سے پندھانی کے آخر میں ایک پر زور نکتہ ہے کہ زمین سے اگر کسی کے پاس "ہلال" کے اردو الفاظ نہیں ہیں ایک بھی ہے تو بلینر بھی ارسال کر دیتے ہیں مینوں خوار ہوئی بیٹ پر بھی کھٹاکر نہیں ملا۔ میرے علاوہ کس پر بخوار ہوئی تو دل کی کہانیوں سے محکوم ہوں گی اگلے شمارے کا شدت سے انتظار ہے گا تب تک کے لیے اجازت دیجئے اللہ حافظ۔

فضہ ماہیہ جنت 132 جنوبی سرگودھا۔ السلام علیکم اہلہلا! کیا کیا ہے؟ آئی جی تھیں ماہیہ جنت! ہوں مدرس میں ترجمہ تفسیر پر درسی ہوں آئی دعا کر میں مکمل کرلوں۔ اس وقتاً محل 28 کوں کیا مردوق میں سادہ صاف اچھا کباب سے پہلے حدیث پرچی نامشاہدہ تب ابھی کسی اس کے بعد آئی جی کی سرگودھا میں درجہ اولیٰ پر چار پھر چار کی سے نازی کی کا ناول پر حاکم اپنی آپ کا ناول بہت شوق سے پڑھتی ہوں کچ میں پڑھ کر مزہ آ جاتا ہے۔ حدیث کو کیا تکلیف ہے درسی کے پیچھے پڑتی ہے درسی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے پھر اگر مزہ کر لوں اور یہ صام کو کیا ہے درسی پہلے ہی پریشان ہے اور سے حدیث کے ساتھ کام کر کے اور پریشان کر رہا ہے درسی کو (شرم کر وہ صام! اشرم کر!) جس سے محبت کرتے ہیں اس کو پریشان نہیں کرتے۔ شکر ہے زوایا کو بھی عقل آئی آئی جی اس ناول کا بھی ایڈیٹر بہت مزہ کا ہونا چاہیے۔ پھر "تیری زلف کے مڑھوٹے ٹک" پڑھا آئی جی زید اور سودگی شادی تیار ہیں پلینر پھر زید کی ماکو پتا چلے گا پھر وہی سودہ پریشان کر لی رہتی ہیں۔ یہ عاقلہ اور اشراج کی دوستی کمال کی ہے عاقلہ بھی بھی اشراج کا ساتھ نہ چھوڑے۔ "خون" سے مشتق "نگ" یہ ناول پڑھ کر مزہ آ گیا۔ شکر ہے لیکن کو بھی شہری کا احساس ہوا اللہ کے لیکن کو شہری سے عشق ہو جائے مگر مزہ آئے گا (کو شہری کی بھی کچھ شرم کو روتا جیاد تو ہے کاش پھنچل جائے ناس طرح کا بندہ)۔ ناول اور افسانے انہی پڑھے ہیں لیکن بیاض دل میں کوثر خالد شاہین ارم کمال پارس شاہ کے شعر اچھے لگے۔ افسانے کو سادہ شعر ہی بہت شوق سے پڑھتی ہے مگر یہ شہر کی غزل بہت پسند آئی دوست کا بیاض سب کا بیاض پڑھے۔ ناول بھی کالی کا ہے ناس پڑھا کوئی ہوئی ناولز میں سے بھی آپ کے نام بیاض لکھا تھا ناولز کیا آپ شہر میں رہتی ہیں یا پھر گاؤں میں۔ میرے نانا بڑی چوکی میں رہتے ہیں اور ہاں میرے پاس آکر بڑا کچل چلے آپ کر لے گا۔ میری دعا ہے سدا بھی روز ملکی عنایت آپ کا تہرہ اچھا کر میری طرف سے دوستی کی ہے صاف تہہ مشال سرگودھا آپ کا بھی تہہ روز دست تھا آپ سرگودھا کے گاؤں سے ہے؟ یا تو سب کے تہرے بھی زبردست تھے۔ یادگار لے تو ہوتے ہی یادگار ہیں نانا میرا ملک آپ کہاں ہیں؟ خیریت تو ہے نا۔ افسانے میری سرت آٹھل راسال کو خواب دنیا کر کوئیں تو میں وہ دنیا نہیں کروں گی بھی۔ غناسکان جنت پ کہیں ہوا اللہ آپ کی ہر پریشانی دور کرے آمین یا تو سب کو سلام اللہ حافظ۔

مکالمہ اس دعا کے ساتھ ساتھ عاقلہ ماہیک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت دین عزیز کو تری کی کا جانب مازن کرے اور تمام مسلمانوں کی پریشانیوں دور فرمائے آمین۔



مہم ہے سوچتے

شمال کا شرف

عاشق پرویز۔ کراچی

آئی جی ایس کے ساتھ ماہیہ جنت! ہوں مدرس میں ترجمہ تفسیر پر درسی ہوں آئی دعا کر میں مکمل کرلوں۔ اس وقتاً محل 28 کوں کیا مردوق میں سادہ صاف اچھا کباب سے پہلے حدیث پرچی نامشاہدہ تب ابھی کسی اس کے بعد آئی جی کی سرگودھا میں درجہ اولیٰ پر چار پھر چار کی سے نازی کی کا ناول پر حاکم اپنی آپ کا ناول بہت شوق سے پڑھتی ہوں کچ میں پڑھ کر مزہ آ جاتا ہے۔ حدیث کو کیا تکلیف ہے درسی کے پیچھے پڑتی ہے درسی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے پھر اگر مزہ کر لوں اور یہ صام کو کیا ہے درسی پہلے ہی پریشان ہے اور سے حدیث کے ساتھ کام کر کے اور پریشان کر رہا ہے درسی کو (شرم کر وہ صام! اشرم کر!) جس سے محبت کرتے ہیں اس کو پریشان نہیں کرتے۔ شکر ہے زوایا کو بھی عقل آئی آئی جی اس ناول کا بھی ایڈیٹر بہت مزہ کا ہونا چاہیے۔ پھر "تیری زلف کے مڑھوٹے ٹک" پڑھا آئی جی زید اور سودگی شادی تیار ہیں پلینر پھر زید کی ماکو پتا چلے گا پھر وہی سودہ پریشان کر لی رہتی ہیں۔ یہ عاقلہ اور اشراج کی دوستی کمال کی ہے عاقلہ بھی بھی اشراج کا ساتھ نہ چھوڑے۔ "خون" سے مشتق "نگ" یہ ناول پڑھ کر مزہ آ گیا۔ شکر ہے لیکن کو بھی شہری کا احساس ہوا اللہ کے لیکن کو شہری سے عشق ہو جائے مگر مزہ آئے گا (کو شہری کی بھی کچھ شرم کو روتا جیاد تو ہے کاش پھنچل جائے ناس طرح کا بندہ)۔ ناول اور افسانے انہی پڑھے ہیں لیکن بیاض دل میں کوثر خالد شاہین ارم کمال پارس شاہ کے شعر اچھے لگے۔ افسانے کو سادہ شعر ہی بہت شوق سے پڑھتی ہے مگر یہ شہر کی غزل بہت پسند آئی دوست کا بیاض سب کا بیاض پڑھے۔ ناول بھی کالی کا ہے ناس پڑھا کوئی ہوئی ناولز میں سے بھی آپ کے نام بیاض لکھا تھا ناولز کیا آپ شہر میں رہتی ہیں یا پھر گاؤں میں۔ میرے نانا بڑی چوکی میں رہتے ہیں اور ہاں میرے پاس آکر بڑا کچل چلے آپ کر لے گا۔ میری دعا ہے سدا بھی روز ملکی عنایت آپ کا تہرہ اچھا کر میری طرف سے دوستی کی ہے صاف تہہ مشال سرگودھا آپ کا بھی تہہ روز دست تھا آپ سرگودھا کے گاؤں سے ہے؟ یا تو سب کے تہرے بھی زبردست تھے۔ یادگار لے تو ہوتے ہی یادگار ہیں نانا میرا ملک آپ کہاں ہیں؟ خیریت تو ہے نا۔ افسانے میری سرت آٹھل راسال کو خواب دنیا کر کوئیں تو میں وہ دنیا نہیں کروں گی بھی۔ غناسکان جنت پ کہیں ہوا اللہ آپ کی ہر پریشانی دور کرے آمین یا تو سب کو سلام اللہ حافظ۔

مکالمہ اس دعا کے ساتھ ساتھ عاقلہ ماہیک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت دین عزیز کو تری کی کا جانب مازن کرے اور تمام مسلمانوں کی پریشانیوں دور فرمائے آمین۔

مکالمہ اس دعا کے ساتھ ساتھ عاقلہ ماہیک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت دین عزیز کو تری کی کا جانب مازن کرے اور تمام مسلمانوں کی پریشانیوں دور فرمائے آمین۔

مکالمہ اس دعا کے ساتھ ساتھ عاقلہ ماہیک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت دین عزیز کو تری کی کا جانب مازن کرے اور تمام مسلمانوں کی پریشانیوں دور فرمائے آمین۔

آئی جی ایس کے ساتھ ماہیہ جنت! ہوں مدرس میں ترجمہ تفسیر پر درسی ہوں آئی دعا کر میں مکمل کرلوں۔ اس وقتاً محل 28 کوں کیا مردوق میں سادہ صاف اچھا کباب سے پہلے حدیث پرچی نامشاہدہ تب ابھی کسی اس کے بعد آئی جی کی سرگودھا میں درجہ اولیٰ پر چار پھر چار کی سے نازی کی کا ناول پر حاکم اپنی آپ کا ناول بہت شوق سے پڑھتی ہوں کچ میں پڑھ کر مزہ آ جاتا ہے۔ حدیث کو کیا تکلیف ہے درسی کے پیچھے پڑتی ہے درسی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے پھر اگر مزہ کر لوں اور یہ صام کو کیا ہے درسی پہلے ہی پریشان ہے اور سے حدیث کے ساتھ کام کر کے اور پریشان کر رہا ہے درسی کو (شرم کر وہ صام! اشرم کر!) جس سے محبت کرتے ہیں اس کو پریشان نہیں کرتے۔ شکر ہے زوایا کو بھی عقل آئی آئی جی اس ناول کا بھی ایڈیٹر بہت مزہ کا ہونا چاہیے۔ پھر "تیری زلف کے مڑھوٹے ٹک" پڑھا آئی جی زید اور سودگی شادی تیار ہیں پلینر پھر زید کی ماکو پتا چلے گا پھر وہی سودہ پریشان کر لی رہتی ہیں۔ یہ عاقلہ اور اشراج کی دوستی کمال کی ہے عاقلہ بھی بھی اشراج کا ساتھ نہ چھوڑے۔ "خون" سے مشتق "نگ" یہ ناول پڑھ کر مزہ آ گیا۔ شکر ہے لیکن کو بھی شہری کا احساس ہوا اللہ کے لیکن کو شہری سے عشق ہو جائے مگر مزہ آئے گا (کو شہری کی بھی کچھ شرم کو روتا جیاد تو ہے کاش پھنچل جائے ناس طرح کا بندہ)۔ ناول اور افسانے انہی پڑھے ہیں لیکن بیاض دل میں کوثر خالد شاہین ارم کمال پارس شاہ کے شعر اچھے لگے۔ افسانے کو سادہ شعر ہی بہت شوق سے پڑھتی ہے مگر یہ شہر کی غزل بہت پسند آئی دوست کا بیاض سب کا بیاض پڑھے۔ ناول بھی کالی کا ہے ناس پڑھا کوئی ہوئی ناولز میں سے بھی آپ کے نام بیاض لکھا تھا ناولز کیا آپ شہر میں رہتی ہیں یا پھر گاؤں میں۔ میرے نانا بڑی چوکی میں رہتے ہیں اور ہاں میرے پاس آکر بڑا کچل چلے آپ کر لے گا۔ میری دعا ہے سدا بھی روز ملکی عنایت آپ کا تہرہ اچھا کر میری طرف سے دوستی کی ہے صاف تہہ مشال سرگودھا آپ کا بھی تہہ روز دست تھا آپ سرگودھا کے گاؤں سے ہے؟ یا تو سب کے تہرے بھی زبردست تھے۔ یادگار لے تو ہوتے ہی یادگار ہیں نانا میرا ملک آپ کہاں ہیں؟ خیریت تو ہے نا۔ افسانے میری سرت آٹھل راسال کو خواب دنیا کر کوئیں تو میں وہ دنیا نہیں کروں گی بھی۔ غناسکان جنت پ کہیں ہوا اللہ آپ کی ہر پریشانی دور کرے آمین یا تو سب کو سلام اللہ حافظ۔

مکالمہ اس دعا کے ساتھ ساتھ عاقلہ ماہیک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت دین عزیز کو تری کی کا جانب مازن کرے اور تمام مسلمانوں کی پریشانیوں دور فرمائے آمین۔

مکالمہ اس دعا کے ساتھ ساتھ عاقلہ ماہیک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت دین عزیز کو تری کی کا جانب مازن کرے اور تمام مسلمانوں کی پریشانیوں دور فرمائے آمین۔

مکالمہ اس دعا کے ساتھ ساتھ عاقلہ ماہیک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت دین عزیز کو تری کی کا جانب مازن کرے اور تمام مسلمانوں کی پریشانیوں دور فرمائے آمین۔

مکالمہ اس دعا کے ساتھ ساتھ عاقلہ ماہیک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت دین عزیز کو تری کی کا جانب مازن کرے اور تمام مسلمانوں کی پریشانیوں دور فرمائے آمین۔

ج: کیوں..... تیرا تہیہ ساس کے ساتھ کھڑی تھی کیا؟
 میرا سوتلی..... میرا کزن
 س: انا؟ ایسا جانی کیوں تو رکھ لی ہیں اور مرتبہ
 اپنی عقل سے بھلا کر ہی؟
 ج: کیونکہ تیرے جدو کے حساب سے میرے پاس کسی
 نہیں دوزخ میں جہنم میں نہیں سکتیں سوتلی.....
 س: خوش رہے خدا کے دوزخ میں کون کون ہیں؟ کتنے
 شولویا؟
 ج: خوشی میں کیوں؟ آکھیں بندہ بھائی ہیں اس لیے
 ڈوب لوگ.....
 س: کیا کیوں انتخاب ہے میرا ایسا کیا؟ تم ہی میں مثلے
 لو؟
 ج: جنہیں کسی کی مثال دہن ہے مجھ سے آئی.....
 چاہے میری..... میری
 س: چند سے متناہج چند سے غائب اک ہے پوری دھنیں
 شہزادی چاہے میری کی سوانہی صل چریں لیکن شاکہ کشف کسی
 ہیں آپ؟
 ج: تم نے خدا دروہن کے بارے میں کیا لکھا۔
 س: شاکہ جلازم آکر سوچتے ہیں کہ جب آپ بھی کسی
 جہنم کے سامنے جاتی ہیں تو آپ کو کچھ کہنے چاہئے
 کاٹوں پہ چاہے کسے تیرا کام کی طرح کیا بھانستے ہیں
 بھلا؟
 ج: بھانستے نہیں، دوزخ داخل دہانے ساتھ چلتے ہیں۔
 س: یہاں جلاؤ شاکہ، اسی زمانہ میں تو کہہ رہے ہیں
 صرف 30,228 اور 31 دن میں کیوں ہوتے ہیں؟ ۱۹۹۹ کیوں
 نہیں ہوتے؟
 ج: یہ تو فوس کی ملکدان دوزی ہوتے ہیں ہر جہنم ہوتے
 تم جہنم میں نہیں اور ساتھ ہر جہنم میں کھلاؤ کوئی سلسلہ دینی
 میں نہیں کسی بہت کرتیں کرتے ہیں.....
 س: شاکہ ڈالو کہ تم سے تیری خاطر کوئی کھانے سے
 پائسل اور نہیں لگا کر..... غرا ہے یہ گول ڈپر کی کی ہو.....
 ہی ہی.....
 س: دیکھا کہ کوئی ہیں باگن والی کتا؟
 س: مجھ کو کھلاؤ تو ڈینٹ لگا ہے..... دیکھو کہ تم کو دل کو
 میرا کیا ہے..... آفریں؟

ج: تمہاری ہم ہکا جن میں ڈالو کہ کھنکھن.....
 نور میں..... کراچی
 س: اگر زندگی کی سترے سے اس کا کر لیا تھا؟
 ج: ساس کا..... اگر ساس ختم تو ستر ختم اس کھانے کی
 حفاظت کر۔
 س: سنا ہے کہ دنیا کیل سے ہر جہنم کرے کیوں نہیں؟
 ج: تم تو ہر جہنم چیز دیکھ کر کھل جاتی ہو تیرا ہی کا ہی
 کہا؟
 س: اگر آپ کو کھم سے صرف ایک چیز اچھلے گی عبارت ہوتی
 آپ کیا نہیں؟
 ج: تمہاری مناشی.....
 س: 2018 میں ہم سے جیسے میں کیا تیرا ہی کیا؟
 ج: تم کو اپنی عقل میں کلر مانی.....
 س: سوچتے ہیں میری مانی، ہر وقت کھو کھو کر کھتی ہیں
 کوئی نہیں ہیں کہ تم کی کا ہی نہیں کیا کیا کر؟
 ج: تم میں ہی جو کچھ کہتے کا شہزادہ کھو کھو کی خوش دہم
 بھی خوش.....
 عرض مصطفیٰ..... مہارانی
 س: مہر؟ کیا ہے تیرا حال؟ کاسانی کا کالی رات تادیوں
 سر پہ تھکوں کے علاوہ؟
 ج: سمجھتے ہیں سر پہ کی لے جائے گی.....
 س: آپ کہتے ہیں کون نہیں کے علاوہ؟
 س: کون کی کی ہر کی کوئی کہنے لگا ہے.....
 س: "میں نے یہ پائل صوبہ میں سفید نہیں کیے" اس
 ملا سے کیل کی طرف سے کیوں نہ صاف دیر؟
 س: ہاں، دانی سفید پائل تیرا ہر کوئی راج کرے ہیں
 کہ تم خاں مل کی ہوتی ہو.....
 س: ڈیرا لائی مجھ میں کسی اگلی بل کر دکھائیں؟ جلازم
 چونکہ آپ کے ساتھ ایک راجک دیری سولہ ایک ہونیک
 فلک آئیگ..... کیا آپ کو ہونیک لکھی خوشیگ
 ہونیک..... ڈنڈ ہوئیگ.....
 ج: ہر لڈن میں بیگ کیوں رکھتے ہیں تیرا ہر جہنم
 بیگ کھنکھن آگے؟
 س: فیض تیری کالی سے سوچے پھلاں دلی پوری دے
 ٹوں کو اپنی ہی تھی تیری ہائی تیرے لے تاسیلا.....

فیض.....

ج: اچھا خوشی چاکر اسمع صحت بنا کر کلب میں سے ہی
 پوچھ رہی ہو لپٹا کر.....
 س: وہاں لے جاتے ہو گئے سواوں سے آپ آگاہ نہیں
 جاتیں؟
 ج: چلو کھرتے یہ تو مانا کہ تیرا ہر سول ہو گئے ہوتے
 ہیں.....
 س: میری ای جیسے بھلا کیا ہیں؟ بیلا سے میرے نام کو
 پاؤ گے؟
 ج: یہاں ہوا قصہ یہ کہتی ہیں جرم ہوا ہی صحت سب دلی
 سے لڑا نہ ت کہ میں کیوں بتاؤ.....
 ج: چلو ہر جہنم..... جھگرت
 س: نہ پائل ملک ہٹا پ کھرت.....
 ج: کسی ایک بھی لے یا کر سدا کا کر خاں ہاتھ جاتی ہو
 س: جہنم کا غلام ہوتا ہے جہنم کا کلاب کیوں نہیں؟
 ج: اگر اسے کلاب ہی بناتا تو جہنم کا کھوڑی بنے گا
 غلام بنا تو جہنم کی ہے.....
 س: اسلٹ خوب صورت لڑکیوں کو چند میں
 کہتے؟
 ج: تو میں کہیں کہیں کہیں ہوں جہنم بد عذاب تاکہ کوئی اپنے
 جیسا پونہم.....
 س: عجیب کا رنگ دہا سے کیوں ملاتے ہیں؟ کالے لٹے
 سے کیوں نہیں؟
 ج: میں تم تیرا رنگ کالے سے ملاتی ہوں دوزخ جس
 تو میں خود ہوں.....
 س: کالے لٹے لٹے لٹے کالے کھانے کیوں دکھایا ہوتا ہے؟
 ج: تم کو لڑکیوں کا سے خور سے جتنی ہوا کسی تیرا ہی کا کوئی
 ہوں.....
 س: کسی نہ کہتے ہو جاتے تو؟
 ج: محبت اٹھو کوئی ہوئی ہے لی لی آگھو لے تو حسن
 دیکھتے ہیں.....
 😊

آپ کی صحت

گروہیں۔ تیسرا مسئلہ میری دوری نظر کمزور ہے بہت زیادہ بھی نہیں ہے میں نے ٹیکٹ نہیں لگوائی اور نہ لگواتا چاہتی ہوں۔ چوتھا مسئلہ میرے اور میرے بہن بھائی کی آنکھوں کے نیچے حلقے ہیں، غذا کی مناسب ہے، اور وہ، بھل و غیرہ بھی کھاتے ہیں مگر حلقے کم نہیں ہو رہے، اس کے لیے بھی کوئی دوائی تجویز فرمادیں۔

محترمہ آپ اپنا اور اپنی کزن کا Pelvis کا انٹراساؤنڈ کروا کر رپورٹ بھیج دیں، رپورٹ دیکھ کر مناسب دوا تجویز کر دی جائے گی۔ نفی کی گزردی کے لیے Physostigma 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پیئیں۔ آپ کو اور بہن بھائی کو گزردی ہے، حلقے ختم کرنے کے لیے 30 China کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پیئیں۔

ماضی مسین، لعل آباد سے لکھے ہیں کہ ماشاء اللہ میری بیٹیاں نوے لیکن بیٹے کی نوبت سے محروم ہوں، برائے مہربانی کوئی علاج بتائے، اللہ آپ کو اجر دے گا۔

محترم آپ اپنی بھئی کو نزل کے پہلے مہینے میں Calcium Phos CM کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں رات کو سوتے وقت پلائیں اور دوسرے دن صبح نہار منہ 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پلائیں، یہ دوا خوراک کا پی ہوگی، ہماری دوا میں آپ کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے گا۔

شادیہ بانو، بکھرے سستی ہیں کہ میری ایک سہیلی کے ساتھ ناخوشگوار حادثہ ہو گیا تھا، کچھ مہینے بعد اس کی شادی ہے، اس وجہ سے رزگاری پریشان ہے۔

محترمہ آپ اپنی سہیلی کے مسئلے کے لیے صبح 10 بجے، شام 9 بجے ٹیکٹ کے فون نمبر 1 موبائل نمبر 1299119-0320 پر رابطہ کریں۔

نائلک، لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے بالوں کی حالت بہت خراب ہے، بھٹک جسم کے سبب استعمال کرنے سے بال روکنے اور بے رونق ہو گئے، کسی بھی تفریب میں کھلا چھوڑ کر نہیں جاسکتی، کیونکہ یہ بھول جاتے ہیں، میں چاہتی ہوں کہ میرے بال سیدھے سمادور کی ہو جائیں۔ دوسرا مسئلہ میرے ماتھے اور رخساروں پر بہت زیادہ بال ہیں پہلے یہ بھٹکے تھے اب کچھ بھی اور سخت نکل رہے ہیں کوئی ایسی دوا بتائیں کہ بالخیر کی سائیڈ ایفیکٹ کے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

محترمہ آپ اپنے سر کے بالوں کے لیے Aphrodit Hair Grower اور ہیرے کے غیر ضروری بال ختم کرنے کے لیے Aphrodit Hair Inhibitor ذرا زیادہ اپنی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 میں پیسے بھیج کر بھی منگواسکتی ہے۔

علیہ احمد، نوہ ٹیک سکھ سے لکھتی ہیں کہ عمر 24 سال ہے

صحیح، بھادپور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 34 سال ہے، کچھ ماہ بعد میری شادی ہے، میری عمر کے 3 سہمے آج بھی ملے ہوئے ہیں، بلکہ قرانی گزردی ہوں اب پنجہ بہتری آئی ہیں، مہر دی کی وجہ سے چلے دھڑ میں دونوں ناگوں میں ذرا سا جلتے سے کام کاج کرنے سے شدید درد ہوتا ہے، مگر کے ہا میں جیسے ہیں، ہا میں ٹانگ میں، ہا میں کندھے میں اور گردن میں دونوں کنڈیلوں میں، کھوپڑی میں سر کے پچھلے حصے میں، ہا میں آگے کے پچھلے حصے میں، چہرے کے ہا میں طرف اور دونوں جڑوں میں شدید درد ہوتا ہے، جس کی وجہ سے نیند نہیں آتی، ڈاکٹر کہتے ہیں کہ پرائمرش ہے، آہستہ آہستہ ہوگا کیونکہ مہر دی کا مرض تقریباً 10 سالوں سے ہے، ہمیں نہیں معلوم تھا، ہم تو کبھی سر درد، گردن کچھ رہے تھے، 2 ماہ پہلے مرض خفیف ہوا ہے، کوئی دوائی تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ مہر دی Theridion 30 اور ہا میں طرف کے درد کے لیے 30 Spigelia دونوں میڈیسن کے 5.5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پیئیں، ان شاء اللہ آفاقہ ہوگا۔

ساجدہ رمضان، ہر اسے مدعو سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 21 سال ہے اور میں اُن میرا ہوں، میں پیٹ نہ کرنے کے لیے Calcareo Fluor G آجکل میں آپ کے کالم میں پڑھا ہے، آپ یہ بتادیں کیا یہ ٹیکٹ ہے اور کتنے دن استعمال کرنا ہے۔ دوسرا مسئلہ میری بھائی کا ہے، بچوں کی ڈیورڈی کے بعد ان کا پیٹ کالی لٹک گیا ہے، ڈیورڈی آرٹیشن سے ہوئی تھی اور کمر میں درد بھی کالی رہتا ہے، بچے کو فیڈ بھی کر دیتی ہیں، ماں کی عمر 28 سال ہے، کوئی دوائی تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ دہی دوا 6 ماہ تک جاری رکھیں اور ہم بھی Qor Phytolaccaberry کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ کھانے سے پہلے پلائیں، چھانٹائی، آگ، جاول اور مرچکھانے سے پرہیز کریں، ہم الزام آدھا گھنٹہ دواگ لازمی کر دیا میں۔

کرن سنگھ، جناح ٹاؤن سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 31 سال ہے، غیر شادی شوہر ہوں میرا ماں کا نظام ٹیکٹ نہیں ہے، کبھی درد ناپید زیادہ ہوتا ہے تو کبھی کم ہوتا ہے۔ دوسرا مسئلہ میری کزن کا ہے وہ بہت کمزور ہے، ان میری ہے، میری عمر کم ہے، 10 ماہ سے ماہانہ کلام بند ہے، ہم دونوں کے لیے کوئی دوا تجویز

چند سالوں سے چہرے پر بھورے گل یا خروشرا ہو گئے تھے
اب کانے اور سرخ رنگ سے بھی بہت زیادہ دور سے ہیں، چہرہ
پڑنا لگے گا، گل کے پتے بھرے ہیں اور پوست کے پتے پتے
کے ہیں۔ گلی اور بخور کر دیں جس سے یہ ہم ہو جائیں اور
زور دے دو۔ دوسرا اسمبلی پڑی، مین کا یہ آن کی رنگت
سالوں سے، ہاتھ پاؤں اور پاؤں کی رنگت کافی ہے، ہاتھ
شادی سے کوئی لکنا رو جاتا جس کے تمام جسم کی رنگت گوری
ہو جائے۔

نمبر 30 Thuja Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی
میں دیں جس میں اردھنکاس کے علاوہ آپ Blood D/R
ٹیسٹ دوا کرنا پڑے گا۔ ٹیسٹ کے ایک گریڈ پر ہر سال
کریں اور اپنی ٹیکن کو Judum IM کے 5 قطرے آدھا
کپ پانی میں 15 دن تک بار بار لیں، شاندار رنگت
کاٹی ہو جائے گی۔

نمبر 30 Baryta Carb کے 5 قطرے آدھا
کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ اور چنگٹال دالی
اشیاد سے پیر کر لیں۔
بالال احمد، ہری پور سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 38 ہے، شادی
کو 12 سال ہو گئے ہیں، مگر سالوں سے ازدواجی زندگی میں
ساک کا سامنا ہے جس کی وجہ سے بہت پریشان رہا ہوں
، بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ
میرے مسئلے کا سبب بتائیں۔

نمبر 30 Staphisagaria کے 5 قطرے آدھا
کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ اور ڈاکٹر صاحب کا تیار ہوا
خاص علاوہ بذریعہ کپ آؤر سٹاکس سے جس کی قیمت 800
روپے ہے۔ شاندار علاج ہو گا۔

سازدہا سہا پال سے لکھتے ہیں کہ چہرے پر بہت
زیادہ دھبے ہیں، انہیں سوسا ک، گال، اور ہونٹوں کے اوپر کرم
استعمال کرنے سے دیکھ کر پر دم ہوتی ہیں لیکن بعد میں کالی
سیاہ ہو جاتی ہیں جس ان سے بہت پریشان ہوں، میٹر این کا
کوئی مل جاتا ہے، میری چھوٹی مین کا چہرہ پہلے صاف تھا لیکن
اب اس کے چہرے پر کچھ مہا جلیاں بنا خروشرا ہو گئی ہیں، ہم
دووں کے لیے کوئی دوا بخور کر دیں۔

نمبر 30 Barbary Equilibrium کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

تھے جاتی تھیں، کھانسی کے ساتھ غٹم غٹم محسوس ہوتا ہے کوئی دوا
نمبر 30 Argentum Met کے 5 قطرے
آدھا کپ پانی میں دیں ہر چھ دن ایک دفعہ
فاطریڈی، کھانسی کے کپ پانی میں 19 سال ہے
مگر سیتھ سے بھی شادی ہے، میں کہتی ہوں کہ شادی سے
پہلے میرے بالوں کی حالت بگڑ چکی تھی جو کہ بہت غلاب
ہو چکی ہے، بال روکے اور بے دردن ہو گئے ہیں اور تیزی سے گر
جاتی ہیں، یہ میرا درد لگائے گا فطریڈی بتا دیں؟
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
مکھانے کے لیے مکھانے 700 روپے بذریعہ کپ آؤر یا پوزی
چسپ کاؤنٹ نمبر 03494900800 کریں آپ کو ایک
بڑا نکتہ دی جائے گی۔

نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

نمبر 30 Nux Vomica کے 5 قطرے آدھا
کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

نگہ بانی

حنا احمد

مسلسل ناکامی زندگی

کارخ بدل دینے والی کتاب "ہیری
پوٹر" کی مصنفہ نے درلنگ کی تذکرہ کتاب کی
اشاعت سے قبل اسے کوئی نہیں جانتا تھا اور اپنی عمر
بڑا حیرانگاہی کی تذکرہ کے ایک کتاب "ہیری پوٹر"
اور جانی لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ابتدا میں
اس کتاب کو چھاپنے کے لیے کوئی بھی پبلشر تیار نہ تھا
اور سنے کے درلنگ کو دور کی شوگر میں کھائے تھے جن
پبلشر کو پیش کر دیں ان کی تعداد کوئی "بے کسے"
درلنگ نے بہت زیادہ زہری اور آخر میں کسی نہ کسی
طرح چھپ ہی گئی۔ "ہیری پوٹر" کے ہارکس میں
آنے کے بعد اس کی مقبولیت نے آہستہ آہستہ پوری
دنیا کو اپنی پیٹ میں لے لیا اور پھر ہیری پوٹر کا دوسرا
اور تیسرا حصہ بھی مارکیٹ میں آ گیا۔ اب ہیری پوٹر کو
سب سے زیادہ پڑنے والی کتاب کا اعزاز حاصل ہو چکا
ہے۔ شاید آپ کو یاد ہو کہ اپنی دوسری کتاب کی
اشاعت کے بعد سنے کے درلنگ نے ریل کے
ذریعے بہت سے شہروں کو اپنی کتابیں مفت پیش کر دیں
اور دنیا بھر کے اخبارات نے اس کی تصاویر اور
رپورٹیں بھی شائع کی تھیں۔ ہیری پوٹر کی کتابوں کو
اب تک چالیس زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ
کتابیں (ہیری پوٹر کا سلسلہ) بچوں اور بڑوں میں
کیساں مقبول ہے۔

برطانوی مصنف اور روپوں کے ماہر (نفسیات
دان) جین میٹھا کا کہنا ہے کہ مسلسل ناکامیاں یا
حادثات زندگی کا رخ بدل دینے والی اور مسلسل
جدوجہد سے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی جاسکتی
ہیں۔ جین میٹھا کا کہنا ہے کہ بچپن کے حادثات اور
خردیاں بھی زندگیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں لیکن ان
حادثات اور خردیوں کے اثرات کو مثبت انداز میں
استعمال کیا جائے تو کامیابیاں قدم چوم لیتی
ہیں۔ انہوں نے چند ہی ستاروں کی مثالیں دیں کہ کرم
اسٹار میڈیا کی ماں کا انتقال اس وقت ہوا تھا جب اس
کی عمر صرف چھ برس تھی۔ کیت مینگیلو کے پاپ کوئل
اور جینفیر اسٹون کے والدین میں اس وقت طلاق
ہوئی جب وہ اچھی اور عمر ہی تھی لیکن آج میڈیا
کامیابیوں کی بلندی کو چھو رہی ہے کل کی عمر زدہ اور
غیر اہم میڈیا آج کی ایک کامیاب اور کاروبار بہترین
گلیک یا مقبول ماڈل بڑس دوں، بہترین ماں اور بیوی
ہونے کے علاوہ مصنفہ جین ہے۔ شہرت کی بلندی کو
چھونے والی میڈیا کو "کل کی چھوڑی" کہا جاتا تھا
اور غیر اہم سمجھ کر دھکار دیا جاتا لیکن میڈیا نے
اپنے غم سے اور بے چارگی کے جواب میں جابرانہ
انداز میں اپنی صلاحیتوں کو آڑنا شروع کر دیا اور
کامیابیاں اس کے قدم چومتی چلی گئیں۔

لندن کے روبرڈ فارم ٹینک کے بانی ڈاکٹر ڈی
ڈاؤسن نے بتایا کہ ان کے ٹینک پر بھوک نہ لگنے کی
شکایت لے کر آئے والوں کی بڑی تعداد ان لوگوں کی
ہوتی ہے جو تیزی سے تری کے ذریعے پر چڑھتے چلے
جاربے ہوں۔ ڈاکٹر ڈی ڈاؤسن کا کہنا ہے کہ ان
مریضوں کی طبیعت پسند اور کمال پسند افراد کی تعداد
زیادہ ہوتی ہے یہ لوگ دہم کا شکار ہوتے ہیں اور کمال
کی بلندیوں کو چھونے کا مضبوط نہیں بتا رہا ہے دیتا ہے
کیونکہ نہ تو کمال کی کوئی حد ہے نہ وجود جس کی تلاش
میں یہ اپنی توانائیاں صرف کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر
ڈاؤسن نے بتایا کہ کیت ڈسلف اور کیت مینگیلو
دونوں معدے کی خرابی میں جینٹل ماساژ یا ہم یہ اس وقت

چند سالوں سے چہرے پر بھورے گل یا خروشرا ہو گئے تھے
اب کانے اور سرخ رنگ سے بھی بہت زیادہ دور سے ہیں، چہرہ
پڑنا لگے گا، گل کے پتے بھرے ہیں اور پوست کے پتے پتے
کے ہیں۔ گلی اور بخور کر دیں جس سے یہ ہم ہو جائیں اور
زور دے دو۔ دوسرا اسمبلی پڑی، مین کا یہ آن کی رنگت
سالوں سے، ہاتھ پاؤں اور پاؤں کی رنگت کافی ہے، ہاتھ
شادی سے کوئی لکنا رو جاتا جس کے تمام جسم کی رنگت گوری
ہو جائے۔

نمبر 30 Thuja Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی
میں دیں جس میں اردھنکاس کے علاوہ آپ Blood D/R
ٹیسٹ دوا کرنا پڑے گا۔ ٹیسٹ کے ایک گریڈ پر ہر سال
کریں اور اپنی ٹیکن کو Judum IM کے 5 قطرے آدھا
کپ پانی میں 15 دن تک بار بار لیں، شاندار رنگت
کاٹی ہو جائے گی۔

نمبر 30 Baryta Carb کے 5 قطرے آدھا
کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ اور چنگٹال دالی
اشیاد سے پیر کر لیں۔
بالال احمد، ہری پور سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 38 ہے، شادی
کو 12 سال ہو گئے ہیں، مگر سالوں سے ازدواجی زندگی میں
ساک کا سامنا ہے جس کی وجہ سے بہت پریشان رہا ہوں
، بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ
میرے مسئلے کا سبب بتائیں۔

نمبر 30 Staphisagaria کے 5 قطرے آدھا
کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ اور ڈاکٹر صاحب کا تیار ہوا
خاص علاوہ بذریعہ کپ آؤر سٹاکس سے جس کی قیمت 800
روپے ہے۔ شاندار علاج ہو گا۔

سازدہا سہا پال سے لکھتے ہیں کہ چہرے پر بہت
زیادہ دھبے ہیں، انہیں سوسا ک، گال، اور ہونٹوں کے اوپر کرم
استعمال کرنے سے دیکھ کر پر دم ہوتی ہیں لیکن بعد میں کالی
سیاہ ہو جاتی ہیں جس ان سے بہت پریشان ہوں، میٹر این کا
کوئی مل جاتا ہے، میری چھوٹی مین کا چہرہ پہلے صاف تھا لیکن
اب اس کے چہرے پر کچھ مہا جلیاں بنا خروشرا ہو گئی ہیں، ہم
دووں کے لیے کوئی دوا بخور کر دیں۔

نمبر 30 Barbary Equilibrium کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ
نمبر 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دیں جس میں ہر چھ دن ایک دفعہ

بھی کر چکی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی چیز کے گم ہونے یا تلف ہو جانے کا رد عمل غصے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس غصے کو مثبت طور پر استعمال کرتے ہوئے اسے پینچ سمجھ کر اپنے آپ کو منوالیتے ہیں۔ ڈاکٹر بین ریضاء کا کہنا ہے کہ ”بعض اوقات غیر یقینی بچپن خطرناک ہے اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے لیکن آپ یقین کریں کہ اس بد قسمتی ”کونہایت آسانی سے سود مند بنایا جاسکتا ہے۔ آپ کو جب بھی غصہ آئے تو آپ اپنی غصے کی مدد سے اپنی بھرپور صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے ہرگز نہ تباہی کا شکار ہو سکتے ہیں آپ کا احساس عدم تحفظ آپ کو بلند یوں پر پہنچا سکتا ہے۔“

اس موضوع پر ماہرین کہتے ہیں کہ ”نا کام ہونے کے خوف کی وجہ سے ہی بیشتر لوگ اپنے خوابوں کی تکمیل نہیں کر پاتے جبکہ اصول یہ ہے کہ زندگی کا ہر لمحہ ”آپ کا ہاں“ کے قریب تر لانا چلا جاتا ہے۔ ”مستقبل نا“ کا مطلب ہے کہ ”ہاں“ اب دور نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت میں تین ریضاء نے کہا ”اپنی زندگی کے تشیب و فراز کو ذاتیات کی طرف نہ لے جائیں۔ خیال کریں کہ آپ کا کوئی دوست کسی ناکامی سے دوچار ہے یا اسے کسی سرطے پر مسترد کر دیا گیا ہے تو آپ کیا کریں گے؟ یہ ہی ناکامی آپ اس کی ہمت بڑھائیں گے اسے دلا سہ ویں گے اور پھر اسے ڈٹ جانے کا مشورہ دیں گے ہر ناکامی کے پیچھے کامیابی آپ کو حشر نظر آئے گی۔“



کی بات ہے جب وہ نوعمر تھیں ان کی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح فلمی دنیا میں مقبول و معروف ہو جائیں۔ ڈاکٹر ہینسکی کا کہنا ہے کہ ”جو لوگ نشے کا سہارا ڈھونڈتے ہیں اور وہم کا شکار ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اپنے وہم کو مثبت طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی حاصل نہ کر سکیں۔ ڈاکٹر ہینسکی کا یہ بھی کہنا ہے کہ ”یہ بات عام لوگوں کے لیے خوش کن ہوگی کہ کامیابیوں کے آسان پر بیگانے والے لوگوں نے بھی اپنی زندگی کے ابتداء میں انتہائی کٹھن وقت گزارا تھا لیکن انہوں نے اپنی صلاحیتوں کو مثبت کاموں میں صرف کر کے کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ ڈاکٹر ہینسکی کا کہنا ہے کہ اٹھاریں بی کامیابی کا پہلا اصول ہے اور جو لوگ ہمت اور محنت مزاج نہیں ہوتے ان کی کامیابی ممکن نہیں ہے جبکہ منکسر المزاج لوگ بازی جیت لیتے ہیں۔ ماہرین کا مطلب ہے کہ ”کمال“ کو چھونے کی کوشش میں بہت سے لوگ اپنی صلاحیتوں کے متعلق خوش فہم ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن قدرتی حوال اور اس کے برعکس نتیجہ دیتے ہیں تو..... یا تو یہ لوگ نشے کا سہارا ڈھونڈتے ہیں یا پھر ان کے معدے خراب ہو جاتے ہیں اور اشتہا بالکل ختم ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ماہرین اعتدال کا مشورہ دیتے ہیں۔“

ماہرین کا کہنا ہے کہ دکھ پریشانیاں یا کسی قسم کے صدمات بھی زندگی کا رخ موڑ دیتے ہیں اور اکثر لوگ حالات کے آگے ہتھیار ڈالنے کے بجائے ڈٹ جاتے ہیں اور حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے گوہر مراد تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ میڈونا کی مثال دیتے ہوئے ڈاکٹر ہینسکی کا کہنا ہے کہ 19 سال کی عمر میں میڈونا کی اشتہا ختم ہو گئی تھی لیکن اس نے تمام دکھوں اور غموں کو جھٹک دیا اور آج وہ فلمی دنیا کی مقبول و معروف ترین خاتون ہے جبکہ وہ بریلی ہٹ سے شادی